انتساب

میں نہایت خلوص کے ساتھ شاہزادی عابدہ سلطان سلمہا اللہ تعالیٰ کے عزیز و گرامی نام پر جن کی زندگی سے دختران اسلام کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں اور جنکے بشرہ اور طرز تربیت و تعلیم سے وہ علامتیں نمایاں ہوتی ہیں جن سے قومی و ملکی امیدیں پیدا ہونے اور نشو و نما پانیکا یقین ہوتا ہے یہ کتاب معنون کرتا ہوں

دعا گوے عمر و اقبال

محمد امین

(الف)

التماس وشکریہ

مین نے دوسو چھتیس ۲۳۶ سال کے زمانہ اقتدار وحکومت کی یہ دلچسپ تاریخ جو غالباً سلسلہ حالات کے لحاظ سے تاریخ عالم مین اپنا نظیر نہین رکھتی اُن جذبات کے ساتھ لکھی ہے جو ایک ایشیائی اور مسلمان کے دل مین ایسی عجیب تاریخ سے قدرتاً پیدا ہونے لازمی ہین۔ ممکن ہو کہ دنیا کے غیر تاریخی زمانہ مین ایسی مثالین موجود ہون لیکن جب سے کہ تاریخ ہمارے سامنے ہے اس کا یہ عجیب وغریب نظارہ صرف اُفق بھوپال پر نظر آسکتا ہے آج صرف ایک ایشیائی اور مسلمان ہی یہ فخر کرسکتا ہے کہ اس کی پاس نسوانی قابلیتون، اولی العزمیون اور حکمرانی کی ایسی عدیم المثال مسلسل تاریخ موجود ہے۔

غیر فرمانروا بیگمات کے حالات کا حصہ اعظم میان تحسین محمد خان صاحب کی عنایت ومہربانی سے جو اخوان ریاست مین سے ایک علم دوست اور ممتاز جاگیردار ہین فراہم ہوا اگر اُن کی رہبری وامداد شامل نہ ہوتی تو مین یقیناً اس دشوار کام کی تکمیل سے قاصر رہتا اس لئے مین اُن کا نہایت شکر گزار ہون۔

فرمان روا بیگمات کے حالات کا تقریباً تمامتر حصہ علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند، جی، سی، ایس، آئی، جی، سی، آئی، ای، وجی، بی، ای فرمانروائے بھوپال کی تصانیف سے ماخوذ ہے لہذا بالواسطہ علیا حضرت کا شکریہ ادا کرتا ہون۔

علیا حضرت کے حالات زیادہ تر ذاتی مشاہدات ومعلومات پر مبنی ہین خوش قسمتی سے مجھے مسلسل بارہ سال سے حضور ممدوحہ کی روبکاری کے عہدہ دار ہونے کی عزت حاصل ہے تاہم تزک سلطانی، گوہر اقبال اور اختر اقبال سے جو حضور ممدوحہ کی مرتبہ اور عہد حکومت کی تاریخ ہین مین نے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا ہے۔

اس حصہ کا وہ باب جس مین علیا حضرت کی پرائیویٹ لائف ہے اور جس کو

اس کتاب کی روح سے تعبیر کرنا بیجا نہ ہوگا۔ میری درخواست پر علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ دام مجدہا نے تحریر فرمایا اور ناممکن تھا کہ کوئی دوسرا شخص ایسی عمدگی سے اس باب کو تحریر کرسکتا اس لئے جس طرح کہ مین جناب ممدوحہ کا شکر گذار ہون یقین ہے کہ ناظرین کتاب جب اس باب کو پڑھینگے بے اختیارانہ شکر گذار ہونگے سیر و سیاحت اور لیڈیز کلب کے ابواب کا حصہ جناب زہرہ بیگم فیضی اور عطیہ (رحیمن) بیگم فیضی صاحبہ کا تحریر کردہ ہے جو مضامین کی صورت مین شائع ہوچکا تھا اور مجھے ان ابواب مین ان مضامین سے بہت مدد ملی۔ کیونکہ ان دونون قابل خواتین کو واقعہ نگاری مین کمال حاصل ہے اونہون نے یہ مضامین نہایت دلچسپ لکھے ہین اگر وہ اسوقت ہندوستان مین موجود ہوتین تو اور بھی امداد ملتی بہرحال مین ان کا بہت شکر گذار ہون۔

آبرو بیگم صاحبہ نے بھی لیڈیز کلب کے حالات تحریر فرماکر مجھے کچھ کم مشکور نہین فرمایا۔

آخر مین مجھے اپنے احباب مولوی محمد مہدی صاحب اور مولوی عبدالسلام صاحب ندوی کا ادای شکر لازم ہے جنہون نے علیا حضرت کے طریقہ تصنیف اور درجہ تصنیفات کے متعلق نہایت قابلانہ مضامین اس کتاب کے لیے عنایت کئے مسٹر مسعود علی نے بھی بعض ترجمون سے قابل شکریہ مدد دی ہے۔ منشی فیاض محمد صاحب نے ابتدا سے مسودہ کی صفائی اور کتاب کے انتظام طباعت وغیرہ مین جو محنت شاقہ کی ہے اُس کا بھی مین بہ دل ممنون ہون۔

اتنی محنت اور امدادون کے بعد یہ چند جز و تیار ہوکر شائع ہوے ہین لیکن مین اس امر کو محسوس کرتا ہون کہ علیا حضرت کے واقعات زندگی کے لئے جو نہایت شاندار اور متنوع قابلیتون کی مظہر ہین یہ اوراق بہت ہی محدود ہین ان کے لئے ایک نہایت مبسوط اور وسیع کتاب کی ضرورت تھی تاہم مینے اس مختصر تذکرہ مین اس خصوصیت کو کہین ترک نہین کیا کہ علیا حضرت کی زندگی صنفِ اناث کے لئے کیسا نمونہ کامل ہے۔

محمد امین (مارہروی) مہتمم تاریخ و اڈیٹر ظل السلطان بھوپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیگمات بھوپال

دیباچہ

مسئلہ ارتقا کی رو سے دنیا کی ہر چیز بہ تدریج ترقی کرتی ہے اور اس ترقی کا سلسلہ اوس وقت تک ختم نہین ہوتا جب تک ہستی کامل کا ظہور نہ ہو جاے دنیا کی ہر چیز اگرچہ اس کلیہ کی مثال بن سکتی ہے لیکن بھوپال کی تاریخ مین اسکے نہایت دلچسپ، نہایت واضح، اور نہایت مکمل شواہد ملتے ہین، بھوپال کی تاریخی ترقی مین یہان کی بیگمات کے اولوالعزمانہ مساعی کا بہت کچھ حصہ شامل ہے اور ان مساعی کی ابتدا فتح بی بی کی سادہ زندگی کے واقعات سے ہوتی ہے اور نواب سلطان جہان بیگم کے زرین کارنامون پر جاکر ختم ہو جاتی ہے اس ابتدا اور انتہا کے بیچ کا زمانہ مختلف قسم کی کشمکش، جد وجہدا ور ابتلا وامتحان مین گزرتا ہے لیکن باایں ہمہ قدرت اپنے فرض سے غافل نہین ہے وہ برابر سرگرم ترقی ہے اور ایک نقش کو مٹا کر دوسرا نقش اوس سے بہتر کھینچتی جاتی ہے اور جب یہ دورِ تکمیل نواب سلطان جہان بیگم تک پہونچتا ہے تو بھوپال کے در و دیوار سے صدا آتی ہے:-

نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد زاول

بھوپال کی ابتدائی تاریخ جنگجویانہ واقعات سے شروع ہوئی اور اس مین عورتون کی بہادری نے وہ نمایان کام کیے جن سے قدرت نے یہ ثابت کر دیا کہ بھوپال کی آیندہ تاریخ مین قدرتی طور پر عورتون کی کوششون کا حصہ ہمیشہ غالب رہیگا اور صنف

ضعیف کے قالب میں اُسی ہستی کامل کا ظہور ہوگا جسکے لئے قدرت یہ تمام جدوجہد کر رہی ہے،
اِن ابتدائی معرکون کے بعد بھوپال کی سرزمین کو قدرت نے ہر قسم کے خار وخس
سے پاک کردیا اور تمام نشیب و فراز کو مٹا کر اوس کی سطح اس قدر ہموار کردی کہ اوس پر
بھوپال کی آیندہ ترقیون کا سنگ بنیاد رکھا جا سکے، چنانچہ اس کا سنگ بنیاد فتح بی بی
کے ہاتھون رکھا گیا، اون کے زمانہ تک بھوپال صرف ایک گاؤن تھا لیکن اُنھون نے
ایک قلعہ کی بنیاد ڈالی اور اس گاؤن کو ایک شہر کی صورت مین آباد کرایا۔ اس طرح
بھوپال کی آیندہ ترقیون کا ابتدائی خاکہ ایک خاتون کے ہاتھ سے تیار ہوا اور
اون مین جن بیگمات نے رنگ آمیزیان کین اون مین نواب قدسیہ بیگم نواب
سکندر بیگم نواب شاہجہان بیگم اور نواب سلطان جہان بیگم کا نام خاص طور پر نمایان ہے۔ مادی حیثیت
سے دیکھو تو اس شہر نے درجہ بدرجہ کس طرح ترقی کی ہے پہلے وہ ایک معمولی قصبہ سے
زیادہ نہ تھا تمام آبادی مین ایسے تنگ راستے اور گلیان تھین کہ گھوڑے اور
میانہ کے سوا کوئی اور سواری نہ جا سکتی تھی، پھوس اور کھپریل کے چھوٹے چھوٹے
مکانات تھے جو اس وقت یہان کے باشندون کی سادہ اور سپاہیانہ زندگی کی علامت
تھی، بڑی عمارتون مین گوہر محل[1]، محل نواب جہانگیر محمد خان[2]، اور نواب فیض محمد خان کے
محل[3] اور حکیم شہزاد مسیح کی حویلی[4] کے سوا اور کچھ نہ تھا، نواب سکندر بیگم کے زمانہ مین
اس قصبہ نے شہر کی صورت اختیار کی، اُنھون نے ایک نہایت شاندار محل بنام
موتی محل تیار کرایا اور محل کے قرب مین ایک مسجد موتی مسجد کے نام سے بنوائی جسکی
بڑی بلند کرسی ہے، دالان اور گنبد سنگ مرمر کے ہین اور باقی مسجد سنگ سرخ

---

[1] گوہر محل نواب نذر محمد خان بہادر نے بنوایا تھا جس مین نواب قدسیہ بیگم رہتی تھین۔
[2] نواب جہانگیر محمد خان کا محل شوکت محل کے حصون مین شامل ہو گیا۔
[3] نواب فیض محمد خان کا محل اب میان امین محمد خان کے محل سے مشتہر ہے۔
[4] یہ حویلی بھی شوکت محل اور حمید منزل مین شامل ہو گئی۔

کی ہے۔

نواب جہانگیر محمد خان نے شہر کے مشرقی جانب ایک نئی بستی قائم کی جو جہانگیر آباد کے نام سے موسوم ہوا اور اب بھوپال کی فوجی چھاونی ہے۔

فرمان رواے ملک کے شوق تعمیر کا اثر امرا اور جاگیرداروں پر بھی ہوا اور فصیل شہر کے اندر اچھی اچھی عمارتیں بن گئیں، باغات کا بھی شوق ہوا اور متعدد باغ جو عمارات، اشجار، اور چمن بندی وغیرہ کے لحاظ سے بہترین باغ تھے لگائے گئے۔

نواب شاہجہان بیگم نے تو عمارات میں صاحبقران ثانی کا نمونہ دکھلا دیا اور شاہجہان آباد کے نام سے شہر کا ایک جدید حصہ تعمیر ہوگیا جو بجائے خود ایک شہر ہے محلات شاہی کی سر بفلک اور شاندار عمارتیں، بازار، چمن وغیرہ سب علیحدہ ہیں۔

نواب سلطان جہان بیگم کے زمانہ میں وہ تمام سامان مہیا ہوگئے جو ایک وجودِ مکمل کے لئے لازمی ہیں۔

روحانی حیثیت سے نظم ونسقِ حکومت میں جو جو انقلاب ہوئے تعلیم نے جس طرح درجہ بدرجہ ترقی کی۔ مذہبی اعمال وعقائد کو جس طرح استحکام حاصل ہوا اوس کا سلسلہ بھی اس ریاست کی مادّی ترقیوں کے ساتھ شروع ہوا اور انہی کی طرح درجہ بدرجہ تکمیل کو پہونچا۔ لیکن قدرت کے یہ انقلابات باہم اس قدر ممزوج اور مدغم ہوتے ہیں کہ جب ایک نیا دَور شروع ہوتا ہے تو پہلا دور اوس میں اسقدر مخلوط ہوجاتا ہے کہ اوس کی تمیز نہیں کی جاسکتی۔ اس طور پر گویا نقش ثانی نقش اول کو مٹا دیتا ہے اور پہلی صورت گویا بالکل فنا ہو جاتی ہے۔

بھوپال کی ترقیوں میں گوناگون انقلابات ہوتے رہے ہیں اون کا بھی یہی حال ہے فتح بی بی کو تو اب کوئی جانتا بھی نہیں۔ خود نواب شاہجہان بیگم کے کارناموں کو اون کے جانشین کے کارناموں نے بہت کچھ ماند کر دیا ہے۔ لیکن اگر تمام

بیگمات کے کارنامے تاریخی حیثیت سے جدا جدا کر کے الگ الگ دکھائے جائیں تو اس سے وہ بیگمات بھی گمنام رہیں گی جنہوں نے بھوپال کی تاریخی ترقی کا ابتدائی خاکہ تیار کیا ہے اور اون بیگمات کی کوششیں بھی نمایاں نہ ہوں گی جنہوں نے اوس میں درجہ بدرجہ رنگ آمیزیاں کی ہیں، میں نے اس کتاب میں اصول ارتقا کے مطابق یہ بات دکھائی ہے کہ ایک دور دوسرے دور سے کیونکر بطور قدرتی نتیجے کے پیدا ہو گیا اور نقاش اول نے جو خاکہ تیار کیا تھا اوس کے بعد نقاش ثانی نے اوس میں کیا کیا رنگ بھرے ابتدا سے لیکر انتہا تک اون بیگمات کے سوانح و حالات لکھے ہیں جن کی کوششیں بھوپال کی ترقی میں شامل رہی ہیں اور جوں جوں بھوپال نے ترقیاں کی ہیں اسی نسبت سے ان بیگمات کے حالات میں تفصیل اور دلچسپی پیدا ہوتی گئی ہے یہاں تک کہ عہد سلطانی میں یہ ہلال بالکل ماہ کامل بن گیا ہے اور اوس کا نظارہ اس کتاب کے اُفق سے بخوبی کیا جا سکتا ہے سوانح و حالات اگر سب کے سب نئے نہ ہوں تب بھی کتاب کی ترتیب بالکل جدید اور ترقی اسلوب پر دی گئی ہے۔ اس لئے مجھے توقع ہے کہ وہ دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے اور اس سے بھوپال کی تاریخ کا ایک نیا باب کھل جائے گا۔

ان جلیل القدر بیگمات کے ساتھ میں نے مقدمہ میں پہلے اون عورتوں کا ایک اجمالی تذکرہ ضروری سمجھا ہے جن کی بہادری صفحۂ تاریخ بھوپال پر ثبت ہے، اس دیباچہ میں اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ بھوپال کی تاریخ کے کچھ مختصر نوٹ بھی لکھدیے جائیں تاکہ تذکرہ کا سلسلہ اور بیگمات کا درجہ و مرتبہ بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔

اس ریاست کے بانی سردار دوست محمد خان دلیر جنگ تھے جو مقام تیراہ ملک افغانستان کے رہنے والے تھے اونہوں نے اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد افواجِ شاہی سے مستعفی ہو کر مالوہ میں ریاست بھوپال کی بنیاد ڈالی چالیس سال سے کچھ زائد مدت میں بھوپال کی ایک مستقل حکومت قائم کر کے سنہ ۱۱۵۳ہجری میں انتقال

کیا۔ انکی منجملہ اور بیگمات کے ایک بیگم **فتح بی بی** تھیں لیکن یہ لاولد تھیں۔

سردار دوست محمد خان کے جانشین نواب **یار محمد خان** ہوئے جو ایک دوسری بیگم کے بطن سے تھے۔ ۸ سال حکومت کرکے ۱۱۶۷ھ میں انتقال کیا انکی بھی ایک سے زیادہ بیگمات تھیں، لیکن ان میں **ماجی ممولا** لاولد تھیں۔

نواب یار محمد خان کے جانشین نواب **فیض محمد خان** ہوئے اور ۴۲ سال حکمران رہنے کے بعد ۱۱۹۱ھ میں انتقال کیا۔ یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان کی کتنی بیگمیں تھیں۔ لیکن ایک بیگم **صالحہ بیگم** نامی بھی تھیں۔

نواب **فیض محمد خان** کے جانشین ان کے چھوٹے بھائی **حیات محمد خان** ہوئے **عصمت بیگم** ان کی بیگم تھیں، یہ نہیں معلوم کہ کوئی اور بیگم بھی تھیں یا نہیں اور ان کے فرزند نواب **غوث محمد خان** عصمت بیگم کے بطن سے تھے یا اور کسی بیگم کے۔ ان کے زمانہ میں ملک کا نظم ونسق **وزیر محمد خان** کے ہاتھ میں آگیا تھا جو بانیِ ریاست کے پرپوتے تھے۔ ان کے باپ شریف محمد خان ایک خانہ جنگی میں قتل ہوئے۔ اور یہ آوارہ وطن ہو گئے۔ چونکہ فطرت میں جوان مردی تھی مختلف مقامات میں فوجی ملازمتیں کیں جب ۱۲۱۱ھ میں بھوپال پر ناگپور اور گوالیار کا دباؤ پڑ رہا تھا اور ملک خطرہ میں آگیا تھا تو محض تحفظ ملک کی خاطر وطن میں واپس آئے۔ اپنی خدمات پیش کیں جو بڑی خوشی سے قبول کی گئیں۔

اُس زمانہ میں بھوپال کی قسمت کا جہاز بڑے سخت "ملاطم" میں تھا ایک طرف مرہٹہ ہمسایوں کی قوت وطاقت اس کے تقسیم کر لینے پر صرف ہو رہی تھی دوسری طرف ایک دیوان ریاست نے غداری کرکے نہ صرف نواب کی بیگم (عصمت بیگم) کو شہید کیا، بلکہ دشمنوں سے سازش کرکے ملک کو بھی نقصان پہونچایا تھا۔ بھوپال کی نجات وسلامتی صرف تائید ایزدی پر منحصر رہ گئی تھی جو **وزیر محمد خان** کی

حب الوطنی اور زور بازو مین نمایان ہوئی، اُنھون نے وطن کی محافظت اور دشمنون کی مدافعت مین کارہاے نمایان کئے فوج کی درستی مین بڑی بڑی کوششین کین۔ ملک کے وہ حصص جن پر دشمن قابض ہو گئے تھے جنگ و جدل کے بعد واپس لئے اور جو نقصان ریاست کو پہونچ چکا تھا اُس کی تلافی کی۔ اسی زمانہ مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا ہوے۔

سنہ ۱۲۲۳ھ مین نواب حیات محمد خان نے جوان خوفناک حالتون سے بالکل تیرہ ہو گئے تھے انتقال کیا۔ ان کے جانشین نواب غوث محمد خان ہوے۔ ان کی شادی زینت بیگم سے ہوئی جن کے بطن سے دو صاحبزادے نواب معز محمد خان اور میان فوجدار محمد خان اور ایک صاحبزادی گوہر بیگم (قدسیہ بیگم) تھین۔

نواب غوث محمد خان کے زمانہ مین راجہ ناگپور نے چند مقامات پر حملہ کر کے ان کو فتح کر لیا اور بھوپال پر بھی دشمنون کا ایک طرح سے تسلط ہو گیا، لیکن خدا پر بھروسہ کر کے وزیر محمد خان نے جنگ اور حکمت عملی سے بھوپال سے مرہٹون کو نکال دیا۔ اور اون کے استقلال و ہمت نے ریاست بھوپال کو اس نازک موقع پر بچا لیا بلکہ دشمن کے قبضہ سے اس کے مفتوحہ مقامات کو بھی واپس لے لیا۔

سنہ ۱۲۲۹ ہجری = سنہ ۱۸۱۴ء مین پھر بھوپال محصور ہوا۔ گوالیار اور ناگپور نے متحدہ حملہ کیا جو تاریخ مین سب سے بڑا حملہ تصور کیا جاتا ہے۔ ۷۰ ہزار حملہ آورون کے بالمقابل ۶ ہزار محصورین تھے۔ اس حملہ و محاصرہ سے بھی وزیر محمد خان اور اون کے فرزند نظر محمد خان کی جوانمردی سے بھوپال کو پھر نجات ملی۔ وزیر محمد خان برابر اس عرصہ تک آبائی ملک کی حفاظت مین داد شجاعت دیتے رہے۔ سنہ ۱۲۳۱ھ سنہ ۱۸۱۶ء مین جب کہ اُنھون نے انتقال کیا ملک قریباً محفوظ تھا اور انگریزون کی دوستی اور ایک حد تک حفاظت حاصل ہو چکی تھی اُنھون نے اپنے فرزند نظر محمد خان کی شادی نواب غوث محمد خان

کی بیٹی گوہر بیگم (نواب قدسیہ بیگم) سے قرار دی تھی جو ان کے انتقال کرنے کے
ایک سال بعد ہوئی۔ اور اس طرح یہ خاندان جو پہلے قریبی تعلق رکھتا تھا اب اور بھی
قریب ہو گیا۔

نواب غوث محمد خان نے ۱۲۴۲ھ میں انتقال کیا۔ وہ اس عرصہ میں خانہ نشین
اور محض برائے نام نواب رہے اور اُس جاگیر پر قانع تھے جو اون کے اخراجات کیلئے
مقرر تھی۔ حقیقی طور پر نواب نظر محمد خان حکمران و رئیس ریاست تھے اور ان ہی کو ساتھ
ایسٹ انڈیا کمپنی کا معاہدہ بھی ہوا تھا۔ ۱۲۳۵ھ میں ۴ سال حکمرانی کرنے کے بعد نواب
نظر محمد خان کا اتفاقی حادثہ سے انتقال ہو گیا۔ ان کی ایک خرد سال صاحبزادی نواب
سکندر بیگم تھیں باپ کی وصیت کے مطابق اور گورنمنٹ آف انڈیا کی منظوری سے یہ طے ہوا
کہ جس کسی شخص کے ساتھ وارثۂ ملک کی شادی ہوگی وہ نواب بھوپال ہوگا لیکن تا زمانہ
بلوغ و عقد نواب قدسیہ بیگم ریجنٹ قرار پائیں۔ اور جب صاحبزادی کی شادی نواب جہانگیر محمد خان سے
ہو گئی تو ۱۲۵۳ھ میں وہ حکمران بھوپال ہوئے اور ۷ سال بعد ۱۲۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا
اور ان کی صاحبزادی نواب شاہجہان بیگم ان ہی شرائط کے ساتھ جانشین قرار دی گئیں نواب
سکندر بیگم کچھ جھگڑوں کے بعد ریجنٹ ہوئیں اور انہوں نے اون شرائط کو کالعدم قرار
دلوایا اور اپنے حقوق طلب کیے بالآخر ۱۲۶۷ھ میں وہ رئیسہ ملک قرار پائیں اور ۱۴ سال
بطور ریجنٹ اور ۹ سال خود مختارانہ حکومت کر کے ۱۲۸۵ھ میں انتقال کیا۔ ان کی جانشین
نواب شاہجہان بیگم ہوئیں جنہوں نے ۳۳ سال حکومت کے بعد ۱۳۱۸ ہجری مطابق ۱۹۰۱ء
میں وفات پائی۔ اور نواب سلطان جہان بیگم مسند آرائے حکومت ہوئیں۔

درونت بتائید حق شاد باد — دل و دین و اقلیمت آباد باد

ہمینت بس از کردگار مجید — کہ توفیق خیرت بود بر مزید

مقدمہ

بھوپال کی تاریخ بنانے مین اوس کے مدبر و دلیر بانی کے زمانہ سے ہی بیگمات بھوپال کا بہت بڑا حصہ رہا ہے اور ہر عہد مین اُنھون نے بالواسطہ دربار پر اپنا اثر قائم رکھکر حیرت انگیز طریقے سے اپنے تدبر و سیاست کے جوہر نمایان کئے ہین۔

یہ سلسلہ بارھوین صدی ہجری کے آغاز یا سترہوین صدی عیسوی کے آخری حصہ یعنی سنہ ۱۶۹۰ء سے شروع ہوکر تقریباً ۱۳۸ سال تک قائم رہا لیکن انیسوین صدی کے شروع مین سنہ ۱۸۱۹ء سے تو اس اثر و اقتدار کا خودمختارانہ فرمان روائی کی شکل مین ظہور ہوا اور پوری صدی مین جب کہ یہ کتاب ترتیب دی جا رہی ہے اور سنہ ۱۹۱۸ء کا زمانہ ہے، درمیان کے چھہ سالون کو مستثنیٰ کرکے جن مین نواب جہانگیر محمد خان ایک غیر منصفانہ معاہدہ کی بنا پر فرمانروائے بھوپال رہے تھے ان جلیل القدر بیگمات نے مسند حکومت پر متمکن ہوکر جنگ و جدل اور امن و امان کے زمانون مین فرمانروائی کے گوناگون اوصاف سے ایک عالم کو مسخر کردیا ہے اور دنیا سے اس امر کا اعتراف کرالیا ہے کہ قدرت سے صفات حکمرانی کا عطیہ مردون ہی کے لئے مخصوص نہین ہے بلکہ اس انعام الٰہی سے عورتین بھی کامیابی کے ساتھ اور کامل طور پر بہرہ ور ہین حقیقت تو یہ ہے کہ خالق ارض و سما نے بھوپال پر اپنی اس قدرت کی جلوہ نمائی کی ہے کہ وہ نوع انسانی جو ضعیف کے نام سے موسوم ہے کن کن کمالات انسانی کی مظہر ہو سکتی ہے۔

تاریخ بھوپال کے عجیب و غریب واقعات نہ صرف فرمان روا خاندان کی بیگمات کے ساتھ مخصوص ہین بلکہ اس جنس کے دیگر افراد کے ساتھ بھی خاص طور پر تعلق رکھتے ہین۔

دارالامارۃ بھوپال جہان اس خاندان کا آفتاب اقبال تابان ہوا ہے ایک رانی کا پیش کش ہے جو وحشی گونڈون کے سردار کی بیوی تھی جس کا نام کملاپتی تھا اور جو اپنے

حسن و نزاکت کے لحاظ سے اس وقت تک ضرب المثل اور مشہور روزگار ہے۔

جب اوس کے خاوند نظام شاہ کو ایک دوسرے گونڈ سردار نے زہر دیکر ہلاک کیا اور اوسکے یتیم بچہ کو قلعہ کے اندر محصور کردیا تو اس بیوہ نے سردار دوست محمد خان سے امداد اور اپنے شوہر کے انتقام کی درخواست کی اور جب وہ درخواست پوری ہوگئی اور رانی نے اپنی داد حاصل کرلی تو یہ جگہہ جو اس وقت ایک گاؤن کی حیثیت رکھتی تھی اس امداد کے شکریہ مین نذر دی۔

جس جگہہ یہ موضع آباد تھا وہان ایک بہت پرانا قلعہ بھی تھا جو ابھی تک موجود ہے۔ اسکے قرب مین اس بیوہ رانی کا ایک چھوٹا سا محل بھی تھا جو اس وقت تک لب تالاب یادگار قدیم کے طور پر قائم ہے۔

دوسرا قابل الذکر واقعہ یہ ہے کہ جب ۱۲۲۸ھ ۱۸۱۲ء مین بماہ جنوری ناگپور اور سندھیا کی متفقہ فوجین اس شہر پر حملہ آور تھین اور بیرون فصیل شہر کو چارون طرف سے محصور کرچکی تھین ایک قابل یادگار اور غیر معمولی حملہ مین دشمن نے تھوڑی سی کامیابی حاصل کرلی تھی لیکن جہان کامیابی ہوئی تھی وہان عورتون کی بہادری سے جن مین ہندو اور مسلمان دونون شریک تھین حملہ آور پس پائی پر مجبور ہوے اور سیڑھیون کے ذریعے سے جو حملہ آور جماعت شہر مین داخل ہوگئی تھی وہ محصور کرکے ہلاک کردی گئی، ان عورتون نے اینٹ اور پتھرون سے گولون اور گولیون کا مقابلہ کیا۔ ایسی حالت مین کہ شہر مین غلہ نہ ہونے سے بھوک نے انھین بے انتہا ناتوان کردیا تھا اور وہ گولیون کی بوچھار سے اپنی بہنون کو فصیل پر گرتے ہوے دیکھتی تھین۔

فسانۂ رنگین بھوپال کے مصنف جوگل کشور نے لکھا ہے کہ:

"میری دادی صاحبہ کہتی تھین کہ اوس دن میان وزیر محمد خان کی درخواست کرنے پر ہم تمام شرفا کی پردہ نشین عورتین بے پردہ ہوکر برج سرنگ کے

لہ اصل عبارت یہ ہے کہ "دادی صاحبہ مؤلف می گفتند کہ ہمان روز از التجا میان وزیر محمد خان ما ہمہ

(باقی حاشیہ برصفحۂ آئندہ)

متصل پہونچین اور ہانڈیون مین بارود بھر کر اور اون مین آگ ڈالکر دشمن کے منہ پر پھینکنے لگین اور اس طرح سیکڑون ہانڈیاں پھینکین۔

اسی طرح ایک برج پر جب کہ ایک بزرگ خیر اللہ نامی توپ سے گولہ باری کرنے مین مصروف تھے تو اون کے ساتھ اون کی ایک کنیز جو گونڈ قوم سے تھی توپ بھرنے مین مددگار تھی۔ بارود کے توڑے اٹھا کر ڈالتی تھی اور جب یہ بزرگ فیر کرتے تھے تو وہ عورت دشمنون پر تیر چلاتی تھی۔

"سر جان مالکم جو سلطنت برطانیہ اور ریاست بھوپال مین معاہدۂ دوستی ہوجانے کے بعد اسی کے قریب زمانہ مین سنٹرل انڈیا کے رزیڈنٹ تھے اپنی کتاب" ممارس آف سنٹرل انڈیا" مین لکھتے ہین۔

"جنوری مین دو مختلف حملے ہوے یعنے ایک حملہ صادق علی نے گنوری دروازہ پر دوسرا سردار سنگھ نے منگلوارہ پر کیا بعض حملہ آور تو اس قدر کامیاب ہوے کہ وہ سیڑھی لگا کر مسمار شدہ فصیل سے شہر مین داخل ہو گئے لیکن فصیل کے محصورین نے ایسا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا کہ حملہ آورون کو پسپا ہونا پڑا۔ جنرل جی فتح نے جو منگلوارہ پر حاصل ہوئی تھی محاصرین کی توجہ اس قدر اپنی طرف منعطف کر لی کہ سب گنوری دروازہ چھوڑ کر اسی جگہہ جمع ہو گئے تھوڑی سی فوج سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئی اور ایک برج پر اپنا قبضہ کر کے جھنڈا گاڑ دیا۔ اس سے برائے نام فتح تصور کی گئی کیونکہ اس خطرہ سے تمام مستورات خوف زدہ ہو کر مکانات کی چھتون اور بلند مقامات پر چڑھ گئین وہان سے دشمن پر پتھر کنکر، پتھر کی بوچھار کی۔ جنگجو عورتون کے اس غیر متوقع حملے سے دشمن نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عورتان پردہ نشین ہر خانہ شریف بلا پردہ بودہ متصل برج سرنگ رسیدہ صدہا ہانڈی ہا سے بارود پر کردہ آتش انداختہ بر روے دشمن می انداختند۔ صدہاے ہانڈی انداختند۔"

پریشان ہوکر اپنا جھنڈا نیچا کر دیا اور بہ مشکل اوس برج کو اپنے قبضہ مین رکھ سکا اس موقع پر وزیر محمد سگنوارہ والے حملہ کو پسپا کر کے گنوری پہونچ گیا یہان اُسے پوری کامیابی حاصل ہوئی کیونکہ دشمن کو بری طرح سے اور بڑے نقصان کے ساتھ پیچھے ہٹنا پڑا - عورتون کی جوان مردی پر جنھون نے غیر محفوظ مقام کو سطح بچا لیا ، وزیر محمد بے حد خوش ہوا - اوس نے اون کی شجاعت کی بڑی تعریف کی اور اون کو اس خاص خدمت کا جو انھون نے انجام دی تھی انعام دیا اس سے زیادہ وزیر محمد کو اور کسی حملہ مین اطمینان حاصل نہین ہوا - وزیر محمد کا مزاج خونخوار تھا وہ توہمات کو بہت مانتا تھا - عورتون کی ... کو اوس نے غیبی فالِ نیک تصور کیا اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس شہر پر محاصرین کبھی قابض نہ ہوسکین گے"

دوسری شہادت ایک فوجی یورپین مصنف میجر ہاگ کی ہے جنھون نے اس جنگ کے از تیس سال بعد ہی تاریخ لکھی ہے اس مین وہ لکھتے ہین کہ

"وزیر محمد خان اون عورتون کی بہادری سے جنھون نے اس حصہ کو بچایا تھا بہت خوش ہوا اور بہت کچھ تعریف کے بعد اوس خدمت کے صلہ مین جو انھون نے انجام دی تھی انعامات تقسیم کئے کسی واقعہ سے وزیر محمد کو اس قدر اطمینان نہین ہوا تھا جس قدر اس سے! اوس کے مزاج مین وہم تھا مگر طبقہ اناث کی بہادری دیکھکر اس نے شگون لیا کہ یہ مقام کسی طرح محاصرین کے ہاتھ مین نہین جا سکتا"

اسی کتاب مین دوسری جگہہ تحریر کرتے ہین کہ :-

"جنوری ۱۸۱۳ء کے دو حملون مین دشمن تھوڑی سی کامیابی اور ایک برجی پر قابض ہوجانے سے بہت خوش تھے لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اون کے مقابلہ پر ایک بہادر عورتین بھی ہونگی کہ چھینی ہوئی جگہہ سے ہٹا دین گی -

اس واقعہ نے سب کا دل بڑھا دیا اور بھوپالی عورتون کے شریفانہ فعل نے

ہمت کو توی کر دیا وزیر محمد نے اس واقعہ کو فال نیک تصور کیا
دشمن کو معلوم ہوگیا کہ ہر مرد اور ہر عورت مقابلہ مین ثابت قدم
ہے اور اوس سردار کو جو بھوپال کا نجات دہندہ خیال کیا جاتا ہے
معلوم ہوگیا کہ لوگون کو اپنے وطن سے کتنی محبت ہے "

اس لڑائی اور جنگ و محاصرہ کی شدت کا یون اندازہ کرنا چاہئے کہ وہ متصل نو مہینے تک جاری رہی اور شہر محصور رہا، شہر مین غلہ اور رسد کا سامان بالکل نہ تھا موٹا اناج روپیہ سیر ملتا تھا پھر وہ بھی میسر نہین ہوتا تھا، کئی کئی وقت فاقہ کشی سے گذر جاتے تھے اور جب کچھ آزوقہ ملتا تھا تو وہ بھی برائے نام اور پھر یہ حالت بھی مسلسل نو ماہ تک قائم رہی ۔روپیہ جس سے کہ یہ سب چیزین فراہم ہوسکتی ہین اوس کی قلت تھی سپاہیون اور دوسرے شہری لوگون پر حملہ آوری کے وقت فوج محاصر کی تعداد (۷۰۰۰۰) اور محصورین کی (۶۰۰) تھی جو آخر مین گھٹ کر دو سو رہ گئی تھی ایسے نازک موقع پران عورتون نے کمال دلیری کے ساتھ اپنے وطن کی دشمنون سے محافظت کی اور محافظت کا وہ حق ادا کیا جو تاریخ عالم مین یادگار رہے گا ۔

عورتون کے اجمالی تذکرہ کے بعد اب مین بانیِ ریاست کے زمانہ سے اس وقت تک کی بیگمات کا سلسلہ وار تذکرہ لکھون گا تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ ان بیگمات نے تاریخ بھوپال مین کیا کیا کارہائے نمایان کئے +

فتح بی بی

نواب دوست محمد خان بانی ریاست بھوپال نے "بیرسیہ" کو اپنا مستقر بنانے کے بعد فتح بی بی سے شادی کی۔ فتح بی بی کے ابتدائی حالات نہ کسی تاریخ مین ملتے ہین اور نہ زبانی روایات سے معلوم ہو سکے، البتہ یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ وہ بیرسیہ یا اوس کے قرب و جوار کی رہنے والی تھین۔

یہ ایک نہایت اولوالعزم اور جمیل و عقیل خاتون تھین اور ایسے حالات اور ایسے زمانہ مین جب کہ دوست محمد خان یکہ و تنہا مالوہ کی سرزمین پر اپنی قسمت آزمائی کر رہے تھے تو فتح بی بی اون کے لئے ایک روحانی تسکین تھین۔ ان سے عقد کے بعد ہی دوست محمد خان نے منازلِ کامیابی کو طے کرنا شروع کیا۔ وہ فتح بی بی کو نہ صرف اس لئے عزیز رکھتے تھے کہ وہ ایک رفیق بی بی تھین بلکہ اون کا عقیدہ تھا کہ اون کے نام اور اون کی ذات مین برکتِ ایزدی کا ظہور ہے۔

یہ بی بی اپنے نامور شوہر کی کنیزون کی طرح خدمت کرتی تھین۔ نہایت مبارک قدم اور نہایت فیاض دل تھین۔ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہین ہوئی لیکن اُنہون نے ایک لڑکے کی پرورش کی تھی جو نواب دوست محمد خان کو راجپوتون سے جنگ کرنے کے بعد غنیمت مین حاصل ہوا تھا۔ یہ لڑکا راجپوت تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد اِس کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ فتح بی بی کی تربیت نے ابراہیم خان مین وفاداری کے وہ خاص اوصاف پیدا کئے تھے جن کی بدولت آجتک تاریخ بھوپال مین اوس کا نام عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

دوست محمد خان بیرسیہ کو اجارہ مین لینے کے بعد اپنی قسمت آزمائی کے لئے گجرات چلے گئے تھے۔ اوس زمانہ مین یہ طریقہ جاری تھا کہ کوئی دلیر اور نامور سردار ایک فوج مرتب کرتا تھا

اور اوسکی تنخواہ کا خود ذمہ دار ہوتا تھا اور پھر وہ کسی رئیس یا بادشاہ وقت کی ملازمت کر لیتا تھا۔ دوست محمد خان کے پاس بھی ایسی ہی فوج ملازم تھی اور وہ اسی فوج کے ساتھ گجرات مین ملازم ہو گئے تھے لیکن سوء اتفاق سے وہان ان کو اتنا روپیہ نہ مل سکا جو فوج کی تنخواہ کے لئے کافی ہوتا اس لئے فوج نے بغاوت کر کے ان کو نظر بند کر لیا۔ اُنھون نے ابراہیم خان اور فتح بی بی کو اس کی اطلاع دی۔ دونون نے انتظام کر کے فوراً روپیہ یہان سے روانہ کر دیا اور نہایت عاجزی اور اصرار کے ساتھ دوست محمد خان سے واپسی کی استدعا کی۔ فتح بی بی اس زمانہ مین نہایت پریشان اور بے چین تھین۔ دوست محمد خان جب واپس آ گئے اوس وقت اون کو اطمینان ہوا۔

ابھی دوست محمد خان کا کنبہ صرف انہین تین آدمیون پر مشتمل تھا لیکن اسی عرصہ مین دوست محمد خان کے والدین، بھائی، اور دوسرے اعزہ بھی جو تعداد مین دو سے زیادہ تھے تیراہ سے آ گئے۔ ابراہیم خان نے دور تک جا کر پیشوائی کی اون کے آنے کی خوشی مین ایک بڑا جشن ہوا۔ اور فتح بی بی کو تمام اعزہ سے ملایا گیا۔ اگرچہ یہ ہندی نژاد تھین لیکن سب نے اون کے مرتبہ کے مطابق عزت و احترام کیا۔

فتح بی بی کو بھی ان اعزہ کے آنے سے بڑی تقویت اور مسرت ہوئی۔ اب دوست محمد خان کو بھائیون کی قوت سے ملک گیری کا حوصلہ اور بڑھا اور اُنھون نے تھوڑے سے عرصہ مین اپنے مقبوضات مین اس قدر اضافہ کر لیا کہ ان کی ایک رئیس اور والی ملک کی حیثیت ہو گئی گنوری مین رانی کملاپتی کو امداد دی ، اوس کے شوہر کے قاتل اور بیٹے کے دشمنون کو زیر کیا اور اوس کے فرزند کو مسند نشین کرانے کے بعد چند دن کے لئے سکون و آرام کی خاطر بھوپال مین قیام کیا۔ بھوپال اوس وقت لب تالاب ایک موضع کی صورت مین آباد تھا۔ آب و ہوا نہایت خوشگوار تھی اور رانی کملاپتی کی ملکیت مین تھا۔

ف بھوپال کا مشہور محلہ ابراہیم پورہ اور ابراہیم خان کی مسجد انہی ابراہیم خان کے نام سے منسوب ہین اور یہ محلہ اپنے بازار کے لحاظ سے بہت پر رونق اور آباد ہے۔

لیکن رانی نے دوست محمد خان کو دیدیا تھا، یہان آبی اور صحرائی جانورون کے شکار کا بہت اچھا موقع تھا اس کے قرب وجوار مین شیرون کی کچھار بھی تھی۔

فتح بی بی اس کیمپ مین ہمراہ تھین دونون دن کو مرغابیون اور مچھلیون کے شکار مین اور رات کو پارچہ پر بیٹھ کر شیر کے شکار مین مصروف رہتے تھے۔ ایک رات پارچہ پر فتح بی بی نے کہا کہ بقاے نام اور یادگار کے لئے ایک شہر اور اس پہاڑ پر ایک قلعہ میرے نام پر تعمیر ہو۔ دوست محمد خان نے اس خواہش کو دلی جوش کے ساتھ منظور کیا اور اسی وقت ماہتاب کی روشنی مین دونون بندہان کی طرف گئے قلعہ اور شہر کی تعمیر کی جگہہ تجویز ہوئی اور دوسرے ہی دن نہم ذی الحجہ ۱۱۳۵ھ یوم جمعۃ المبارک کو قلعہ اور شہر کی تعمیر شروع ہوگئی قلعہ کی بنیاد اوس زمانہ کے قاضی ریاست قاضی محمد منعم مرحوم نے جو ایک نہایت متقی و دیندار عالم تھے اپنے مبارک ہاتھون سے رکھی۔ اوس زمانہ کے امرا نے بھی اپنے اپنے نامون سے پورے اور محلے آباد کئے۔ تعمیر قلعہ کے بعد شہر پناہ بنائی گئی چند ماہ تک، تمام فوج ایک چھاؤنی کی صورت مین یہین مقیم رہی۔

اس سلسلہ مین یہ بات خصوصیت سے ذکر کے قابل ہے کہ قلعہ اور شہر کی تعمیر مین عام معمارون اور مزدورون کے ساتھ تمام سپاہی سردار حتی کہ خود نواب دوست محمد خان بھی مثل مزدورون کے کام کرتے تھے اور قلعہ کی تعمیر اون اشخاص کے سپرد تھی جو اپنی نیکی اور دینداری مین مصروف وممتاز تھے جب یہ تعمیر ختم ہوگئی تو فوج والون کو دو ماہ کی تنخواہ بطور انعام عطا کی گئی معمارون کو خلعت انعام مرحمت ہوا۔ یہ قلعہ اس نیک بی بی کے نام سے منسوب ہونے کے باعث آج تک بھوپال مین سب سے زیادہ مسعود و مبارک سمجھا جاتا ہے۔ اس قلعہ کے نیچے بہت سی لڑائیان ہوئین نظام الملک آصفجاہ اور مرہٹون کی آویزش اسی قلعہ کے نیچے ہوئی ناگپور

اور سیندھیا کی متحدہ قوت اسی کی دیوار سے آکر ٹکرائی لیکن یہ کبھی مفتوح و مسخر نہ ہوا۔

ریاست بھوپال کا نوجی نشان ہی فتح نشان کے نام سے مشہور ہے کیا عجب ہے کہ یہ نشان بھی فتح بی بی کے نام سے منسوب ہو۔ اس نشان کا پرچم ہی آج تک افواجِ بھوپال پر لہرایا اور کبھی کسی غنیم کے قبضہ و تصرف مین نہین آیا۔

فتح بی بی نے جو تمنا کی تھی وہ پوری ہوئی اور ہمیشہ پوری ہوتی ہوگی۔ وہ لاولد مرین لیکن اونہون نے فتحگڈھ اور فتح نشان دو ایسی یادگارین چھوڑین جو اب تک قائم ہین اور خدا نے چاہا تو رہتی دنیا تک قائم رہین گی۔ ہر صاحب نظر سیاح جو مواقع تعمیر عمارات کا مذاقِ سلیم رکھتا ہوگا ناممکن ہے کہ قلعہ اور شہر کے موقع کو دیکھ کر فتح بی بی کی اصابتِ رائے کی داد دیے بغیر رہ سکے۔ شہر[1] ایک چھوٹی سی پہاڑ پر آباد ہے شہر کا منظر قدرتی طور پر خوشنما ہے اور اس خوشنمائی مین تالابُ نے غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے جس کی مثال ہندوستان کے شہرون مین بہت ہی کم ملے گی۔

ان کا سنہ رحلت معلوم نہین ہو سکا لیکن یہ یقینی امر ہے کہ انہون نے اپنے نامور خاوند کی زندگی مین سنہ ۱۱۴۲ ہجری کے بعد اور سنہ ۱۱۵۳ ہجری سے پہلے وفات پائی۔

---

[1] یہ شہر اقلیم دوم صوبہ مالوہ ملک ہند مین خطِ استوا سے ایک سو گیارہ درجہ طولاً اور تئیس درجہ عرضاً ایک چھوٹی سے پہاڑ پر آباد ہے۔ کہتے ہین کہ راجہ بھوج والی دہار انگری نے جو اب شہر پران دہار مشہور ہے دو پہاڑون کے درمیان جو ایک دوسرے سے قریب تر واقع ہین پتھرون سے ایک بلند و مستحکم پشتہ باندھ کر تالاب تیار کیا۔ اس پشتہ پر قلعہ بنا کر بھوج پال اوس کا نام رکھا۔ بھوج کا جیم کثرت استعمال سے ساقط ہوگیا اور بھوج پال بھوپال رہ گیا بعدہ رانی سال ملی زوجہ راجہ اودیات نے قلعہ کے قریب ایک بڑا مندر بنام سبھا منڈل بنایا جس کی تعمیر سمت ۱۲۰۰ مین شروع کی تھی اور سمت ۱۲۳۴ کا تک بدی تیج روز دوشنبہ کو تمام ہوئی یہ تاریخ بنا و اختتام اوس مندر پر لکھی ہوئی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ رانی و راجہ نے پانچسو برہمن مقرر کئے تھے کہ وہ عبادت و ریاضت کیا کرین۔ اور طلباء کو چار وید۔ چھہ شاستر اٹھارہ پران اور علم نجوم وغیرہ بزبان سنسکرت پڑھائین انقلاب زمانہ سے مدت دراز کے بعد سبھا منڈل ویران ہوگیا اور بھوپال کی آبادی ایک چھوٹے گاون کے برابر رہ گئی۔

ماجی ممولا

یہ نواب یار محمد خان کی بیگم تھین، ان کی نسبت دو روایتین ہین
پہلی روایت یہ ہے کہ وہ کسی برہمن کی لڑکی تھین جو کسی جنگ مین گرفتار ہو کر آئی تھین
دوسری روایت یہ ہے کہ وہ راجہ کوٹہ کی لڑکی تھین جو خراج کے ساتھ ڈولے مین
آئی تھین۔ بہرحال وہ نہایت ذہین وعقیل وفیاض بیگم تھین ان کو حکومت کے نظم و
نسق مین پورا دخل تھا اور شوہر کے انتقال کے بعد بھی اون کے دو جانشینون کے
عہد حکومت تک رہا بلکہ جب تک وہ زندہ رہین با اثر رہین ان کے بطن سے کوئی اولاد
نہ تھی۔ اُنھون نے نواب فیض محمد خان کو جو نواب یار محمد خان کی دوسری بیگم کے بطن
سے تھے، پرورش کیا تھا، باپ نے اون آخری لمحون مین جب کہ زندگی سے
مایوسی ہو چکی تھی اُن کو اپنے سامنے مسند پر بٹھا کر نذرین پیش کرا دی تھین۔ اور اس آخری
ساعت مین ممولا بی بی کو آیندہ انتظاماتِ ریاست کے متعلق بہت سی نصیحتین کی تھین کیونکہ نواب
فیض محمد خان بالکل ہی نوعمر تھے ہر طرف مرہٹون کا زور تھا اور بھوپال اون کا مطمحِ نظر تھا
ادھر سلطان محمد خان برادر یار محمد خان، جو دعویدار ریاست تھے اور جنھون نے
یار محمد خان سے شکست کھائی تھی زندہ تھے۔ ان کے طرفدارون کا بھی
با اثر حلقہ تھا اس لئے خانہ جنگی کا قوی اندیشہ تھا نواب یار محمد خان کی انتقال
کے بعد نواب فیض محمد خان مسندِ حکومت پر متمکن ہوے سلطان محمد خان نے بغاوت کی۔
مرہٹون سے بھی مقابلہ کی نوبت پیش آئی لیکن ممولا بی بی کا مشورہ ہمیشہ کامیابیون کی
کلید اور خطرات کی مدافعت کا ذریعہ بنا رہا۔ ممولا بی بی نے ہر چند کوشش کی کہ سلطان محمد خان
اور نواب فیض محمد خان مین جنگ نہ ہو لیکن اس کوشش مین انہین ناکامی ہوئی۔

؎ دوم فرمان روائے بھوپال سنہ ۱۱۵۳ ہجری سے سنہ ۱۱۹۷ ہجری تک حکومت کی ۱۲

نواب فیض محمد خان نے عالمگیر ثانی کے خواجہ سرا سے جو رائسین کا قلعہ دار تھا ایک معمولی جنگ کے بعد قلعہ رائسین لے لیا تھا مگر جب شاہ عالم تخت نشین ہوا تو ممولا بی بی نے ازراہِ دور اندیشی ایک سفیر خاص کے ذریعے سے سند قلعہ کی عرضداشت پیش کرائی جو منظور ہوئی۔

پیشوا[1] کو نواب یار محمد خان کے زمانہ میں افواج بھوپال سے شکست حاصل ہوئی تھی اسلئے جذبۂ انتقام اوس کے دل میں موج زن تھا۔ واصل محمد خان پسر سردار دوست محمد خان بھی اس کی فوج میں شامل اور بھوپال سے لڑائی کے لئے آمادہ تھے اوس کو بھی یہ موقع غنیمت معلوم ہوا۔ فوج کشی کی۔ اور دریائے نربدا پر قیام کیا ایک سفیر کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ "یا ملک حوالہ کیا جائے یا اعلان جنگ قبول کیا جائے"۔ یہ سفیر ممولا بی بی کے حضور میں پیش ہوا اوس وقت بھوپال میں تاب مقابلہ نہ تھی ممولا بی بی نے مصلحت وقت کو پیش نظر رکھ کر سفیر سے نہایت نرم گفتگو کی اور دیوان ریاست کو حکم دیا کہ پیشوا سے ملاقات کرے۔ نواب فیض محمد خان کو احتیاطاً ملنے سے روکا۔ اس سفارت کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک حصۂ ملک بغیر جنگ و جدل پیشوا کو تفویض کر دیا گیا۔ اگر اس وقت معرکۂ جنگ برپا ہوتا تو کل ملک بھوپال کو نہایت سخت خطرہ تھا۔

سنہ ۱۱۹۲ ہجری میں نواب فیض محمد خان کا انتقال ہوا۔ یہ لاولد تھے ان کی جانشینی کے لئے سخت اختلاف ہوا۔ ایک طرف نواب فیض محمد خان کی بیگم صاحبہ بی بی عرف بہو بیگم کی خواہش تھی کہ مختار ریاست میں رہوں اور دربار کا سلام حسب قاعدہ نواب صاحب کی قبر پر ہوا کرے ان کی تائید میں ایک مسلح فوج بھی تھی دوسری جانب نواب حیات محمد خان بھی دعویدار ریاست تھے ان کے علاوہ اور بھی چند اعزائے ریاست فساد پر آمادہ تھے۔ ممولا بی بی نواب حیات محمد خان کی طرفدار تھیں۔ ان کی بیدار مغزی، حب الوطنی اور فراست و حوصلہ کا نقش ہر شخص کے دل پر تھا۔ اس لئے انہیں کی رائے غالب رہی اور نواب حیات محمد خان انتخاب کئے گئے۔ اس طرح افق بھوپال سے

[1] تفصیل آگے آئے گی ۱۲

خانہ جنگی کا ابر بغیر برسے دور ہوگیا۔ نواب حیات محمد خان کی سند نشینی کی رسم ممولا بی بی کے حکم سے نواب فیض محمد خان کے مقبرہ پر ادا ہوئی (ان کا مقبرہ اوسی جگہہ بنایا گیا تھا جہان اون کی سند بچھی رہتی تھی)

اس طرح ممولا بی بی نے ہمیشہ اپنی رائے صائب سے بھوپال کو خطرات جنگ و جدل سے محفوظ رکھا اور وہ مشورے دیے اور وہ کام کیے جن مین بھوپال کی بہبودی مرکوز تھی

اس بیدار مغزی کے ساتھ ہی ساتھ اون مین زہد و اتقا اور دینداری بھی بدرجۂ کمال تھی وہ اگرچہ نومسلم تھین لیکن نور اسلام نے ان کے دل کو منور کر دیا تھا اون کی بنائی ہوئی عمارتون مین تین مسجدین اور ایک باؤلی ہے جن مین دو مسجدین لب تالاب ہین۔ یہ مسجدین آباد ہین اور سخت سے سخت ہنگامون اور معرکون کے زمانون مین بھی جو بھوپال مین پیش آئے ان مین کبھی اذان بند نہین ہوئی۔ ایک مسجد اور باؤلی اسلام نگر کے رستہ مین ہے

ان کی نسبت مشہور ہے کہ یہ ولیۂ کاملہ گذری ہین۔ ۱۶۰ اے خاندان کے ساتھ ان کا سلوک اس وقت تک مشہور ہے۔ وہ ہر بیوہ کی کفیل اور ہر یتیم بچے کی مددگار تھین۔ وہ اپنے خاص آدمیون کے ذریعہ سے مخفی طور پر غریبون کی حالت دریافت کرتی رہتی تھین یہان تک کہ اُنھون نے کبھی رات کو اوس وقت تک کھانا نہین کھایا جب تک اس امر کا اطمینان نہین ہوگیا کہ آج بھوپال مین کوئی بھوکا نہین سویا۔ بھوپال سے باہر بھی کئی کوس تک اس امر کی جستجو رہتی تھی کہ کوئی گرسنہ تو نہین۔ اس کے علاوہ ہمیشہ صدقات و خیرات کا دروازہ کھلا رہتا تھا۔ وہ پردہ کی نہایت سخت پابند تھین اور ہمیشہ اپنے ساتھ بہو بیگم کو رکھتی تھین۔

وہ محض اپنی نیکی کے باعث ماجی (والدہ صاحبہ) کے عزیز لقب سے ہر خاص و عام مین مشہور تھین اور آج تک اسی نام سے یاد کی جاتی ہین۔

اوس زمانہ مین ایک بزرگ سید محمد غوث ابن سید سلیمان گیلانی

حضرت شاہ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور وہ نواب
حیات محمد خان فیض محمد خان اور نواب یار محمد خان کے مرشد تھے
دربار شاہی میں بھی اون کا بہت اثر تھا، ان بزرگ نے ممولا بی بی کو قدسیہ کا خطاب
عطا کیا تھا۔ اور اس کے متعلق جو خط نواب حیات محمد خان کو بھیجا تھا
اوس میں تحریر کیا تھا کہ :-

"این امر مخفی نیست کہ ماجی صاحبہ در دودمانِ آن فروغ دیدۂ اقبال بزرگ
وسرپرست اند و در ذاتِ پاک با کمال اوصفاتِ قدسیہ و انوارِ ملکوتیہ موجود۔
چنانکہ از خیر و خیرات و پابندیِ صوم و صلوٰۃ اوظاہر است کہ اگر در اربعۂ ثانی گوئید
عجب نیست پس بر اسم ماجی صاحبہ لفظِ قدسیہ ایراد کردم۔ آن عزیز القدر
در محروسہ اعلام کنند و اطلاعِ این خطاب از جانب نقیر حقیر در بارگاہِ حضرت ظل سبحانی
دہند"

اسی خط کی بنا پر بتاریخ ۔ صفر ۱۱۹۴ھ بارگاہ شاہ عالم ثانی سے خطاب مذکور کی توثیق ہوئی۔
اون کے متعلق ایک خاص روایت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئیں اور مہینوں
سخت بخار میں مبتلا رہیں۔ زندگی سے یاس اور نبضیں ساقط ہو چکی تھیں، دم شماری ہو رہی تھی
سامانِ کفن مہیا ہو گیا تھا اوس زمانہ میں ایک درویش شاہ علی نامی بھی تھے مخلوق انکی
بے انتہا معتقد تھی کسی نے اون سے جا کر عرض کیا کہ "ماجی صاحبہ کی ساعتِ آخرین
ہے اور قریب ہے کہ اون کی روح پرواز کرے"

شاہ علی نے کہا کہ "نہیں لاکھ مر جائیں لاکھوں کا پالنے والا سدا جئے، ہم اپنی عمر کے
دس برس ماجی کو دین گے" اس کے بعد خادموں کو حکم دیا کہ ہمارے لئے کفن لاؤ، جب
تمام سامان کفن آگیا تو اپنے حجرے میں غسل کر کے کفن پہنا تھوڑی دیر کے بعد حجرہ کھولا گیا
تو ادھر شاہ صاحب کی روح پرواز کر چکی تھی اور ادھر ماجی صاحبہ کو صحت شروع ہو گئی۔

ان کا بھی سنہ وفات نہین معلوم لیکن ۸۰ سال کی عمر مین اور غالباً ۱۲۰۱ھ ہجری اور ۱۲۰۵ھ ہجری کے مابین انتقال ہوا۔

ان کی نسبت **سرجان مالکم**، جو وسط ہند مین ۱۸۱۹ء مین پولٹیکل افسر مقرر ہوکر آئے تھے اپنی کتاب "ممائرس آف سنٹرل انڈیا" مین تحریر کرتے ہین کہ:۔

"اس عالی دماغ رئیسہ کی تاریخ حیرت انگیز ہے۔ اس نے اسّی سال کی عمر مین وفات پائی اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک بھوپال کی گورنمنٹ اپنا اثر قائم رکھا حالانکہ اُسے پورا اختیار نہ تھا۔ اس رئیسہ کا نام ممولا تھا۔ یہ شمالی ہند سے آئی تھی اسکے پیدائشی واقعات بہت تاریک ہین کیونکہ وہ اپنی جاے پیدائش اور والدین کے نام سے قطعی ناواقف تھی گو اوسکی شادی باقاعدہ نواب **یار محمد خان** سے نہ ہوئی تھی (صرف نکاح ہوا تھا) لیکن وہ اس گھرانے کی خاص بیگم تھی اوس کی کوئی اولاد نہ تھی مگر یار محمد خان کی اور بچون کو وہ مثل اپنی اولاد کے تصور کرتی تھی۔ تمام بچے بھی ماجی صاحبہ کہتے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کس وقعت سے رہتی تھی اوس کا طرزِ عمل جو بڑی آزمائش کے موقعون پر ظہور پذیر ہوا ظاہر کرتا ہے کہ وہ جیسی رحم دل تھی ویسی ہی منصف مزاج تھی۔ وہ لوگون مین ممیز و محبوب تھی بھوپال کے تمام ہندو اور مسلمان ابھی تک اُسکو یاد کرتے ہین۔ یہ امر طمانیت بخش ہے کہ اوس کا زمانہ حیات ایک ایسا نمونہ تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم اور ابتری کے زمانہ مین بھی نیکی اور راستبازی کو احساس اور جوش کے ساتھ مع اون اعلیٰ اوصاف کے وہ قائم رکھ سکی جو انسانی فطرت کے بہترین جوہر ہین یہ جوہر اون اوصاف حمیدہ کے بغیر صرف خطابات اور اعلیٰ رتبہ سے

لہ سرجان مالکم نے بڑی کوشش اور محنت سے وسط ہند کی تاریخ لکھی ہے جو بڑی مستند مانی جاتی ہے ۱۲

ہمیشہ کے لئے حاصل نہین ہو سکتے ہین۔

اسی بیان کو کسی قدر تغیر الفاظ وغیرہ کے ساتھ میجر ولیم ہاگ[1] نے نواب فیض محمد خان اور نواب حیات محمد خان کے تذکرہ مین لکھا ہے کہ :-

"واقعات مذکورہ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد ایک خانہ جنگی ہوئی اور فولاد خان قلعہ بھوپال کے فتح کرنے کی کوشش مین مارا گیا اس قلعہ مین یار محمد خان کی بیوہ بیوی بیتی تھی جس نے فولاد خان کی ظالمانہ اور سخت کارروائیون سے ناراض ہوکر اسکے اختیارات سے انکار کیا اور چھوٹے خان کی قوت کو بڑھانا چاہا۔ اس لئے چھوٹے خان کو تعلیم دلوائی تھی کہ وہ اعلیٰ مرتبہ کو پہونچکر فرائض کو سمجھ سکے۔ بس بیگم کی تاریخ جو ۸۰ سال کی عمر دراز تک زندہ رہی اور جس نے نصف صدی تک حکمرانی نہ کی تو کم سے کم اون پر اپنا اثر ڈالتی رہی بغیر معمولی طور پر دلچسپ ہے اسکی خود کوئی اولاد نہ تھی لیکن یار محمد خان کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھتی تھی سب لوگ اسکو "ماجی صاحبہ" یا "ماں صاحبہ" کا خطاب دے رکھا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس کی کس قدر عزت کی جاتی تھی۔ نہایت نازک موقعون پر جو اس کا برتاؤ رہا اوس کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ آیا وہ طبیعت کی نیک یا ذہانت کی تیز تھی۔ سب اوسکی محبت اور عزت کرتے تھے بھوپال کے باشندے کیا ہندو اور کیا مسلمان اب تک اوسکی یاد کرتے ہین۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ اوس نے اپنی زندگی مین خطرہ اور مصیبت کے موقع پر بھی نیکی اور صداقت کو جوش اور دانشمندی کے ساتھ قائم رکھا اور وہ فضیلت حاصل کی جو نغیر ان خوبیون کے خطاب اور اعلیٰ مرتبہ پالنے سے بھی حاصل نہین ہو سکتی۔

یہ عورت چھوٹے خان کے انتخاب پر جس نے ہمیشہ غریبون کا ساتھ دیا اور امن امان قائم رکھنے مین کوشان رہا قابل مبارک باد ہے۔"

---

[1] بنگال احاطہ کی فوج کے افسر تھے۔ اُنہون نے ذاتی تحقیق اور اوس زمانہ کے سرکاری کاغذات وغیرہ سے امداد لیکر ایک تاریخ لکھی ہے ۱۲

صالحہ بیگم

واصل محمد خان خلف سردار دوست محمد خان کی اکلوتی بیٹی تھین۔ واصل محمد خان نے نواب یار محمد خان سے ناراض ہوکر لشکر پیشوا مین ملازمت کرلی۔ جب نواب یار محمد خان کا انتقال ہوگیا تو اُنھون نے پیشوا کے سامنے اپنے دعاوی پیش کئے اور اس کو بھوپال پر فوج کشی کے لئے آمادہ کیا پیشوا نے چونکہ سابق مین کئی شکستین پائی تھین اور یہ سمجھ کر کہ فیض محمد خان ایک ناتجربکار نوجوان ہین اس وقت بھوپال پر فتح پانا آسان ہے۔ لشکرکشی کی۔ اور نواب فیض محمد خان سے واصل محمد خان کے حصہ کا مطالبہ کیا چونکہ اوس وقت بھوپال مین مقابلہ کی طاقت نہ تھی لہذا چند محالات واصل محمد خان کے مطالبات مین دیدیئے مگر جن پر بعد مین پیشوا نے بدعہدی کر کے خود قبضہ کرلیا اور واصل محمد خان کو اپنے لشکر سے جدا کر دیا۔

اس کے بعد واصل محمد خان نے نہایت مایوسی، عسرت، اور تکلیفات مین بسر کی، اور برہان پور مین انتقال کیا۔

جب ماجی ممولا کو یہ اطلاع پہونچی تو اون کے دل مین ہمدردی کے جذبات موجزن ہوے اور اُنھون نے مفتی ریاست (عالم شاہ) اور ایک فوجی افسر (کیسری سنگھ) کو عزت بیگم بیوہٗ واصل محمد خان اور صالحہ بیگم کو جو اوس وقت آٹھ سال کی تھین لانے کے لئے بھیجا لیکن۔ عزت بیگم نے بھوپال آتے ہوے راستہ مین انتقال کیا اور یہ یتیم و لیسیر بچی ماجی صاحبہ کی آغوش شفقت مین پہونچی اُنھون نے نہایت مہربانی اور سچی خداترسی سے پرورش کیا اور بعد مین نواب فیض محمد خان سے

شادی کر دی۔

ماجی ممولا کو ان کے ساتھ بہت محبت تھی بہو بیگم کا خطاب دیا۔ شوہر کے انتقال کے بعد وہ خود حکومت ریاست کی دعویدار تھین اور یہان تک تیار تھین کہ اگر ضرورت ہو تو فوجی مقابلہ بھی کیا جاے۔ ماجی ممولا کی مصلحت اندیشی اور فہمائش سے یہ ریاست سے دست بردار ہو گئین لیکن چند دنون تک احکام اور پروانون پر صاد اور بعض امین کا ہوتا رہا۔ اور جملہ امور ریاست مین دخیل رہین مشہور ہے کہ ان کے مزاج مین سختی تھی۔

نواب حیات محمد خان نے اپنے غلام چھوٹے خان کو جو نومسلم تھا اور برہمن کا لڑکا تھا اپنا دیوان ریاست مقرر کر دیا تھا۔ یہ نہایت منتظم جفاکش اور دلیر تھا۔ لیکن صالحہ بی بی اس سے ناخوش رہتی تھین **شریف محمد خان** سے جو بانی ریاست کے پوتے تھے انہون نے کہا کہ "نواب نے اپنے غلام کو مالک کر دیا ہے اور سب عزیز و اقارب کو اوس کا تابع بنایا ہے تم کو غیرت نہین آتی کہ اس کے آگے سر جھکاتے ہو اگر مین مرد ہوتی تو اس غلام سے سمجھ لیتی" شریف محمد خان نے کہا "ہم کیا کرین نواب مالک ہین جسکو چاہین سرفراز کرین" بیگم نے کہا "میرے پاس روپیہ بہت ہے اگر تم کو حوصلہ ہو تو کچھ کرو" شریف محمد خان ان کی باتون مین آگئے اور پوشیدہ اپنے بھائیون کو متفق کر کے فوج جمع کی مگر جب روپیہ دینے کا وقت آیا تو بیگم نے ایک پیسہ بھی نہین دیا۔

لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ بہو بیگم نے روپیہ کا وعدہ ہی نہین کیا تھا۔ بلکہ ایک دوسری بی بی فیضی نامی نے روپیہ کا وعدہ کیا تھا اور انہون نے ہی شریف محمد خان کو سخت اشتعال دلایا تھا۔ بہو بیگم نے خود فیضی سے سخت تقاضے کئے۔ لیکن وہ ناکام رہین۔ اس کے بعد کچھ نہین معلوم ہو سکا کہ انہون نے کب اور کس سنہ مین انتقال کیا۔ تاہم یہ یقینی ہے کہ اون کا انتقال ۱۲۰۹ھ کے بعد ہوا انہون نے اپنے شوہر کا مقبرہ نہایت مضبوط اور دو منزلہ بنوایا ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے۔

عصمت بیگم

یہ نواب حیات محمد خان کی بیگم تھین۔ بہت حسینہ وجمیلہ صاحب الرائے اور بیدار مغز خاتون تھین ۔ نواب صاحب اور اون کی مثال بالکل نورجہان اور جہانگیر کی تھی۔ حکومت کا کل اختیار ان کے ہاتھ مین تھا اور سیاہ وسپید کی تقریباً یہی مالک تھین۔ چھوٹے خان دیوان ریاست کے لڑکے امیر خان نامی نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد دیوان ریاست ہو کر جب اپنی طبیعتی اور ناقابلیت کا اظہار کیا تو عصمت بیگم اوس سے بہت ناراض ہو گئین اور انھون نے نواب غوث محمد خان کو جو نواب کے بیٹے اور ولی عہد ریاست تھے غیرت دلائی اور سمجھایا کہ تم نے کیون انتظام ریاست سے دست کشی کر لی ہی تم کو مرہٹون اور پینڈہیا کے حملون کا بھی خوف نہین رہا ہے۔ انھون نے نواب کو بھی پیغام دیا کہ تم ولیعہد کو ریاست سپرد کر دو۔ غرض عصمت بیگم کی ناراضی سے امیر محمد خان معزول کر دیا گیا۔ معزولی کے بعد اس نے کچھ مقابلہ کیا اور رات کے وقت قلعہ سے فرار ہو گیا۔ ناگپور پہونچ کر مہاراجہ ناگپور کو بھوپال پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا اور اس کی تحریک پر افواج ناگپور نے قلعہ ہوشنگ آباد کا محاصرہ کیا جس وقت محاصرہ کی اطلاع عصمت بیگم کو پہونچی تو انھون نے فوراً امداد کے لئے بھوپال سے فوج روانہ کی مگر قلعہ سر ہو چکا تھا عصمت بیگم کو اس سے بہت صدمہ ہوا لیکن اوس وقت مجبور تھین۔

انھون نے بذریعہ منادی عام رعایا کو اطلاع کرا دی کہ جس شخص پر دیوان یا کسی اور نے ظلم کیا ہو وہ حاضر ہو اوس کا انصاف کیا جاے گا۔

درِ دولت پر روزانہ دادخواہون کا اژدحام تھا وہ بذات خاص انصاف مین مصروف رہتی تھین۔ اسی طرح ملک محروسہ مین بھی رعایا کو احکام کے ذریعہ سے اطلاع دی۔ تھوڑے ہی عرصہ مین انہون نے اپنے عدل و داد سے اون تمام مظالم کی تلافی کر دی جو اس سے قبل دیوان ریاست کے ہاتھون سے ہوے تھے۔ تقریباً سوا پہر پسِ پردہ دربار کیا کرتی تھین اور عدل و داد مین مصروف رہتی تھین۔ جو دادخواہ اون کے سامنے حاضر ہوتا اور استغاثہ پیش کرتا بذات خاص اوس کا فیصلہ کرتی تھین اور کسی دوسرے شخص کے سپرد نہ کرتین۔ وہ اپنے ان اوصاف کی بدولت نہایت ہردلعزیز ہوگئی تھین اور ہر شخص ماہی صاحبہ کی طرح اون کا ادب و احترام کرتا تھا وہ امن و داد اور آبادیِ ملک کی طرف سے تو مطمئن ہوگئی تھین۔ لیکن ہوشنگ آباد کا ہمیشہ صدمہ رہتا تھا، اور ہر وقت اوس پر قبضہ پانے کی لو لگی رہتی تھی، یہ بھی خیال تھا کہ کسی قابل اعتماد اور لائق شخص کو دیوان ریاست کیا جاے چنانچہ اُنھون نے مرید محمد خان کو جو اس خاندان کا رکن اور سلطان محمد خان کا پوتا تھا دیوانی کے لئے بلایا۔

اس تقرر کے وقت اون کا خیال وزیر محمد خان کی جانب بھی رجوع ہوا تھا لیکن مرید محمد خان کا ہی انتخاب ہوا۔ یہ اندیشہ بھی پیدا ہوا تھا کہ مبادا وہ کینۂ قدیم جو سلطان محمد خان اور یار محمد خان مین تھا اوس کو آمادۂ بغاوت نہ کردے۔ لیکن عصمت بیگم نے اپنی سادہ دلی سے سمجھا کہ اب وہ باتین فراموش ہوگئی ہونگی۔ غرض مرید محمد خان کی طلبی مین پروانہ بھیجا گیا اوس نے کچھ شرطین کین جو منظور ہوئین اسکے بعد وہ حاضر ہوا۔ اور عصمت بیگم کے سامنے وفاداری کا حلف اُٹھایا۔ اور اقرار کیا کہ مثل بیٹون کے اطاعت کرون گا۔ اس اقرار و قسم سے عصمت بیگم کو زیادہ اطمینان ہوگیا اور اوسکو خلعت نیابت عطا کیا۔

مرید محمد خان نے ابتداءً چند روز تک نہایت قابلیت اور عمدگی سے انتظام ریاست کیا۔ پھر اوس کے دماغ مین فاسد خیالات پیدا ہوے مختلف حیلون سے عام جبر و تعدی شروع کی فوج کی تنخواہ روک کر اوس مین بھی بد دلی اور بے چینی پیدا کردی۔ ایک دن عصمت بیگم کے حضور مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ مین ناگپور سے لڑنا چاہتا ہون مجھکو مدد خرچ دیا جاے۔ دیوان گلاب راے نے مدد خرچ کی درخواست پر اعتراض کیا گفتگو مین تیزی ہوئی، اسی اثنا مین مرید محمد خان نے شجاعت علی نامی کو جو اس کے ہمراہ تھا اشارہ کیا اوس نے تلوار نکال کر عصمت بیگم پر حملہ کیا جو زینہ کے متصل ایک حجرہ مین بیٹھی تھین، اُنھون نے متوحش ہو کر اوپر جانا چاہا لیکن قاتل نے دامن پکڑ کر کھینچ لیا اور تلوار گلے پر پھیر دی۔ اب تو محل مین شور قیامت برپا ہوگیا۔ کئی آدمی اوسوقت مارے گئے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مرید محمد خان نے روپیہ کا مطالبہ کیا تو عصمت بیگم نے ذرا تلخی سے گفتگو کی کیونکہ اون کو اس کے جبر و تعدی اور تغیر حالات کی اطلاعین مل رہی تھین۔ وہ جواب مین تو کچھ نہ کہہ سکا لیکن چین بہ جبین ہو کر اُٹھ آیا اور اپنے دوستون سے اون کے قتل کا مشورہ کیا اس مشورہ کی اطلاع عصمت بیگم کو بھی ہوگئی اونھون نے اپنی سادہ مزاجی سے ایسے جرم کے ارتکاب کا یقین نہین کیا اور مخبر سے کہا کہ یہ بھنگیڑون کی باتین ہین، کیونکر ممکن ہے کہ جو شخص کلام مجید اُٹھاے وہ پھر اس قسم کی دغا کرے۔ مخبر نے جب اس شخص کا نام بتا دیا جو قتل پر مامور کیا گیا تھا تو وہ کچھ پریشان ہوئین اور مخبر کو ہدایت کی کہ اس راز کو اور کسی پر ظاہر نہ کیا جاے اور حکم دیا کہ صبح کو تم لوگ مع وزیر محمد خان کے طلب کئے جاؤ گے۔ اسکے بعد دوسرے دن جب وہ حسب دستور درباری کمرہ مین آئین تو اونھون نے دیوان کو موجود نہ پایا۔ صرف ایک شخص کرم محمد خان نامی موجود تھا تو اون کو گمان ہوا کہ رات کی اطلاع غلط تھی۔

دوسری طرف وزیر محمد خان اور مخبر کو بلوانے کا خیال نہ رہا۔ کرم محمد خان نے گفتگو
گستاخی کے ساتھ شروع کیا۔ اس پر عصمت بیگم نے تیور پہچانے اور اُٹھ جانا چاہا لیکن
اوس نے فوراً حملہ کیا اور ایک ہی وار مین سر کو جدا کر دیا۔ سنہ شہادت ۱۲۱۱ھ تھا۔ ادھر
مرید محمد خان نے تمام انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ نواب غوث محمد خان اور دوسرے
اعزائے ریاست کو بھی قلعہ مین نظر بند کر لیا تھا، اوس نے قاتلون کو ایک پوری جمعیت
کے ساتھ فوراً فرار کر دیا۔ جسوقت یہ خبر محل سے باہر نکلی تو ایک عام ہیجان پیدا ہو گیا۔ فوج نے
ارادہ کیا کہ مرید محمد خان کو فوراً قتل کر دیا جاے لیکن نواب نے اس خیال سے کہ مبادا
ولیعہد اور دوسرے اعزا قلعہ مین مار ڈالین اوس ہیجان کو روکا۔ تجہیز و تکفین کا انتظام ہوا
اور شب کو تالاب کے کنارے ماجی صاحبہ کی مسجد کے صحن مین لال املی کے نیچے دفن کی گئین۔

یہ بیگم بڑی دیندار، سپہ پرور اور عادلہ تھین، اولیاے کرام پر نہایت
عقیدہ تھا، اور ہر بزرگ و ولی کی فاتحہ کراتی تھین اور بڑے دھوم سے گیارھوین
کرتی تھین، محرم مین مجلسین، اور ربیع الاول مین مولود کیا کرتی تھین رمضان المبارک
مین رات کے وقت غربا کے کھانے کا انتظام کرتی تھین۔

اس قاتل دیوان نے ریاست سے بغاوت کی، دشمنانِ ریاست سے
سازش کر کے بھوپال پر حملہ کرایا۔ کچھ مقبوضات بھی نکلوا دیئے لیکن اوس
کام کا انجام یہ ہوا کہ وہ خود اون لوگون کے ہاتھون مین جن کو سازش کر کے
بلایا گیا تھا قید ہوا، قید کی سختیان جھیلین اور الماس کھا کر جان دی دو دن
تک لاش دفن نہ ہو سکی اور جب سڑ گئی اوس وقت دفن ہوئی +

زینت بیگم

نواب غوث محمد خان کی بیگم اور خاندان فیروزی خیل مین سے تھین انکے
جدِ اعلیٰ نواب دلیر خان بانیِ ریاست کوروائی[1] کے معتبرین مین سے تھے اپنے آقا کی
رفاقت مین بڑے بڑے خون ریز معرکون مین دادِ شجاعت دی بالآخر ایک جانبازانہ
مقابلہ مین زخمی ہو کر جان بحق تسلیم ہوسے ، ان کے باپ وزیر شاہ خان نواب
فیض محمد خان کے زمانہ مین بھوپال کی فوج مین داخل ہوسے ۔

زینت بیگم اوس وقت شیر خوار تھین اور مان کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا تھا
ہنوز عالمِ طفولیت ہی تھا کہ وزیر شاہ خان سیہور کے ایک معرکہ مین زخمی ہو کر شہید ہو گئے
اور یہ مان کی آغوشِ محبت کی طرح باپ کے دستِ شفقت سے بھی محروم ہو گئین اب
ان کی بیکسی ولاوارثی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جو ایک لڑکی کی زندگی کا سب سے زیادہ
المناک دور ہے لیکن حیات محمد خان نے جو اس زمانہ مین مسند آراے ریاست تھے
ان کے ساتھ خسروانہ لطف و کرم کا اظہار کیا اور پرورش و تربیت کے لئے اپنی
بیوی عصمت بیگم کے سپرد کیا۔ خداوند کریم نے اس دُرِ یتیم مین حُسنِ صورت اور
حسنِ سیرت دونون کو مجتمع کر دیا تھا عصمت بیگم مادرانہ شفقت کا برتاو کرتی تھین اور
حد درجہ چاہتی تھین۔ صالحہ بیگم (بیوۂ نواب فیض محمد خان) نے جو ان دنون دربار پر
بڑا اقتدار رکھتی تھین جب ان کو دیکھا تو اپنے پاس رکھنے کی خواہش کی عصمت بیگم
بے انتہا ملول ہوئین۔ نواب حیات محمد خان کو بھی ناگوار گزرا اگر انکار نہ کر سکے
اور بادلِ ناخواستہ زینت بیگم کو صالحہ بیگم کے یہان بھیجدیا۔ مگر یہان زینت بیگم کو

[1] بھوپال ایجنسی مین ایک افغان ریاست ہے۔

اس ناز و نعم اور شفقت و محبت کے بدلے سخت تکلیف اوٹھائی بڑی عصمت بیگم کو
جب یہ حال معلوم ہوا تو بیچین ہوگئین۔ باجی ممولا کو واقعات کی اطلاع کی اور اصرار کیا کہ جسطرح
بنے زینت بیگم کو واپس بلوا دیا جائے زینت بیگم کے حالات سنکر باجی ممولا صالحہ بیگم کے یہان گئیں اور
زینت بیگم کو اپنے ساتھ لاکر عصمت بیگم کے یہان پہنچا گئین اب زینت بیگم اور بھی ناز و نعمت
کے ساتھ پرورش پانے لگین اور روز بروز شرافت نسب کی وہ خوبیان ظاہر ہوئین جنکے
جوہر کو اعلیٰ تربیت نے اور بھی چمکا دیا تھا عصمت بیگم نے نواب یار محمد خان کو مشورہ دیا کہ
اس درِ یتیم کا عقد نواب **غوث محمد خان** سے کیا جائے جو ان دونوں کے نور نظر تھے
چنانچہ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۰۹ھ ہجری کو بغیر شان و شوکت کے نہایت سادہ طور پر عقد ہوگیا۔
اور وہ اُس محل مین جہان ایک شریف یتیم کی حیثیت سے داخل ہوئی تھین اپنی خوبی
اور اخلاق کی بدولت اوس مرتبہ اعلیٰ پر فائز ہوئین جس نے اون کی اصلی صفات
کو اور بھی نمایان کر دیا عصمت بیگم کی شہادت[1] کے وقت ان کے استقلال نے بڑا
کام دیا۔ یہ محل کے کوشک مین تھین اور بیرونی حصہ مین یہ حادثہ رونما تھا لیکن محل سے
باہر کسی کو اس واقعہ کی اطلاع نہ تھی۔ خادم اور خادمات بالکل ہوش باختہ اور سراسیمہ
تھے۔ اس حالت مین زینت بیگم کوٹھے پر چڑھین اور سپاہیون کو آواز دے کر مدد
کے لئے طلب کیا۔ مدد فوراً پہونچی۔ اور کچھ کشت و خون کے بعد قاتل محل سے فرار
ہوے۔ اب محل کے تمام انتظامات کی ذمہ داری زینت بیگم پر تھی جس کو وہ حسن و
خوبی کے ساتھ پورا کرتی تھین۔ یہ صالحہ بیگم کی وفات کے بعد اپنی نیکی کے باعث
خطابِ قدسیہ کی بھی مستحق ثابت ہوئین اور ۱۲۱۹ھ ہجری مین نواب حیات محمد خان
نے ان کو یہ خطاب عطا کیا۔ اور "بہوجی قدسیہ" کے لقب سے ملقب ہوئین۔ پھر نواب
حیات محمد خان کے انتقال کے بعد چونکہ بزرگ خاندان تھین "باجی قدسیہ" کے نام سے
مشہور ہوگئین سنہ ۱۸۱۳ء مین جب ناگپور اور گوالیار کی متحدہ فوجون سے بھوپال محصور تھا

---

[1] اوراقِ ماسبق مین یہ واقعہ مذکور ہے۔

اور اہلِ بھوپال کی وطن پرستی ہمت وبہادری اور استقلال وعزم کا سخت ترین امتحان ہورہا تھا، زینت بیگم نے اس ہوش ربا زمانہ مین اون شریفانہ جذبات کا اظہار کیا جس کی مثال اس انسانیت، ہمدردی، اور مساوات کے ترقی یافتہ زمانہ مین بھی مشکل سے ملیگی، ایسی حالت مین جب محصورین کے لئے غلہ قریب قریب نایاب تھا جانورون کی کھالون اور درختون کی پتیون کو اوبال اوبال کر کھاتے تھے زینت بیگم کو جو غلہ میسر آتا تھا اوسکی روٹی پکوا کر تقسیم کردیتی تھین ایک مرتبہ ان کو اطلاع ملی کہ ایک محافظ دستہ جو پیٹ سے پتھر باندھ کر اپنے فرائض ادا کررہا ہے تو اوسی وقت جسقدر آٹا فراہم ہوسکا فراہم کرکے روٹیان پکوائین اور خود برقع پہنکر لے گئین اور اس محافظ دستہ پر تقسیم کین۔

اسی زمانہ کا تذکرہ ہے کہ ایک دن محل مین کہاری دیر کرکے آئی، جب وجہ تاخیر دریافت کی تو اُس نے اشکبار ہوکر کہا کل سے بچے بھوکے ہین مین صبح سے گئی تھی کہ املی یا امرود کے پتے ملجائین تو انہین اوبال کر کھلادون مگر وہ بھی نہین ملے" زینت بیگم نے حکم دیا کہ "کوٹھہ سے غلہ دیا جاے" داروغہ نے عرض کیا کہ "آج ایک دانہ بھی نہین ہے جسقدر غلہ تھا کل رات کو اوس کی روٹیان تقسیم ہوچکین" اونہون نے اپنی نور نظر گوہر بیگم (نواب قدسیہ بیگم) کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا "اس نے ضرور روٹیان رکھی ہونگی" گوہر بیگم نے عرض کیا کہ ہان چھوٹے بھائی (فوجدار محمد خان) کے لئے دو روٹیان رکھہ لی تھین، زینت بیگم نے کسی قدر تلخ اور تیز لہجہ مین کہا کہ کہاری کو روٹیان لاکر دیدو" گوہر بیگم نے چپکے سے ایک روٹی لاکر دیدی۔ زینت بیگم کو کچھ خیال گزرا اور ڈانٹ کر کہاری سے پوچھا "تجھے کیا دیا" اوس نے وہی ایک روٹی دکھادی آپ بہت خفا ہوئین اور ایک طمانچہ بیٹی کے مارا اور حکم دیا کہ "دوسری روٹی

بھی دیدی جاے" اور اُس دن تمام دن فوجدار محمد خان جن کی عمر چار پانچ برس کی تھی گرسنہ رہے۔ اس روایت کو نواب قدسیہ بیگم ہمیشہ بڑے فخر کیساتھ بیان کیا کرتی تھین۔

نواب معز محمد خان زینت بیگم کے بڑے بیٹے تھے اور اس محاصرہ مین ایک محافظ دستہ کے کمانڈر بھی تھے لیکن ان کو بھی دن دن بھر مین دو روٹیون سے زیادہ نہین دیتی تھین بلکہ بعض مرتبہ ان کا حصہ بھی دوسرے دن کو دیدیا جاتا تھا اور یہ فاقہ سے رہ جاتے تھے خود تین چار فاقے کرتین اور جب وہ کھاتین تو سدرمق سے زیادہ نہ ہوتا۔

پیر دروازہ کی حفاظت نواب معز محمد خان کے متعلق تھی، ایک دن محاصر فوج نے بڑا سخت حملہ کیا اور سارا زور اسی دروازہ اور اس کے قریب کے دروازہ (امامی) پر تھا، نواب معز محمد خان اپنے محل کے شاہ برج پر مدافعت مین مصروف تھے کہ ایک گولی برج کے کنگرے پر سے اچٹ کر ان کے رخسارے پر لگی جس سے ایک ڈاڑھ ٹوٹ گئی وہ بیہوش ہوکر گر گئے، زینت بیگم فوراً دوپٹہ چہرہ پر ڈال کر برج پر پہونچین وہان دیکھا کہ تمام سپاہی پریشان ہین اور ادھر ادھر بھاگ رہے ہین فوراً توپچی کو فیر کرنے کی تاکید کی اور خود اس کی مدد کے لئے بارود کی تھیلی اٹھا کر دی اور سپاہیون کو ڈانٹا اور مقابلہ اور مدافعت پر آمادہ کیا نواب معز محمد خان کو زخم کی بندش کے لئے محل مین بھیجا اور پوری کمانڈ اپنے ہاتھ مین لے لی اور کامل دو گھنٹہ تک فیر کراتی رہین۔ جب نواب معز محمد خان زخم کی بندش کر کے برج پر آگئے تو یہ محل مین واپس تشریف لائین۔

خداوند کریم ذوالمنن نیکی صداقت خاص طور پر ودیعت کی تھی انکی ذاتی جاگیر

کی آمدنی بائیس ہزار روپیہ سالانہ کے قریب تھی جو تمام عمر بار خرچ ہوتی تھی، زیب و زینت کا مطلق خیال نہ تھا، گزی گاڑھا پہنتی تھین، دسترخوان بہت وسیع تھا، ساٹھ ستر عورتین دونون وقت دسترخوان پر ہوتی تہین، امیر و غریب کا درجہ مساوی تھا، اور سب کے لئے یکسان کھانا چُنا تھا۔ دو دو تین تین گھنٹہ صبح شام دسترخوان بچھا رہتا تھا، اور جب کھانے سے فارغ ہو جاتے تو زینت بیگم دسترخوان سے اٹھتی تھین، رفاہِ عام کے کامون کا بہت خیال تھا، بھوپال اور اسلام نگر کی راہ مین چار کنوئین بنوائے اور ایک سرائے تعمیر کی جس مین ان کی زندگی بھر ہر صادر و وارد کو کھانا ملتا رہتا تھا، اگرچہ سابق بیگمات کی طرح امورِ ریاست مین دخیل نہ تھین لیکن شوہر کے علاقہ ذات خاص کا جسکی آمدنی دو لاکھ روپیہ سالانہ سے زائد تھی یہی منتظم تھین۔

اس فرشتہ خصال خاتون کا ۲۱-ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ ہجری مین انتقال ہوا۔ اور اپنی وصیت کے مطابق اپنے باغ مین جس کا نام ماجی کی باؤلی ہے مدفون ہوئین ان کی اولاد مین دو بیٹے نواب معز محمد خان و فوجدار محمد خان اور ایک بیٹی نواب گوہر بیگم (قدسیہ بیگم) تھین۔ نواب گوہر بیگم اکثر ان کا ذکر کرتے ہوے کہا کرتی تہین کہ "میری ماں صورت کی پری اور سیرت کی حور تھین اور اب وہ بہشت مین حورون پر بادشاہت کر رہی ہین"۔

موتی بیگم

نواب یار محمد خان کی دختر تھین اور نواب وزیر محمد خان کے چچا مجید محمد خان سے جو ریاست کے ایک رکن تھے ان کی شادی ہوئی تھی لیکن بیوہ ہوگئی تھین اور قلعہ اسلام نگر مین سکونت کرتی تھین، نہایت دلیر اور باحوصلہ بیگم تھین عصمت بیگم کے واقعۂ شہادت کے چند مہینوں بعد ۱۲۱۱ ہجری مین مرید محمد خان نے جب ریاست کے خلاف سازش کی اور بالا راؤ سیندھیا کو بھوپال کے محاصرہ کی ترغیب دیکر قلعہ کے قریب بلالیا تو اوس نے یہ شرط کی کہ اگر تم مجھ کو پہلے کسی قلعہ پر قبضہ کرادو تو مین مدد کرون گا۔ مرید محمد خان نے قلعہ اسلام نگر کا وعدہ کیا اور فوج کے ساتھ اوسکے محاصرہ کے لئے روانہ ہوگیا۔

قادر خان قلعدار نے موتی بیگم کو اس حملہ کی اطلاع دی تو انھون نے فوراً حکم دیا کہ مقابلہ کیا جائے۔ توپین سر ہونا شروع ہوئین اور اس قدر سختی کے ساتھ مقابلہ ہوا کہ اُسی دن بالا راؤ اور مرید محمد خان نے شکست کھائی۔

سر جان مالکم اپنی کتاب ممائرس آف سنٹرل انڈیا مین لکھتے ہین کہ:-

"مرید محمد خان نے اپنے معاونین کو اسلام نگر کا قلعہ دیدیا لیکن جو کچھ دزیر نے خوف سے دیا تھا اُسے ایک افغان بیوہ مسمی موتی بی بی نے بچا لیا تھا۔ مرہٹون نے جس وقت دروازہ بند کرکے فیر کرنا شروع کئے تو اوس نے

لہ شمار و سلسلۂ واقعات کے لحاظ سے موتی بیگم کا تذکرہ زینت بیگم سے پہلے آنا چاہئے تھا لیکن چونکہ فتح بی بی سے زینت بیگم تک خاندان کی بہوئین اور موتی بیگم سے علیا حضرت سرکار عالیہ تک خاندان کی بیٹیاں ہین اس لئے زینت بیگم کا تذکرہ مقدم اور موتی بیگم کا موخر رکھا ہے تاکہ یہ سلسلہ قائم رہے۔

کہا میں نہیں جانتی کہ کس کے حکم سے مرید محمد خاں نے بھوپال کا قلعہ دیدیا تھا۔ میں ہرگز اپنے قیام کی جگہہ کسی اجنبی شخص کو قدم رکھنے کی اجازت نہ دوں گی معلوم ہوتا ہے کہ اس عالی دماغ عورت کے خیال پر تمام بھوپال کی فوج جھک پڑی کیونکہ تمام مرہٹہ فوج مجبور ہوکر واپس گئی"۔

میجر ولیم ہیوگ نے اس واقعہ کو یوں لکھا ہے کہ :-

"سینیا کا علم بھوپال اور قلعہ فتح گڑھ پر لہرا رہا تھا اور اس دیوان نے مرہٹوں سے اسلام نگر کا قلعہ دیدینے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس وعدہ کو ایک بیوہ افغان عورت نے جس کا نام موتی بی بی تھا پورا نہ ہونے دیا جب مرہٹے داخل ہو رہے تھے اوس نے دروازہ بند کردینے اور توپوں کے منہ کھولدینے کا حکم دیا اور کہنے لگی کہ مرید محمد خاں نے کس کے حکم سے قلعہ کی حفاظت ترک کی اور جہاں وہ رہتی ہے وہاں کسی غیر کو داخل نہ ہونے دیگی۔ قلعہ کی فوج نے اس شریف عورت کے ارادہ کی پوری تائید کی اور مرہٹے واپس ہونے پر مجبور ہوئے"۔

افسوس ہے کہ موتی بیگم کے اور حالات زندگی معلوم نہ ہوسکے حتے کہ ان کا سنہ وفات بھی معلوم نہوا۔

نواب گوہر بیگم صاحبہ قدسیہ

یہ بیگم نواب غوث محمد خان بہادر کی لڑکی تھیں ان کی ولادت ۹ رجب ۱۲۱۶ھ = ۱۷۹۹ء کو ہوئی اور ۱۵ برس کی عمر میں نواب نظر محمد خان بہادر کے ساتھ شادی ہوئی تھی۔

ان کے تعلیمی حالات کا ریاست کے کاغذات میں کوئی تذکرہ نہیں لیکن اوسی زمانہ کے ایک مورخ کی قابل وثوق شہادت ملی ہے کہ اون کی اچھی خاصی تعلیم تھی۔ میجر ہیوگ جو افواج بنگال کے افسر تھے اپنی کتاب تاریخ بھوپال میں جو جنوری ۱۸۳۶ء میں ختم ہوئی اور جس کو انھوں نے نہایت تحقیق سے مرتب کیا ہے اس میں وہ نواب قدسیہ بیگم کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ :-

"بیگم کی عمر اس وقت ۱۸ یا ۱۹ سال کی ہو گی لیکن ان کی تعلیم نہایت باقاعدہ ہوئی تھی اور استعداد اعلیٰ درجہ پایا تھا کہ تھوڑے عرصہ میں ریاست کے کام سنبھالنے اور تمام امور کو خود انجام دینے کے قابل ہو گئیں۔"

شادی سے ۱۹ ماہ بعد ان سے ایک صاحبزادی (نواب سکندر بیگم) تولد ہوئیں۔ اور دو برس ۹ مہینے بعد ۱۷ سال کی عمر میں اون کو صدمۂ بیوگی برداشت کرنا پڑا۔ یہ اپنے خاوند کی وصیت و ارکین ریاست کی رائے کے مطابق مختار ریاست قرار دی گئیں اور تمام مقدمات مالی و ملکی میں ان کا حکم واجب العمل قرار دیا گیا۔ نواب نظر محمد خان کی یہ وصیت تھی کہ :-

"میری بیٹی سن شعور کو پہونچین تو اون کی شادی ہمارے اقربا مین سے جو اونکا ہمسر ہو کردی جاے اور اون کا شوہر نواب بھوپال کہلاے۔"

اس لحاظ سے میجر ہینلے پولیٹکل ایجنٹ کے زور دینے پر نواب سکندر بیگم کی نسبت اون کے ابن عم منیر محمد خان سے کی گئی جن کی عمر اوسوقت تیرہ چودہ سال کی تھی۔ خاندانی تعلقات کی پیچیدگیون اور حکمرانی کی خواہش نے منیر محمد خان اور اون کے باپ کو اس امر پر آمادہ کیا کہ ریاست پر خود مختارانہ قبضہ حاصل کرین اور ان ہی وجوہ سے باعث خانہ جنگیان ہوئین اور بلدہ بھوپال مین فصیل کے اندر کشت و خون ہوا اور گولہ باری کی نوبت پہنچی حتی کہ چار پانچ دن تک برابر شدید جنگ جاری رہی۔ نواب قدسیہ بیگم کی فوج فتحیاب اور منیر محمد خان کو ہزیمت ہوئی۔ منیر محمد خان گرفتار کر لئے گئے اور اون سے نسبت فسخ کر دیگئی اور بعد چند روز کے منیر محمد خان کے چھوٹے بھائی نواب جہانگیر محمد خان سے نسبت قرار پائی آیندہ کے لئے عہود او رمواثیق ہو گئے اور یہ طے پاگیا کہ اون کو انیس یا بیس سال کی عمر مین اختیارات دیے جائین گے۔ نواب جہانگیر محمد خان اور نواب سکندر بیگم کی تعلیم کا انتظام کیا لیکن بمقابلہ نواب جہانگیر محمد خان کے نواب سکندر بیگم تعلیم کی طرف زیادہ متوجہہ رہتی تھین۔ اون کا باقاعدہ دربار ہوتا تھا اور وہ ریاست کے خاص خاص کاغذات پر دستخط بھی کیا کرتی تھین۔ چند سال کے بعد نواب جہانگیر محمد خان کے دل مین بھی خود مختارانہ حکومت کا خیال پیدا ہوا اور اُنہون نے کوشش کی کہ جس طرح ممکن ہو اختیارات ریاست حاصل کر لئے جائین اور بالآخر خانہ جنگی کی نوبت پہونچی۔ ایجنسی۔ رزیڈنسی۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کو دست اندازی کرنی پڑی۔ اوس زمانہ کے پولیٹکل ایجنٹ مسٹر ولکنسن نواب جہانگیر محمد خان کے طرفدار تھے اور نواب قدسیہ بیگم کے ساتھ اون کا برتاؤ غیر ہمدردانہ تھا۔ اس زمانہ مین نواب جہانگیر محمد خان کی عمر ١٦ سال کی تھی۔

چونکہ حکومت ریاست کا حصول نواب سکندر بیگم کی شادی پر منحصر تھا اس لئے

شادی کی بھی عجلت تھی اور عجلت میں اس قدر اصرار تھا کہ جس نے انتہائی ضد کی صورت اختیار کر لی تھی پولیٹکل ایجنٹ خود بھوپال میں مقیم تھے اور انہوں نے ایک دن صاف صاف لکھدیا کہ :۔

"آج نکاح کر دیجئے اور شادی کی رسمیں بعد کو ہوتی رہیں گی' اور جب تک نقارہ شادی کی صدا میں اپنے کانوں سے نہ سن لوں گا سیہور نہیں جاوں گا یہیں قیام رکھوں گا۔"

پولیٹکل ایجنٹ کی ایسی تحریر کے موصول ہونے کے بعد جو ریاستوں میں تاج برطانیہ کے ساتھ بغاوت یا قطع تعلقات کا صریح طور پر ایک قسم کا اعلان سمجھا جاتا ہے کیونکر ممکن تھا کہ فوراً شادی نہ ہو جاتی چنانچہ اسی دن انتظام ہوا اور ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۰ھ کو شادی ہو گئی۔ عقد سے قبل نواب جہانگیر محمد خان نے اطاعت و وفاداری کا اقرار نامہ بھی لکھا تھا اور مصالحت بھی ہو گئی تھی۔ لیکن چند ہی دن کے بعد دونوں بیگمات کے قتل کی سازشیں شروع ہو گئیں اور اگر عین وقت پر ان سازشوں کا انکشاف نہ ہو جاتا تو ان کے کامیاب ہونے میں کوئی کسر نہ رہی تھی فوراً ان کا انسداد کر دیا گیا اور ان دونوں کی جانیں سلامت بچ گئیں۔ غرض ایک عرصہ تک ایسے ہی فسادوں اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ قائم رہا اور ایک مرتبہ تو سنہ ۱۲۵۳ھ میں بمقام آشٹہ باقاعدہ جنگ کی نوبت پہونچی جس وقت نواب جہانگیر محمد خان کی ہزیمت کا وقت قریب تھا پولیٹکل ایجنٹ نے دست اندازی کی اور انجام کار نواب جہانگیر محمد خان کو اختیارات ریاست تفویض کئے گئے اور نواب قدسیہ بیگم کے لئے چار لاکھ روپیہ کی جاگیر ریاست سے علیحدہ کر لی گئی۔

یہ واقعات اگرچہ سرتاپا جنگ وجدل سے مملو ہیں تاہم بہت دلچسپ ہیں، اور ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نازک سے نازک اوقات میں بھی ایک عورت کی خود داری اور فراست و ذہانت کیسی کیسی عجیب صورتوں میں

نمایاں اور جلوہ گر ہوتی ہے۔

اگر ایجنسی رزیڈنسی اور گورنمنٹ آف انڈیا کی بار بار مداخلت نہ ہوتی اور نواب قدسیہ بیگم کے ساتھ پولیٹکل ایجنٹ کا ذرا بھی ہمدردانہ رویہ ہوتا اور اون کو قطع تعلقات کی دہمکیاں نہ دی جاتیں تو نواب قدسیہ بیگم خاطر خواہ کامیابی حاصل کرتیں اور ان تمام فسادات ونزاعات کا سدِ باب کر دیتیں۔

ان واقعات جنگ وجدل میں نواب قدسیہ بیگم کے سپاہیانہ استقلال اور فطری وموروثی دلیری کو بھی بہت بڑا دخل رہا ہے۔ جبکہ آشٹہ کے مقام پر فوج روانہ ہونے والی تھی تو ان کے ایک مخالف کا (نواب اسد علی خان رئیس باسودہ جو جہانگیر محمد خان کے طرفدار اور ساتھیوں میں تھے) بیان ہے کہ بیگم صاحبہ بالکل تیار ہوگئی تھیں کہ اپنی فوج کی خود کمانڈ کریں۔ راجہ صاحب (خوشوقت رائے دیوان ریاست) نے بڑی مشکل سے اس ارادہ سے باز رکھا، اس واقعہ کے ساتھ ان واقعات کو ملاکر پڑھنا چاہیئے کہ باوجودیکہ نواب جہانگیر محمد خان خود میدان جنگ میں اپنی فوج کو لڑا رہے تھے مگر نواب قدسیہ بیگم کی طرف سے راجہ خوشوقت رائے کو یہی تاکید تھی کہ نواب جہانگیر محمد خان کو کوئی گزند نہ پہونچنے پائے اور جب اس سے پہلے منیر محمد خان نے بلدہ میں بغاوت کی تھی اور وہ رسد کے نہ ملنے سے عاجز ہو گئے تھے تو محصورین نے غلہ اور پانی کے لئے عاجزی کے ساتھ استدعا کی تھی تو نواب قدسیہ بیگم نے خود دشمنوں کے لئے رسد کا انتظام کیا تھا۔ اور جب محصورین نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تو صرف اون کو یہی سزا دی کہ وہ خارج البلد کئے گئے۔ نواب منیر محمد خان جب ایک شکست خوردہ دشمن کی طرح سامنے حاضر ہوئے تو اون کو صرف شہر سے خارج کیا اور کوئی دوسری سزا نہیں دی۔

ایک حصۂ فوج جس نے اسلام نگر پر چڑہائی کی تھی ترحم کی درخواست لیکر حاضر ہوا

تو نہ صرف اُس پر رحم کیا گیا بلکہ اوس کو وہ تنخواہ بھی عطا کی گئی جو نواب منیر محمد خان کے ذمہ واجب الادا تھی۔

درحقیقت نواب قدسیہ بیگم جس طرح عورتوں کے جذباتِ دلیری اور استقلال کی مظہر کاملہ تھین۔ اُسیطرح عفو کرم اور فیاضانہ ترحم کا بھی ایک پیکر تھین۔ ان کی ماں زینت بیگم کے انتقال کے بعد ان کے والد نواب غوث محمد خان نے قدسیہ کا مقدس خطاب ان کو عطا کیا تھا کیونکہ خاندان مین سب سے بزرگ اور تمام اون اعلیٰ صفات سے جو اس خطاب کا مستحق بناتی ہین متصف تھین۔

تفویضِ ریاست کے بعد بھی نواب قدسیہ بیگم کو راحت حاصل نہ ہوئی۔ اب جنگ وجدل کا تو کوئی موقع نہ رہا تھا لیکن سازشوں کا بازار خوب گرم تھا۔ نواب قدسیہ بیگم اس فیصلہ کو صریح ناانصافی سمجھتی تھین اور انہون نے ایک مرتبہ پھر اس کے خلاف کوشش کی ان تمام واقعات مین نواب سکندر بیگم اپنی ماں کے شریک تھین بلکہ درحاصل یہ واقعات انھین کے استحقاق کو مضبوط اور قائم رکھنے کے لئے رونما ہوئے تھے۔

بہرحال یہ کوشش بھی ناکام رہی اور پھر انہون نے تقسیم ریاست کی کوشش کی لیکن ریاست بھوپال کی خوش قسمتی تھی کہ یہ کوشش غیر مشکور ہوئی اور بہت اچھا ہوا کیونکہ ایک ریاست کو دو حصون مین تقسیم کرنا کسی طرح قرین مصلحت نہ تھا۔ نواب قدسیہ بیگم نے غالباً یہ درخواست انتہائی مایوسی کے بعد کی ہوگی، اون کی دلی خواہش اور تمنا یہی تھی کہ نواب سکندر بیگم تختِ حکومت پر متمکن ہون اور یہ خواہش اون کی یقیناً حق بجانب تھی اور اسی بناپر اُنہون نے ابتدا سے ان تمام تکلیف دہ واقعات مین اپنی زندگی کو ڈال کر ہلاکت انگیز خطرات کا مقابلہ کیا تھا۔ حتیٰ کہ اون کو بھوپال کی سکونت بھی ترک کرنی پڑی تھی اور اسلام نگر مین قیام کرنے پر مجبور ہوئی تھین۔

نواب جہانگیر محمد خان صرف چھ سال مسند آرائے ریاست رہے۔

اور جب اون کا انتقال ہوا تو کچھ عرصہ کے بعد نواب سکندر بیگم کے ہاتھون مین بھوپال کی قسمت سپرد ہوئی اور اس طرح نواب قدسیہ بیگم کی وہ آرزو جس پر ستائیس سال کا مایوسی انگیز زمانہ گذرا تھا پوری ہوئی اُنھون نے غدر کا زمانہ بھی دیکھا اور اپنی جاگیر کی فوج سے گورنمنٹ کو مدد دی تھی۔ جبلپور۔ الہ آباد۔ کے مشہور دربارون مین جو غدر کے بعد منعقد ہوے تھے خود نواب سکندر بیگم کے ساتھ شریک ہوئین۔ اور جبلپور مین ان کو خلعت بھی ملا تھا۔ اُنھون نے حج بھی کیا اور چار ماہ تک اون کا قیام مکہ معظمہ مین رہا تھا۔ راستہ کی بدامنی کے باعث مدینۂ طیبہ نہ جاسکین جس کا آخر زندگی تک اون کو قلق تھا۔ ایک مرتبہ قصد بھی کیا لیکن ضعیف العمری اور اضمحلال قویٰ کے باعث وہ تکالیفِ سفر کی متحمل نہ ہوسکین۔

وہ جب تک مختار ریاست رہین ریاست کی حالت بہت اچھی اور ترقی پر تھی اونھون نے فیاضانہ طریقہ پر خیرخواہ اور مستحق اشخاص کو جاگیرین مرحمت فرمائین اون کے حسنِ انتظام کے متعلق میجر ہیوگ لکھتے ہین کہ :-

"بیگم نے آرزو کے ساتھ دربار مین کام شروع کردیا تھا۔ خوشوقت رائے کو عارضی وزیر بنایا گیا اور نواب کے ہاتھ سے اُنھین خلعت تلوار اور "راجہ بہادر" کا خطاب ملا بیگم کے متعلق مشہور ہے کہ قرض سے اُنھین نفرت تھی وہ نہین چاہتی تھین کہ ادائگی مین جواہرات دینا پڑین وہ ذاتی ایثار کیا کرتی تھین اپنی فوج اور دوستون پر فیاض تھین اور ایسے ملازمون کے لئے جو بدایمانی یا ظلم کو روا رکھین نہایت سخت منصف تھین ایسے افسرون کے انتخاب مین جن کے ہاتھ مین انصاف یا مال کے محکمے ہوتے بڑی احتیاط سے کام لیتین اور بلاشبہ اپنے صحیح انتخاب کی وجہ سے ان کو اور ان کے مقاصد کو کامیابی نصیب ہوئی"

تفویض ریاست کے بعد اپنی جاگیر کا انتظام بھی ایسی ہی اچھی طرح کیا لیکن ان تمام انتظامات مین بمقابلہ سیاست کے ترحم اور فیاضی کو زیادہ دخل تھا تمام انتظامات اور دفاتر باقاعدہ تھے اور اون کو حدودِ جاگیر مین پورے عدالتی اختیارات حاصل تھے -

جاگیر کی کل آمدنی مین سے وہ اپنی ذات پر صرف ایک موضع کی آمدنی صرف کرتی تھین جسکو اون کے جہیز کے وقت اون کے والد نواب غوث محمد خان بہادر نے دیا تھا - باقی آمدنی اعزا و غربا اور ملازمانِ جاگیر پر صرف ہوتی تھی، خیر و خیرات کا اس مین بہت بڑا حصہ تھا اور ایسا مستقل صرفہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ سالانہ سے زیادہ تھا یہ خیر خیرات اس مستقل مدہ سے بہت زیادہ متجاوز ہو جاتی تھی - ان کے مطبخ کا صرفہ جس قدر تھا اُس مین بھی بڑا حصہ غربا ہی کے لئے تھا - ملازمون مین بھی بہت بڑا حصہ ایسا تھا جو بلا ضرورت تھا اور محض پرورش کے لئے نوکر رکھ لئے گئے تھے جیب خاص کے اطراف کا تو ایک جداگانہ ہی خرچ تھا اور یہ روپیہ زیادہ تر مخفی طور پر وہ دیا کرتی تھین اور ان کے محل کا دروازہ ہمیشہ غربا کے لئے کھلا رہتا تھا - وہ اپنے میانہ مین سوار ہو کر یکایک کسی غریب کے گھر پہونچ جاتی تھین اور پھر اوس کو مالامال کر کے واپس آتی تھین - شب کے وقت اکثر دکھیاری بیوائین محل مین آتین اور دکھ درد سے نجات پاکر واپس جاتین کیونکہ یہ ایک وطن دوست اور دیندار بیگم تھین اون کی فیاضی کا تمام تر مرکز اپنا وطن اور حرمین شریفین اور اہل عرب تھے -

حرمین شریفین مین طرح طرح سے ان کی فیاضی ظاہر ہوتی تھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین ان کی رباطین ابھی تک موجود ہین اور ان رباطون مین وہ ہمیشہ نہایت فیاضی سے خرچ کیا کرتی تھین وہان کے خدام اور عہدہ دارون کی تنخواہین مقرر تھین اور غربا کیلئے روزانہ اخراجات بھی معین تھے - جب وہ خود مکہ معظمہ گئین تو ایسی داد و دہش اور فیاضی کی جو آجتک ضرب المثل ہے اور اس فیاضی کی بدولت اون کو راستہ چلنا

اور جاے قیام سے حرم محترم تک جانا بھی دشوار ہوتا تھا اون کا قصد مصمم تھا کہ نہر زبیدہ کی از سرِ نو درستی کرادین لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی۔ ان کی فیاضیون مین بے تعصبی کی خاص شان تھی۔ ہندو مسلمان۔ عیسائی بحیثیت انسان کے سب ان کے سامنے مساوی تھے جہان مسلمانون کے لئے اون کا مطبخ ہمیشہ گرم رہتا تھا اور رمضان ایام مین اون کو کھانا اور افطاری تقسیم ہوتی تھی، وہان ہندؤن کے لئے بھی سدابرت جاری تھا جس مین خام جنس عطا کی جاتی تھی اور اون کو رمضان کے کھانے کا معاوضہ بصورت نقد دیا جاتا تھا اُنھون نے اپنی جاگیر مین جہان اڑتیس ۳۸ ہزار کی جاگیرین مسلمانون کو دی تھین وہان تینتیس ۳۳ ہزار کی جاگیر ہندؤن کی بھی تھی۔ حتٰی کہ ہنود کے پجاریون کی تنخواہین اور اخراجات کے لئے سالانہ مقرر تھے۔ جاگیر کی رعایا کے ساتھ اونکا حسن سلوک مشہور ہے۔ ارضی وسماوی آفات کے موقع پر وہ مالگذاری معاف کردیتی تھین اُن کی تقریبات مین مختلف طریقون سے شرکت کی جاتی تھی ان کے علاقہ مین کئی مستاجر لکھ پتی تھے اور اُن کے دروازون پر ہاتھی جھومتے تھے۔ خوفِ خدا۔ عبادت۔ اور مجاہدۂ نفس کی روایتین مشہور ہین اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس دولت وثروت اور اس مرتبۂ عزت کے ساتھ اولیاے کرام مین بھی ایسی مثالین شاذونادر ہی ملین گی وہ عام طور سے لوگون سے کہا کرتی تھین کہ " بھائیو خوف کرو " محاسبۂ آخرت کے خوف کا یہ عالم تھا کہ پانی خرچ کرتے ہوے بھی حساب سے ڈرتی تھین۔ خوفِ خدا کے الفاظ ان کو تھرّا دینے کے لئے کافی ہوتے تھے۔ عبادت مین فرائض کے علاوہ تہجد۔ اشراق۔ اور چاشت کی نمازین بھی پڑھتی تھین وردو وظائف اور تلاوت روزانہ کرتی تھین سخت سے سخت بیماری کی حالت مین بھی ان معمولات کو قضا نہین کیا۔ ان کے بھتیجے میان یار محمد خان مرحوم نے جو ان کی بیماری کے زمانہ مین ان کے روزانہ حالات کی رپورٹ لکھا کرتے تھے ایک رپورٹ مین تحریر کیا ہے کہ:۔

"روز عشرہ کو سرکار قدسیہ دام دولتہا مکان مین نماز اشراق سے فارغ ہو کر بارادہ
اُٹھنے کے اُٹھی تھین بباعث کمزوری گر پڑین کولے اور بازو مین چوٹ آگئی"

محل مین ایک حجرہ تھا جس مین سنگریزون پر اکثر عبادت کیا کرتی تہین باین ہمہ وہ ایک نہایت زندہ دل خاتون تھین نغمہ و سرود سے بھی دلچسپی تھی اور خود بھی گانا جانتی تھین - ابتداً وہ پردہ مین رہتی تھین لیکن مختار ریاست ہونے کے بعد جو حالات پیدا ہو گئے تھے اون کے لحاظ سے ۲۴ سال کی عمر مین اپنے اعزا و ارکین ریاست سے مشورہ لیکر پردہ ترک کر دیا تھا۔ ۱۸۷۶ء مین ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریہ نے ان کو کراؤن آف انڈیا کا خطاب مرحمت کیا اور اپنی نیکی کے باعث وہ اپنے خاندانی خطاب قدسیہ کی بھی وارث ہوئین خطاب قدسیہ بجائے خود ان کا نام ہو گیا - یہان تک کہ بجائے گوہر بیگم کے وہ قدسیہ بیگم کے نام سے مشہور ہین - ۲۴ محرم ۱۲۹۹ھ = ۱۷ دسمبر ۱۸۸۱ء ساڑھے سات بجے رات کو اس عالم فانی سے رحلت فرمائی - ان کا مزار اپنے شوہر کے باغ مین ہے گنبد اگرچہ سنگین ہے لیکن ان کی وصیت کے مطابق قبر بالکل کچی ہے اور مخلوق کی زیارت گاہ ہے -

نواب قدسیہ بیگم معمولی تعلیم یافتہ خاتون تہین - اُنہون نے نہ علما و فضلا سے تعلیم حاصل کی تھی اور نہ روشن خیال فلسفیون کے سامنے تہذیب اخلاق کا درس حاصل کیا تھا مگر ان مین ایک انسان کامل کے اوصاف پورے طور پر موجود تھے - یہ دراصل فطرت الٰہی کا عطیہ تھا جسکو خاندانی روایات اور مذہبی تربیت نے مجلا کر دیا تھا - ان کی تعمیر کردہ عمارتون مین وسط شہر مین ایک جامع مسجد ہے - جو نہایت سنگین پختہ اور مضبوط ہے اور سرخ پتھر کے چبوترہ پر تعمیر کی گئی ہے جس مین کھم اور محرابین ہین - اوسکی عمارت نہایت اچھی ہے اور سادہ طور پر بنائی گئی ہے - اس پر ایک زبردست گنبد ہے جسکے گرد دو چھوٹے چھوٹے گنبد ہین - ہر مینار پر مطلا کلس ہین - اسکے سر بفلک کشیدہ مینارے چارون طرف کے مسافرون کو کئی میل سے نظر آتے ہین - اس مسجد مین پانچ لاکھ ۶۰ ہزار پانچسو ایک روپیہ دو آنے ۹ پائی صرف ہوا - ۱۲۴۸ھ مین اس کا آغاز ہوا - ۱۲۷۳ھ مین یہ مکمل ہوئی +

نواب سکندر بیگم

سنہ ۱۲۳۳ھ مین منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئین ہنوز عالم شیر خواری ہی مین تھین کہ نامور باپ نے انتقال کیا۔ اور یتیم ہوگئین۔ اپنی مدبرا و شفیق مان (قدسیہ بیگم) کی آغوش عاطفت مین تربیت اور اوس زمانہ کے مشہور علما اور باکمال اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اور فنونِ سپہگری سیکھے ملکداری کی تربیت و تعلیم اپنی مان کے معتمد وزرا حکیم شہزاد مسیح میان کرم محمد خان اور راجہ خوشوقت رائے کی نگرانی مین حاصل کی۔ ابتدا پردہ مین رہتی تھین لیکن جب مان نے پردہ توڑا تو اون کو بھی ترک پردہ پر مجبور کیا۔

یہ اپنے باپ کی وصیت کی رو سے جو اوس زمانہ کے اقتضائے حالات کی بناپر تھی یا اوس عقیدہ کی بنا پر کہ عورت کا وجود انتظام ملک مین کوئی اثر نہین رکھتا اپنے موروثی حقِ حکومت سے محروم کردی گئی تھین، اور یہ طے ہوا تھا کہ بجائے اون کے اون کا شوہر حکمران ریاست ہو۔

عالمِ شیر خوارگی ہی مین ان کے ابنِ عم نواب منیر محمد خان سے ان کی نسبت کردی گئی تھی جو ایک عرصہ کے بعد فسخ ہوگئی اس انفساخ کے بعد نواب جہانگیر محمد خان سے نسبت قرار پائی اور بالآخر انھین کے ساتھ عقد ہوا۔

عقد کے زمانہ تک نواب سکندر بیگم تعلیم و تربیت حاصل کرچکی تھین ان کی غیر معمولی ذہانت اور خداداد قابلیت کے جوہر نمایان ہونے لگے تھے، ان کو اپنے حق کا احساس تھا اور وہ سمجھتی تھین کہ مین اس مسندِ حکومت کی وارث اور مملکتِ بھوپال کی حقدار ہون وہ اس شرط کو کہ اون کا شوہر حکمران ہو اپنے حق مین انصاف و عدل کے خلاف سمجھتی تھین اون کے دل مین اپنے حقوق حاصل کرنے کے لئے

جذبات کا ایک دریا موجزن تھا - اوران جذبات کو شفیق و مقدس ماں کی تائید سے ہمیشہ قوت پہنچتی رہتی تھی - دراصل حق طلبی انسان کا ایک نہایت شریف جذبہ ہے اور پھر ایسی حالت مین کہ اوس حق سے کسی ملک کی سرسبزی و خوش حالی اور بندگانِ خدا کی قسمتون کا فیصلہ تعلق رکھتا ہو - اسی کے ساتھ نواب سکندر بیگم کو اس امر کا بھی تیقن تھا کہ اس ازدواج اور دست برداریِ حقوق سے اون کی آیندہ زندگی راحت و آسائش مین بسر ہوگی کیونکہ مزاجون کے تباین، خاندانی حالات اور خاندانی پیچیدگیون نے ایک ایسی خلیج حائل کردی تھی جو کسی طریقہ سے عبور نہین کی جاسکتی تھی -

عقد سے پہلے ہی اس قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوے تھے جنہون نے مستقبل کا خطرناک منظر آنکھون کے سامنے پیش کردیا تھا - تاہم ۱۸ - ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۰ھ کو اون کا عقد نواب جہانگیر محمد خان کے ساتھ ہوا اوس کے بعد عقد سے پہلے جو پریشان خواب دیکھے گئے تھے اُن کی تعبیر نکلنے لگی اور جو خطرات ذہن و دماغ مین تھے وہ واقعات کی صورت مین ظہور پذیر ہونے لگے قتل کی سازشین ہوئین ، خانہ جنگیون اور معرکہ آرائیون تک نوبت پہونچی - ایجنسی - رزیڈنسی - اور گورنمنٹ آف انڈیا کو بھی ان معاملات مین زحمت برداشت کرنے اور دخل دینے کی ضرورت پڑی - نواب جہانگیر محمد خان گورنمنٹ کے فیصلہ اور اعانت سے مسند نشین ریاست ہوے - زن و شوہر مین باہمی صلح و صفائی کرادی گئی اور نواب سکندر بیگم کا قیام شوہر کے محل مین رہنے لگا لیکن اب پردہ مین رہنے پر اصرار ہوا وہ بھی منظور کیا گیا -

یہان یہ واقعہ بھی پیش نظر رکھنا چاہئے کہ نواب نظر محمد خان کے انتقال کے بعد جب منیر محمد خان کے ساتھ نسبت ہوئی ہی تو نواب قدسیہ بیگم اس کے خلاف تھین اور خاندان شوہری کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے نہ تھے ، اُنہون نے ارکان ریاست کی راے سے مجبور ہو کر منظوری دی تھی ، یہ بھی ایک بڑی وجہ اس رنج و عداوت کی تھی - ان حالات مین

نواب سکندر بیگم اپنے شوہر کے یہان محل مین رہتی تھین اور وہ صاحب اولاد بننے والی تھین کہ پنجشنبہ دوم ماہ صفر ۱۲۵۴ھ کو نواب جہانگیر محمد خان نے جب کہ وہ حالتِ خواب مین تھین ہاتھ پر تلوار ماری خدا کا فضل شامل حال تھا کہ وار پورا نہ پڑا۔ نواب سکندر بیگم نے نہایت ضبط و استقلال سے کام لیا، اور نواب جہانگیر محمد خان وار کرنے کے بعد ہی محل سے باہر چلے گئے۔ نواب سکندر بیگم اوسی حالت پریشان مین سوار ہوکر اپنی والدہ کے پاس چلی آئین اور مان اور بیٹی دونون نے شہر کی سکونت ترک کرکے قلعہ اسلام نگر مین اقامت اختیار کی ایک ماہ مین غسلِ صحت ہوا ۔ ۶۔ جمادی الاول ۱۲۵۴ھ کو نواب شاہجہان بیگم کی ولادت ہوئی۔ اور پھر نواب جہانگیر محمد خان کے آخری لمحہ تک نواب سکندر بیگم مان ہی کے پاس مقیم رہین۔ یہان تک کہ ۲۸۔ ذی قعدہ ۱۲۶۰ھ کو ۲۶ برس کی عمر مین نواب جہانگیر محمد خان کا انتقال ہوگیا۔ انتقال سے قبل نواب صاحب نے ایک وصیت نامہ کی روسے اپنے لڑکے دستگیر محمد خان کو جو حرم سے تھے اپنا جانشین بنایا تھا لیکن اس وصیت نامہ پر کوئی توجہ نہین کی گئی۔ اور نواب شاہجہان بیگم اون کی وارثِ جائز قرار پائین اون کی جانشینی کے وقت بھی وہی شرط قائم رکھی گئی جو نواب سکندر بیگم کی صدر نشینی کے وقت تھی یعنی ان کے بعد اون کے شوہر کو حکومت تفویض کی جائیگی۔ چونکہ نواب شاہجہان بیگم بالکل بچی تھین اس لئے نواب فوجدار محمد خان جو نواب سکندر بیگم کے مامون اور نواب غوث محمد خان کے لڑکے تھے مختار ریاست کئے گئے اور نواب شاہجہان بیگم کی تربیت و تعلیم نواب سکندر بیگم کے متعلق کی گئی، مختار ریاست ایک ذہین اور تیز فہم آدمی تھے انہون نے عنانِ حکومت ہاتھ مین لیتے ہی کچھ اس قسم کی کارروائیان کین جن سے قدیم ملازمانِ ریاست مین بددلی پیدا ہوگئی اور انتزاعِ ریاست کا بھی خطرہ ہوگیا۔ نواب سکندر بیگم اس فیصلہ پر رضامند نہ ہوئین وہ ریاست کی سلامتی کیلئے خود مختارِ ریاست ہونا چاہتی تھین اور اپنے ان دعاوی کے متعلق نہایت پرزور

براہین و دلائل کو عجب حیرت انگیز طریق کے ساتھ استعمال کرتی تھین اوس زمانہ مین ایک مشہور انگریزی اخبار نے لکھا تھا کہ :-

"نواب سکندر بیگم عوام و خواص کے سامنے اپنے استحقاق کو عقل سلیم کے ساتھ دلیلون اور حجتون سے ثابت کرتی ہین ایسے بہت کم آدمی ہون گے جو اون کی طرح سے خوبیِ دلائل کے ساتھ اپنے دلائل کو ثابت کر سکتے ہین"

نواب سکندر بیگم نے فوجدار محمد خان کی مقابلہ مین ایجنسی سے لیکر گورنر جنرل کے دربار تک صدائے احتجاج بلند کی اور نہ صرف استحقاقِ خاندان و نسل بلکہ بربنائے قابلیت بھی اپنے حقوق ثابت کئے جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ انتظامِ ریاست مین دخیل ہو گئین اور مختار ریاست کے اختیارات کے متعلق ایک دستور العمل قرار دیدیا گیا مگر نواب سکندر بیگم کا احتجاج برابر قائم تھا اور وہ بلا شرکتِ غیر مختار ریاست بننا چاہتی تھین اسی زمانہ مین نواب نظر محمد خان کے بھائی امیر محمد خان نے ریاست سے بغاوت کی سیہور کی سپاہ کنٹنجنٹ اور افواج بھوپال نے کیننگھم صاحب پولیٹکل ایجنٹ کی ماتحتی مین تنبیہ کی اور یہ تنبیہی مہم کامیاب ہوئی۔ اب کیننگھم صاحب کو نواب سکندر بیگم کی قابلیتون کا خاص تجربہ ہو گیا اور اُنھون نے بھی نواب گورنر جنرل کو اون کے مختار ریاست ہونے پر توجہ دلائی۔ انجام کار فوجدار محمد خان سے استعفا لیا گیا۔ اور نواب سکندر بیگم مختار ریاست کی گئین۔ ۱۵ محرم سنہ ۱۲۶۳ھ کو نواب سکندر بیگم مختار ریاست اور نواب شاہجہان بیگم کی مسند نشینی ریاست کی رسمین ادا ہوئین۔ اس پر شعرا نے بڑے بڑے فصیح و بلیغ قصائد پیش کئے۔

اب نواب سکندر بیگم کو اپنی قابلیت، بیدار مغزی اور فرمان روائی کے مخصوص اوصاف کو نمایان کرنے کا موقع ہاتھ آیا، اُنھون نے شب و روز بہ نفس نفیس محنت شاقہ

برداشت کی - انتظام مالی وملکی پر توجہ فرمائی اور سب سے پہلے اوس قرض کے ادا کرنے کی کوشش کی جو نواب جہانگیر محمد خان اور فوجدار محمد خان کے زمانہ مین ریاست پر ہوگیا تھا جس کی مقدار ۲۴ لاکھ کے قریب قریب تھی اور جسپر سود کا بار تھا ملک کے مختلف حصے جو سر سبز و زرخیز تھے مہاجنون کے پاس مکفول تھے اس زمانہ مین ریاست کی آمدنی کل گیارہ لاکھ سالانہ تھی -

تمام ملازمینِ ریاست اور فوج کی حاضری لی - فوج کی جو تنخواہ چڑھی ہوئی تھی وہ بھی رفتہ رفتہ ادا کی اور تمام ملازمین کے مشاہرات ادا کرنے کا انتظام کیا -

فوج کی تربیت اور قواعدِ جنگ کی تعلیم اور توپ خانہ کی درستی و تنظیم کے متعلق خاص توجہ کی پولیس کو باقاعدہ بنایا - زراعت پیشہ رعایا کو سود خوارون کے ہاتھون سے نجات دی شہر کی آراستگی پر توجہ کی اور عالی شان عمارات بنائین - ملک کی جغرافی تقسیم کرکے عہدہ دارون کے مستقر معین کئے نو سال کے عرصہ مین دس مرتبہ ملک کا دورہ کرکے ہر ایک پرگنے کی ہر حالت بچشم خود ملاحظہ کی - تمام ضروری قوانین نافذ فرمائے اور عدالتین قائم کین ملک کی پیمائش کرکے بندوبست کیا اور مالگذاری کے قواعد مقرر کئے ، عام تعلیم کے لئے پرگنون مین اردو ہندی کے مدرسے قائم کئے شہر خاص مین عربی ، فارسی ، انگریزی ، اور دستکاری و صنعتی تعلیم کے مدرسے جاری کئے رفاہ عام کے کامون سے اون کو بہت دلچسپی تھی ، سب سے پہلے اونہون نے ہی ریاست مین مدارس اور شفاخانے جاری کئے اور بیرونِ ریاست بھی امداد دینے کا سلسلہ قائم کیا -

۱۲۷۳ھ (۱۸۵۷ء) مین جب نائرۂ غدر مشتعل ہوا تو اُنہون نے نہایت دلیری اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے ملک کو اوس کے اثرات سے محفوظ رکھا اور انگریزون کو نہایت خلوص اور جوش کے ساتھ پوری مدد دی اوسوقت رزیڈنسی اندر سے چھاؤنی

سیہور تک نواب سکندر بیگم کی مدد اور ریذیڈنٹ اور پولیٹکل ایجنٹ اور دوسرے انگریزوں کے جانون کی محافظ تھی
اس ہنگامہ مین نواب سکندر بیگم کو ہر روز ایک نئی مشکل کا سامنا تھا کبھی کنٹنجنٹ
کی فوج مین بے چینی ہوتی تھی اور کبھی بھوپال کی فوج مین نئے نئے مطالبات کئے جاتے تھے
اور ہر آن طبیعتوں مین ہیجان پیدا ہوتا تھا، غرض اسباب اشتعال یکے بعد دیگرے نہایت
جلد جلد رونما ہوتے تھے مگر نواب سکندر بیگم کی فراست و ذہانت ہمیشہ اون مشکلون کو جسقدر
وہ جلد پیدا ہوتی تھین اوسی قدر جلد دور کردیتی تھی۔ اسی کے ساتھ مختلف مقامات پر
مہمون کا بھیجنا، انگریزی فوجون کے لئے رسد وغیرہ کی فراہمی امن وامان کے انتظام
کا انحصار صرف انہی کی بیدار مغزی پر تھا۔

غدر کے بعد جب سلطنت ہند ملکہ معظمہ وکٹوریا کی امپیریل حکومت سے متعلق
ہوگئی تو نواب سکندر بیگم نے اپنے حقوق وراثت کے لئے پھر جد وجہد کی وہ نواب
نظر محمد خان کی لڑکی تھین اور اونکا حق تھا کہ اپنے باپ کے بعد مسند ریاست پر متمکن
ہون لیکن وہ محروم کردی گئین اونھون نے اور اون کی مان نے اپنے حق کو حاصل
کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا مگر ناکام ہوئین لیکن اس ناکامی نے ان کے
حوصلون اور ہمتون کو پست نہین کیا اور جب اون کے شوہر کا انتقال ہوا تو وہ اگرچہ حقوق
وراثت کو حاصل نہ کرسکین تاہم مختار ریاست ہوکر رہین اب کہ ہندوستان کا براہ راست
ملکۂ معظمہ سے تعلق ہوا تو اون کے عزم وحوصلہ کو اور بھی تقویت ہوئی ایک طرف
اُنھون نے اپنے آپ کو عورت کے قالب مین ملکداری کا بہترین نمونہ بنا کر پیش کیا
پکھ نازک اوقات مین اپنے استقلال کو عورتون کے استقلال کی بہترین مثال بنا کر
دکھلایا۔ اُدھر ملکۂ معظمہ کی ذات شاہانہ خود ایک وجود نسوانی تھی ان حالات مین
نواب سکندر بیگم نے اپنے استحقاق جانشینی کے متعلق پُر زور اور مدلل طریقون سے
بحث کی اور بالآخر وہ کامیاب ہوئین۔ اور ۹ شوال ۱۲۷۶ھ کو فرمانروائے بھوپال

قرار دی گئین اور اس طرح ۳۴ سال کی عمر مین ۲۳ سال مختار ریاست رہنے کے بعد اپنے باپ کی جانشین ہوگئین ۔

اونھون نے اپنی صاحبزادی نواب شاہجہان بیگم کے عقد سے پہلے اس امر کو بھی طے کرلیا تھا کہ نواب شاہجہان بیگم کے شوہر کو اختیاراتِ حکومت تفویض نہون گے بلکہ خود نواب شاہجہان بیگم آزادانہ حکومت کرین گی اور بلا شرط خاندان ریاست جہان مناسب ہوگا شادی کی جاسے گی ۔

یہ دونون مرحلے جو ماضی مین تمام فسادات کا باعث ہوے اور جن سے مستقبل مین بھی بڑا اندیشہ تھا انھون نے نہایت قابل تعریف پولیٹکل قابلیت کے ساتھ طے کئے گویا ان شرائط سے عورت کے وجود کو جسدِ بے روح تسلیم کرنے کا جو صریح اقرار تھا اوس کو بڑی قابلیت کے ساتھ واپس کرایا ۔

اونھون نے اپنی اکلوتی بیٹی کی تقریبین بڑی فیاضی اور اولوالعزمی کے ساتھ انجام دین ۔ جمادی الاول ۱۲۶۶ھ مین نواب شاہجہان بیگم کے نشرہ کی تقریب ہوئی جسکا سلسلہ غرۂ ماہ مذکور سے شروع ہوکر ۱۔ رجب تک جاری رہا ۔ کئی لاکھ روپیہ اس تقریب مین صرف ہوسے ، امراء و شرفاء ملازمین ریاست اور ہزارہا غربا کو زرین خلعت و جواہرات اور بیش قیمت جوڑے عطا کئے گئے ، ہر شب ایک نئے طریقے سے کوچہ و برزن آراستہ کیا جاتا تھا اور آتشبازی چھوڑی جاتی تھی ۔ ان نشرہ دن مین بھوپال مین ہر روز روزِ عید ، اور ہر شب شبِ برات کا عالم تھا ۔

نواب سکندر بیگم نے اگرچہ صرف درسی کتابون کی تعلیم پائی تھی لیکن تدبیرِ مملکت ، معاملہ فہمی اور قیافہ شناسی کے اوصافِ کاملہ کی تربیت غیبی طور پر ہوئی تھی ، وہ نہایت حاضر جواب تھین اور پیچیدہ سا پیچیدہ عقدہ ذرا سے غور مین اون کی تدبیر سے حل ہوجاتا تھا ، وہ فیاض طبع تھین لیکن ایسے اصول کفایت شعاری کے ساتھ جو ایک

چھوٹے سے چھوٹے گھر سے لیکر وسیع سے وسیع ملکون کو سرسبز و شاداب رکھنے کے کفیل ہوتے ہین - ایک طرف اُنھون نے ملک کے ایک ایک مزرعہ کو اپنی آنکھہ سے دیکھا اوس کے لگان اور پیداوار کی حالت تحقیق کی، دوسری طرف اُنھون نے مستحقین کو بڑی بڑی بیش قیمت جاگیرین بھی عطا کین -

وہ غالباً ہندوستان مین پہلی خاتون تھین جنھون نے مجامع عام مین تقریرین کین، اُنھون نے سب سے پہلے جبلپور کے دربار عام مین تقریر کی تھی اور یہ ہندوستان مین ہندوستانیون اور انگریزون کے لئے ایک ہندوستانی خاتون کی تقریر سُننے کا پہلا موقع تھا - یہ تقریر والیسرائے ہند کی اوس تقریر کے جواب مین تھی جو اونھون نے نواب سکندر بیگم کو سند بیرسیہ عطا کرتے وقت اُن کے احسانات زمانۂ غدر کی شکر گذاری مین کی تھی -

غدر کے بعد ان کو جی، سی، ایس، آئی، کا خطاب ملا اور بصلۂ خیرخواہی ایک پورا پرگنہ بیرسیہ عطا ہوا -

عورتون مین صرف ملکہ معظمہ اور نواب سکندر بیگم ہی اوسوقت تک نائٹ بنی تھین جبلپور، الہ آباد، اور آگرہ کے دربارون مین جو والیان ہند نے منعقد کئے تھے شریک ہوئین، ہندوستان کے بڑے بڑے شہرونکی سیر کی اور مشاہیر و فضلا سے ملاقاتین ہوئین، اس سیر و سیاحت کے حالات روزانہ انگریزی اخبارون مین شائع ہوتے رہتے تھے اور دہلی گزٹ مین تو بالالتزام اشاعت ہوتی تھی - ان اخبارات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہہ باضابطہ داخلہ ہوتا تھا مقامی حکام مع مقامی افواج کے استقبال کرتے تھے، ہندوستانی شرفاء اور یوروپین لیڈیز اور جنٹلمین سب کے سب ان کی ملاقات کے متمنی رہتے تھے اور دلچسپ ملاقاتین ہوتی تھین ان کی باتین نہایت ہی ادب اور غور کے ساتھ سُنتے تھے - جہان

انکا کیمپ ہوتا تھا وہاں دُور دُور سے آکر خلائق کا اژدحام ہوجاتا تھا۔

اسی دوران سفر کے حالات مین داخلۂ دہلی کے متعلق دہلی گزٹ نے اپنی اشاعت ۲۵۔جنوری ۱۸۶۳ء مین حسب ذیل کیفیت شائع کی تھی:۔

"دہلی ۲۲۔جنوری - دہلی برائگیڈ مع ہزمجسٹی کی انیسوین فوج کے آج صبح کو فل ڈریس مین ملبوس ہوکر ہر ہائنیس سکندر بیگم آف بھوپال جی سی، ایس، آئی، کی تعظیم کے لئے موجود تھا، برائگیڈیر (جن کے ہمراہ ایک شاندار اسٹاف تھا۔) تقریباً ساڑھے سات بجے صبح پہونچ گئے تھے اور آٹھ بجے صبح کو اونیس ۱۹ توپ سلامی کے سر ہونے سے معلوم ہوا کہ ہر ہائنیس تشریف لے آئین - جب توپون کا دھوان غائب ہوگیا تو حسبِ ذیل کارروائی عمل مین لائی گئی۔

افواج نہایت ہی شاندار طریقے سے روانہ ہوئین اور اُنھون نے اپنے فرائض اس خوبی سے انجام دیے جو نہایت ہی قابل تعریف ہے جب تمام افواج نے خلوص آمیز جذبہ کے ساتھ برٹش انداز سے چیرز دیے، اور عام سلامی کرچکی تو بیگم صاحبہ نے ہودج مین کھڑی ہوکر برائگیڈیر سے اونکے برائگیڈ کی تعریف مین یہ چند الفاظ فرمائے:۔

"آج صبح جو کچھ مین نے دیکھا ہے اور اوس سے میرے دل مین جو معترفانہ خیالات پیدا ہوے اون کے بیان کرنے کے لئے مجھے الفاظ نہین ملتے میری جس قدر خاطر کی گئی ہے مین اوس سے بہت ہی مسرور ہوئی ہون - افواج جسقدر تعریف کی مستحق ہین مین اوس تعریف کو ادا نہین کرسکتی لیکن گذشتہ زمانہ کی تاریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی بڑی بڑی رہنے والی جماعتون کا بھی انگریزی افواج سے مقابلہ نہین ہوسکتا۔"

سنہ ۱۲۸۰ھ مین سعادت حج حاصل کی، اور باوجود راستہ کی سخت مشکلات کے پندرہ سو آدمی ہمراہ لیکر مکہ معظمہ گئین، حج ادا کیا، اور خدا کی نعمتون کا شکر بجالائین۔ جس طرح کہ وہ ہندوستان مین بہ لحاظ اپنے نظم حکومت اور باعتبار وفاداری وخیر خواہی تاج برطانیہ سب سے ممتاز تھین اُسی طرح تمام والیانِ ملک مین حرم محترم مین بھی حاضر ہونے کا شرفِ امتیاز و اوّلیت اُنہین کو حاصل ہوا۔ وہ عقایدِ اسلام مین راسخ و مستحکم اور اعمالِ مذہب مین نہایت مستعد وسرگرم تھین، اون کو اصولِ مذہب سے واقفیت اور فروعی مسائل پر عبور تھا، علما و فضلا کی قدردان تھین اور شعائرِ اسلام کا احترام کرتی تھین اور اتنا احترام کہ جب دھلی تشریف لے گئین تو جامع مسجد جو پانچ سال سے بند تھی اُن کی کوشش سے کھولی گئی، اور خداے واحد وذوالجلال کی پھر تقدیس وعبادت شروع ہوئی، ان کے ہمراہ اوس زمانہ کے جو پولیٹکل ایجنٹ ای۔ آر۔ ہچنسن تھے اس واقعہ کو اپنے دوست کے خط مین اس طرح لکھتے ہین۔

> "۱۸۶۲ء کے دورہ مین جب کہ مین سیہور سے الہ آباد، بنارس، فیض آباد، لکھنؤ، کانپور، دھلی۔ جے پور ہوکر واپس بھوپال ہوا تھا۔ اس زمانہ مین دھلی کی جامع مسجد اس قصور پر مسلمانون کے لئے بند کردی گئی تھی کہ غدر ۱۸۵۷ء مین انہون نے کچھ حصہ لیا تھا، مگر ہر ہائنس نواب سکندر بیگم کی استدعا پر گورنمنٹ آف انڈیا نے نماز پڑھنے کے لئے عام طور پر مسلمانون کو اجازت دیدی تھی، اور ہر ہائنس کو اس مبارک جگہ پر عبادت کرنے کا موقع ملا تھا"

نواب سکندر بیگم ممالک یورپ کے اون سیاحون سے جو ہندوستان آتے تھے نہایت خاطرداری اور عزت سے ملتی تھین۔ چنانچہ ۱۸۶۴ء مین فرانس کا ایک فوجی افسر کپتان روز ولیسٹ بطریق سیاحت ہندوستان آیا تھا۔ اور

اوس نے تقریباً تمام ہندوستان اور کُل دیسی ریاستون کی سیر کی وہان کی حالات کو نہایت وضاحت کے ساتھ لکھا ہے ۔ یہ افسر بھوپال مین بھی کئی مہینے مقیم رہا اور یہان کی تمام درباری اور تمدنی زندگی نیز سوسائٹی کی حالت پر ایک عجیب و غریب تبصرہ کیا ہے ، اس نے متعدد مقامات کی نہایت دلچسپ تصویرین بھی دی ہین جن مین بھوپال کی بھی کئی تصویرین ہین۔ ان تصاویر مین سب سے دلچسپ تصویر اوس دربار کی ہے جس مین نواب سکندر بیگم اس فرانسیسی سیاح کو تمغہ و خطاب عطا کر رہی ہین۔ یہ کتاب فرانسیسی سے انگریزی مین ترجمہ ہوئی اور اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کے متعدد اڈیشن شائع کئے گئے۔ ہم نے اس کے دو اڈیشن دیکھے ہین اور جہان اس مصنف کی وسیع النظری کی داد دینی پڑتی ہے وہین یہ کوتاہ نظری بھی حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے اڈیشن سے یہ یادگار تصویر خارج کر دی گئی ہے۔ شاید ایک مشرقی ملکہ کا کسی یوروپین کو خطاب و تمغہ دینا ایک یوروپین پبلشر یا مترجم یا پرنٹر کی نظرون مین اچھا نہ معلوم ہوا ہو۔ بہرحال سیاح مذکور کے اوس حصۂ بھوپال مین سے ذیل کا بیان جو نواب سکندر بیگم کی متنوع قابلیتون کا مظہر ہے اقتباساً درج کرتے ہین۔

"ہمارے بھوپال مین وارد ہونے کے دوسرے دن ہم کو ہر ہائنس سکندر بیگم سے پرائیوٹ ملاقات کا شرف حاصل ہوا دربار سے سواری بھیجی گئی تھی کہ ہم کو موتی بنگلہ سے محل کو جو شہر کے سرے پر قلعہ کے قریب واقع ہے لے آئے دروازہ پر وزیر اعظم اور دیوان نے ہمارا استقبال کیا ہم زینے پر چڑھ کر دربار کے کمرے مین پہونچے جہان بیگم ہماری منتظر تھین ، ہمارے پہنچتے پردہ کھڑی ہوگئین ، ہماری طرف بڑھ کر مصافحہ کیا ، اور اپنے قریب صوفہ پر بیٹھ جانے کو کہا۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ سکندر بیگم ہر طرح سے بہترین نمونہ ایسے ہندوستانی کا ہیں جو ہندوستان نے اس صدی میں پیدا کیا۔

بیگم صاحبہ کے ساتھ ہماری پہلی ملاقات چند گھنٹے تک جاری رہی جسکے درمیان اونہون نے اپنی اور اپنے بزرگون کی تاریخ نہایت جوشیلے طرز سے بیان کی اور پھر فوراً ہی ہندوستانی ریاستون کے رسوم دربار اور سیاسی مصالح کے متعلق مجھسے سوالات کئے ہر سوال کے بعد دوسرا سوال اس قدر تیز ہوتا کہ مین پہلے سوال کا جواب بھی پورے طور سے نہ دے پاتا، اس کے بعد اپنی صاحبزادی شاہجہان بیگم سے تعارف نہ کرا سکنے پر افسوس ظاہر کیا کیونکہ اون کے خاوند نے اون کو حرم مین رکھا تھا اور پردہ کی پوری پابندی کرائی جاتی تھی اوس کے عوض مین اپنی نواسی سلطان جہان بیگم کو بلوایا جو ایک ہشت سالہ پیاری لڑکی تھین وہ ہماری طرف آئین اور انگریزی طریقے سے سلام کیا اور ملین۔ بیگم صاحبہ نے مجھے اوس وقت تک رخصت نہ ہونے دیا جب تک کہ مین نے موسم بارش کا پروگرام نہ تبلا دیا اور یہ ارادہ نہ ظاہر کر دیا کہ بھوپال مین موسم سرما مین قیام کرون جیسا کہ مین نے جیپور مین کیا تھا۔ جب اُنھون نے سنا کہ مین اس دربار مین مقیم رہون گا تو خواہش کی کہ زمانہ قیام مین جو کچھ ہم کرین گے وہ ابھی طے کر لیا جاے، یہ طے ہوا کہ ہم موتی بنگلہ مین قیام کرین گے اور بیگم صاحبہ کے مہمان ہون گے۔

آخر کار ملازم گلاب پاش لاے اور بیگم صاحبہ نے اپنے ہاتھ سے ہم پر گلاب چھڑکا۔ اس پہلی ملاقات کے بعد ہم مسرت اور حیرت سے

بھرے ہوئے واپس آئے محل[1] میں ہمارا استقبال نہایت خلوص کے ساتھ کیا گیا۔ ہم کو درباری لباس میں دیکھ کر بیگم صاحبہ بہت محظوظ ہوئیں اور فوراً شاہی درزی کو حکم دیا کہ ہمارے لئے جوڑے تیار کرے اور اوس دن سے ہم محل کے مستقل مہمان ہو گئے، دن بھر ہم بیگم صاحبہ سے سنجیدہ مسائل پر گفتگو کرتے رہے، ممالک یورپ کی طرز حکومت، وہاں کی پیداوار، باشندوں کی مالی حالت اور رسم و رواج پر رائے زنی ہوتی رہی۔ مجھے تعجب تھا کہ بیگم صاحبہ ذرا ذرا سی تفصیل پر نکتہ چینی کرتیں اور ہر چیز کا اپنی سلطنت سے موازنہ کرتیں ان کو سیاسی مسائل سے بہت زیادہ حفظان صحت صنعت و حرفت اور تجارت کے مسائل سے دلچسپی تھی۔ سیاسی سوالات انگلینڈ، اور فرانس، کی حکومتوں تک محدود تھے جو سوائے ٹرکی کے جسکا حکمران سلطان اسلام مانا جاتا تھا دنیا میں سب قوتوں سے افضل تھیں۔ جب موسم اجازت دیتا بیگم صاحبہ شہر کی خاص مقامات کے لئے گھوڑے پر سوار ہوتیں۔ میں اور وزیر اعظم اور چھوٹا سا اسٹاف ہمرکاب ہوتا۔ پہلے ہم نے مدرسوں، شفا خانوں، اور یتیم خانوں کا معاینہ کیا بیگم صاحبہ نے مجھے ان مقامات کی انتظامی حالت کے معاینہ کا حکم دیا اور میری رائے دریافت کی میں نہایت غور و خوض کے بعد رائے دیتا میں صحیح رائے دینے کے قابل نہ تھا اور بیگم صاحبہ اپنی فطرتی تیزی سے رائے پر عمل بھی شروع کر دیتی تھیں جب ہم اپنے معاینوں سے واپس آتے ہوئے بڑی مسجد تک پہونچتے تو مسجد کے

---

[1] دوسری مرتبہ کا تذکرہ ہے ۱۲

کو شکون مین بیٹھ جاتے جہان سے بازار نظر آتا اور زبردست مجمع کا منظر دکھائی دیتا تھا۔

بیگم صاحبہ کبھی ہم سے عجیب عجیب تفصیلین بیان کرنے سے نہ اُکتا تین۔ انہون نے مجھے مختلف اقوام کی شناخت بتلائی اور مختلف پیداوار کی تجارتی خاصیتین اور قیمتین سمجھائین اور اس قسم کی معلومات بہم پہونچائین۔ مسجد کے مُلّا عموماً ہمارے قریب آکر بیٹھ جاتے اور مذہبی مباحثے شروع کر دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ ادنٰی ادنٰی سی بات پہ مُلّا کس قدر جوش کے ساتھ بحث کرتے ہین۔ بعض بعض صحیح علم کا اظہار کرتے اور عیسائیت پر نہایت سنجیدگی سے گفتگو کرتے تھے۔ یہ مشہور تھا کہ بیگم صاحبہ کو اس مذہب (عیسائیت) سے زبردست دلچسپی ہے۔ بیگم صاحبہ ہم کو عموماً ان مُلّاؤن کے پاس اکیلا چھوڑ جاتین جب ہم انکے ہمراہ مسجد سے اُٹھ کر حسین خان[1] کے مکان پر آتے تو گفتگو جاری رہتی۔ حسین خان ہمارا خیر مقدم نہایت خوشی سے کرتے تھے جب انکا نوکر ہماری آمد کی خبر دیتا تو دروازہ تک استقبال کو آتے۔ ہماری ڈاڑھیون اور کپڑون پر گلاب پاشی کرتے، پھر برآمدے مین باغ کی طرف بٹھلاتے، قہوہ اور حقہ پیش کیا جاتا، مُلّا پھر مذہب اسلام کے مسائل پر مباحث شروع کر دیتے۔

غرض کہ تمام دن اس طرح سنجیدہ کامون مین صرف ہوتا تھا لیکن شام کا وقت تفریح کے لئے مخصوص تھا۔ ہم کھانے کے بعد محل پر آتے اور ہمارے چند خاص دوست جو بیگم صاحبہ کے مصاحب تھے پہلی منزل کے

---

[1] بیگم صاحبہ کے پرائیویٹ سکریٹری تھے۔

بڑے کمرے مین بیٹھے ملتے یہ سب سنجیدہ لوگ سفید ڈاڑھیون اور لمبے لمبے خطاب والے تھے، اس جماعت مین وزیر اعظم جو نہایت تیز عقل رکھتے تھے بیگم صاحبہ کے ماموں چند جاگیرداران ریاست اور ہمارے قابل دوست حسین خان شریک تھے، بیگم صاحبہ کے انتظار مین جو چند گھنٹے حرم مین اپنی صاحبزادی کے پاس گذارا کرتی تھین ہم شطرنج اور چوسر کے کھیلون مین مصروف رہتے۔

قریب آٹھ بجے فرش پر چوبدار کے نقرئی عصا کی آواز بیگم صاحبہ کی آمد کی خبر دیتی بیگم صاحبہ چند نوعمر لڑکیون کے ساتھ جنکو انھون نے اپنی طرح مشرقی زنانخانہ سے آزاد کر رکھا تھا تشریف لاتین، چھوٹی پیاری بچی سلطانہ جو سونے اور چاندی مین جھلملاتی ہوتی ہم سے ملنے دوڑتی بیگم صاحبہ کمرے کے سرے پر سبز مخمل کی مسند پر جلوہ افروز ہوتین اور ہر شخص مقررہ قاعدہ کے موافق اپنی اپنی جگہہ بیٹھ جاتا میری جگہہ بہ حیثیت ایک مہمان کے بیگم صاحبہ کے داہنے ہاتھ پر تھی قہوہ کے دَور کے بعد شاہی حقہ لایا جاتا تھا جو اونچائی مین تین فٹ اور قیمتی جواہرات سے جڑا ہوا تھا چلم مین گڑاکو اور خوشبودار خمیرہ کا مرکب ہوتا۔ اور اوپر کچھ سُرخ انگارے رکھے ہوتے تھے۔

مین اپنے ناظرین سے ایک مرتبہ سے زیادہ ناچ کا تذکرہ بیان کرچکا ہون اس لئے پھر اس کا اعادہ نہ کرون گا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مین نے مردون کو وہ ناچ ناچتے ہوے دیکھا جو ہر جگہہ عورتون کیلئے مخصوص تھا لیکن یہ ناچ مجھے ایسے ملک مین دیکھکر زیادہ تعجب نہین ہوا جسکی حکمرانی دو نسلون سے عورتون کے ہاتھ مین تھی اور دو نسلون تک

اور رہنے والی تھی، یہ بالکل قدرتی امر تھا کہ بیگم جو اپنے ملک کی عورتوں کو مرتفع بنانا چاہتی تھیں مردانہ ناچ دیکھنے کا بھی حق رکھتی تھیں جو دوسرے راجہ زنانہ ناچ دیکھنے کا رکھتے تھے۔

بیگم صاحبہ ہم کو بھوپال کے لباس میں دیکھ کر خوش ہوتی ہیں اور ایک اعزازی خلعت جس سے دربار کی شان ہوا کرتی ہے عطا کرنا چاہتی ہیں۔

مقررہ دن کی صبح کو شاہی درزی آیا اور چمکدار لباس پہنا کر دیکھا لباس میں زرین کام کا سبز رشمین کرتا، ارغوانی ساٹن کا روپہلی کام کا پاجامہ۔ کمربند یا پیٹی کا شمیرہ کی قبا اور سب سے زیادہ قیمتی سونے کا مرصع سرپیچ تھا۔

اس طرح مزین ہو کر ہم شیمبرگ اور حسین خان گاڑی میں سوار ہوئے سڑکوں پر لوگ جمع ہو جاتے اور ہم کو سلام کرتے محل کے دروازہ پر بھوپال کے روساء کا ایک وفد بسر کردگی دیوان ہمارا منتظر تھا دیوان نے مجھے گاڑی سے اُتارا اور مشرقی طریقے سے اس طرح ہاتھ میں ہاتھ دیکر گویا مجھے سہارے کی ضرورت تھی زینہ پر چڑھایا دربار کے کمرہ میں بیگم صاحبہ اونچے تخت پر جلوہ افروز تھیں اور اون کے شاندار درباری اردگرد کھڑے تھے۔ وہ شاہی لباس جو ہم لوگوں کی طرح تھا پہنے ہوئے تھیں اور سنہری کلغی جس میں چار پر تھے اور کالر اور ستارہ جو ستارۂ ہند کا نشان تھے زیب تن تھے۔ ہم کو آتے دیکھ کر کھڑی ہو گئیں اور ایک زرین لفافہ میں بند فرمان دیکر فرمایا "خوش آمدید سردار روزولیٹ صاحب شمشیر بہادر" میں ادب سے جھکا اور داہنی جانب اپنی جگہ پر گیا شیمبرگ کے خیر مقدم کے بعد ہم سب لوگ بیٹھ گئے حقہ لایا گیا اور بیگم صاحبہ نے

مجھے انگشتری عطا کر کے جس پر بڑا ہیرا جڑا تھا میرے پورے خطاب کو جو عطا کیا گیا تھا پھر دوہرایا۔ اس کے بعد عطر و پان تقسیم کیا گیا۔ اور ہم اُن ہی رسوم کے ساتھ جو آمد کے وقت ادا کئے گئے تھے رخصت ہوئے"

نواب سکندر بیگم جو حقیقت حیرت انگیز قابلیتین رکھتی تھین اور ایک خاص قسم کے دل و دماغ کی خاتون تھین وہ ذہانت و فراست اور کمال قابلیت سے خواہ کسی درجہ کا قابل شخص کیون نہ ہو اسکو مسخر کر دیا کرتی تھین اور ہر شخص کے قلب پر اُن کی قابلیت کے متعلق نئے نئے نقوش کا سکہ قائم ہو جاتا تھا میجر سموئیل چارٹرس میکافرسن سی بی ۱۸۵۲ء مین بھوپال ایجنسی مین پولیٹکل ایجنٹ مقرر ہو کر آئے تھے۔ نواب سکندر بیگم اور ان مین کاری و غیر سرکاری طور پر متعدد ملاقاتین ہوئی تھین، ان ملاقاتون مین میجر صاحب موصوف پر نواب سکندر بیگم کی قابلیتون کا جو اثر قائم ہوا اوسکو اُنھون نے وقتاً فوقتاً اون پرائیوٹ خطوط مین ظاہر کیا ہے جو انگلستان کے دوستون اور اپنے عزیزون کو یہان سے بھیجے تھے چنانچہ مندرجہ بالا دعوے کی تائید مین ایک خط[1] کا ترجمہ ہم بھی ذیل مین درج کرتے ہین:۔

"بھوپال ایک نہایت خوبصورت اور دل پسند چھوٹا سا ملک ہے اور جیسا کہ میرا خیال ہے مین اسکے جملہ حالات کو نہایت پسند کرتا ہون حال ہی مین مجھے یہان کے دلچسپ دربار سے آشنا ہونے کا پہلا موقع ملا۔ اور چونکہ آجکل برٹ الفنسٹن یورپ کے دوست میرے مہمان ہین اس ملاقات مین اور بھی لطف آیا، تمھاری اطلاع کے لئے لکھتا ہون کہ یہان تین بیگمات ہین جن مین سے کوئی پردہ نہین کرتین۔ یہ جملہ امور مین یورپ کی عورتون کی طرح آزاد ہین صرف اتنا فرق ہے کہ ہمارے ساتھ کھانا نہین کھاتین۔ ان

---

[1] یہ خط میجر صاحب موصوف کی سوانح عمری سے ماخوذ ہے ۱۲

ہین سے اول[1] نانی، دوسری والدۂ[2] سلطانہ تیسری خرد سال آپ[3] بیگم ہین
جو مسند نشین ہین۔ مسند سے مراد مسندِ ریاست ہو۔ جو تخت کی مترادف ہے
خرد سال والیہ کی عمر ۱۵ سال کی ہے جن کی شادی کا مسئلہ ایک گتھی ہے
جس کے سلجھانے مین ہم مصروف ہین۔ نانی اور والدۂ سلطانہ گھوڑے پر
سوار ہوتی ہین، نیزہ بازی مین ماہر ہین، اور نشانہ بازی مین کمال
قدرت رکھتی ہین یا یون کہنا چاہئے کہ رکھتی تھین کیونکہ اب تقاضائے عمر
اور ہے اور اون کی عمرین ۵۳ اور ۳۴ سال ہین۔ والدۂ سلطانہ مہم سلطنت
کے نقطۂ نظر سے ایک عجیب عورت ہین۔ برسون سے وہ ہر کام کو خود سر انجام
دیتی ہین۔ ملک کا کل مالیہ بائیس لاکھ روپئے سالانہ ہو۔ جس مین سے نصف یعنی
گیارہ لاکھ پر تصرف کا ان کو اختیار ہے۔ آٹھ برس مین انہون نے دس لاکھ
روپیہ قرض ادا کیا ہو، اپنے تمام محکمۂ ملکی کی اصلاح کی ہے، نظام فوج کو درست
کیا ہے، نیا بندوبست کرایا ہے اور نیا نظام پولیس اور نظام عدالت قائم کیا ہو
وہ روزانہ دس بارہ گھنٹے کام کرنے کی عادی ہین، کوئی ضلع ایسا جہان وہ نہ گئی ہون
افواج کی قواعد کو وہ خود دیکھتی ہین۔ اور قریب قریب ہر سپاہی
کے ساز و سامان اور اس کی حالت سے خود واقف ہین ان کی جفاکشی
نہایت عجیب ہے، اور سیاسی قابلیت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ میرے
خیمون سے دو میل کے فاصلہ پر شاہجہان وہ لڑکی جو مسند نشین ہے
مجھے اپنے ہاتھی پر ملی، تمام اعلی عمائدین و زرا، مددگار حشم و خدم ہمراہ
تھے۔ چونکہ مین نے پہلے اطلاع دیدی تھی کہ مین سات بجے صبح آؤن گا
تمام فوج رات کے دو بجے سے موجود تھی اور نوجوان ملکہ باوجود شدید

---

[1] نواب قدسیہ بیگم [2] نواب سکندر بیگم [3] نواب شاہجہان بیگم ۱۲

سرد صبح ہونے کے پانچ بجے پہنچ گئی تھی ہمراہی مین ایک اور خاتون تہین
جن کو مین اپنے یہان کی ڈچس آف سدرلینڈ کا مرادف کہونگا۔ وہ ایک
نہایت خوش اخلاق ضعیف خاتون ہین وزراے ریاست مین سے
ایک اعلیٰ وزیر کی بیوہ ہین۔ یہ وزیر اون فرانسیسی امرا مین سے
ایک تہا جس کا خاندان ریاست مین عرصہ سے آباد ہوگیا تھا۔ اسکے بعد
دو دربار منعقد ہوے۔ ایک نوجوان ملکہ کے مکان پر اور دوسرا مردون
کے لئے میرے خیمون مین۔ بیگمات اس مین بھی پس چلمن بیٹھی ہوئی
سب کچھہ دیکھہ رہی تھین۔ پھر ہم ایک بار چاء پینے ان کے باغ مین
گئے اور آتش بازی کا تماشا دیکھا اور گانے اور ناچنے کا لطف اٹھایا۔
سکندر بیگم (والدۂ سلطانہ) کے انداز گفتگو مین خاص شخصیت پائی
جاتی ہے، وہ یورپ کی جہاندیدہ سے جہاندیدہ عورت سے زیادہ
گفتگو مین طرار ہین، کلام مین سیاسیات اور لوگون کا ذکر و فکر
عجیب ترکیب سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ ہماری گفتگو بادشاہ اودہ کی چار
پری تمثال محلات کے بارے مین پھر سالومن کے متعلق ہوئی۔ اور
پھر سلسلۂ کلام پیمائش بندوبست کی نظریات اور عملیات کی طرف
منتقل ہوگیا، ابھی میری ناکتخدا رہنے کے راز کا ذکر تھا، تو ذرا سی دیر مین
ناگپور کے علاقہ کی تملیک کا۔ ابھی یہ دریافت کیا کہ میری عمر کیا ہے
اور ابھی اس پر بحث ہونے لگی کہ پانچ سال بعد سیندھیا کے موجودہ
طریقۂ بندوبست مالیات کا کیا نتیجہ ہوگا۔ کبھی کشمیر اور انگلستان
کا سوزن کاری مین مقابلہ تھا۔ اور کبھی انگریزی اور عرب فوجی شقون
کی خوبیون کا موازنہ، گاہ درباری رسوم کی شدید ترین لغویت پر

گفتگو تھی، اور ناچ کے اثنا میں آدھے گھنٹہ تک رعیت واری،
گمسی واری وغیرہ کے متعلق تذکرہ تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہم
بورڈ آف ریونیو کے ممبر ہیں۔ مین نے اثنا گفتگو مین ذرا پر زور
طریقہ سے یہ کہا کہ ہر شے کا حصر بالآخر اس بات پر ہے کہ خواہ کوئی بھی طریقہ
اوس کا عمل درآمد جیسا ہوگا ویسا ہی نتیجہ نکلیگا۔ گویا عمل طریقہ
کی جان ہے کاش کہ تم اوس وقت موجود ہوتین اور دیکھتین کہ
کس طرح اونھون نے اپنے وزرا کی طرف دیکھا جو بہت فاصلہ پر
گم سم بیٹھے تھے اور بلند آواز سے کہا کہ "صاحبو! آپ سنتے ہو یہ
آپ کے متعلق ہے، عمل ہی ہر شے ہے" کاش اوس وقت تم
اون کے سلام کرنے کی کیفیت دیکھتین، یہ اور اس قسم کی گفتگو
جب ہم چار پینے اور گانا سننے باغ مین گئے وہان بھی ہوتی رہی
والدہ سلطانہ اپنے افسران ریاست کے انتخاب مین ملکہ الیزبتھ
کی طرح نہایت عمدہ مذاق کا اظہار کرتی ہین"

نواب سکندر بیگم کی زندگی ایسے گوناگون واقعات پر مشتمل ہے کہ جو کسی ایک انسان کی زندگی مین بہت ہی کم پیش آتے ہین۔ عالم شیرخوارگی مین باپ کا انتقال، خانہ جنگیون مین پرورش، اپنے حقوق سے محرومی کا احساس، اپنے آپ کو سخت خطرات مین مبتلا پانا، شوہر سے کشیدگی، اور اپنی بیٹی کے آیندہ حقوق کی طرف سے پریشانی، بیوگی کے بعد انتزاعِ ریاست کا خطرہ، یہ ایسے واقعات ہین جن سے صائب الرائے اور قوی دل مردون کا عہدہ برآ ہونا بھی نہایت مشکل ہے مگر ان تمام واقعات مین جو ۳۲ سال کی عمر مین رونما ہوے ہر موقع پر ان کے استقلال، بیدار مغزی، اور فراست نے ساتھ دیا اور ایک

ہوشیار جہاز ران کی طرح سمندر کی پر شور اور پر خطر موجوں سے اُنھوں نے اپنے جہاز کو سلامتی کے ساتھ ساحل پر پُہنچایا، اس کے بعد وہ مختار ریاست ہوئیں ملک کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کیا اور جو ریاست کہ مقروض تھی اور جس کا خزانہ خالی تھا اوس کو قرضہ سے سبکدوش کر کے اوس کے خزانہ کو بھر دیا، پھر اپنی نورِ نظر کی زندگی کو خطرات سے صاف کیا، غدر کے زمانہ میں اپنی ریاست کو محفوظ رکھا خود مسند نشین ریاست ہوئیں، اپنے حقوق کو حاصل کیا، اور اس طریقہ پر ۱۳ سال تک اپنی کامیاب زندگی بسر کی۔ اس کے بعد زندگی کا آخری حصہ ملکی حالت سے طمانیت اوس کی سرسبزی و بہبودی کے روح افزا نظارے اور خوشی و مسرت کے چہچہوں اور نغموں میں بسر ہوا، درباروں میں شرکت کی، جدید تہذیب و تمدن کی برکتوں سے فائدے حاصل کئے اور ملک کو اون سے بہرہ ور کیا، اور آخر عمر میں قادر مطلق، اور احکم الحاکمین کے حرم محترم میں جا کر فریضۂ حج اور سجدۂ شکر ادا کیا۔ غرض نواب سکندر بیگم اگر گھر کے اندر ایک سلیقہ شعار بیگم تھیں تو مسند حکومت پر ایک فرزانہ مدبر بادشاہ ثابت ہوئیں۔ وہ جس طرح ملکی اقتصادیات کی ماہر تھیں اوسی طرح اقتصادیات خانگی میں بھی کامل تھیں جس طرح بندوبست مالگزاری کا انتظام ضرب المثل ہوا اوسی طرح انتظام خانہ داری بھی آجتک بھوپال میں مشہور ہے۔ اور فوجی مہموں کے موقع پر ایک باتدبیر سپہ سالار کے اوصاف کو بھی نمایاں کیا۔ جہاں اون کے سینہ میں وہ دل تھا جو زنانہ جذبات ترحم و فیاضی کا مخزن تھا وہاں اسی دل میں خالد بن ولید اور سلطان صلاح الدین جیسے شیر دل مسلمانوں کے اوصاف بہادری بھی موجود تھے۔

غرض اونھوں نے زندگی کے (۵۲) سال زمانہ کی نیرنگیوں اور گوناگون خطرات اور کامیابیوں کے "تلاطم اور سکون میں بسر کر کے ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۶۸ء

۱۲ رجب ۱۲۸۵ ہجری کو اس دنیائے فانی سے رحلت کی۔

اُن کے انتقال سے ہر جگہہ ایک صدمۂ عظیم محسوس ہوا، گورنمنٹ آف انڈیا نے غیر معمولی گزٹ کے ذریعہ سے اپنے رنج و ملال کا اظہار اور اون کے محاسن ذاتی وصفاتی کا اعتراف کیا، انگلستان و ہندوستان کے تمام اخبارات نے غم و الم کے ساتھ اس سانحہ کی خبر شائع کی اور اون کی قابلیتون اور سوانح زندگی کے متعلق بڑے بڑے آرٹکل لکھے جن کو اگر اقتباساً ہی لکھا جائے تو بھی ایک ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے لیکن اوس زمانہ کے کلکتہ کے ہندو پیٹریٹ مشہور اخبار نے جو بیجائے خود ایک مختصر تذکرہ لکھا تھا جا بجا سے اوس کا اقتباس ہم ترجمہ کرین گے کیونکہ وہ نہایت پُرلطف ہے اور اس مین ذاتِ لنسوانی کا ذات الرجال سے کہین کہین بہت دلچسپ مقابلہ ہے وہ لکھتا ہے کہ:-

"نواب سکندر بیگم کا انتقال جو گزشتہ مہینے کی تیس تاریخ کو ہوا ہندوستان کے دیسی روسا مین سے ایک بہترین سب سے دانا، سب سے زیادہ روشن خیال اور سب سے زیادہ خوش قسمت ذات کا گذر جانا ہے۔ ہماری یاد مین کوئی ہمعصر ہندوستانی والیِ ملک اوس کا مقابل نہین ہوسکتا جس مین کہ وہ صفات پائی جائین جو نواب سکندر بیگم مین بدرجۂ اتم موجود تہین، البتہ ہندوستان کے بعض ہندوستانی بے تاج مدبّر مثلاً نواب سر سالار جنگ بہادر ہولکر اور سر ڈنکر راؤ ممکن ہے اون سے مہماتِ ریاست کی فروعات جاننے مین بڑھے ہوئے ہون اور بے شک وہ اول الذکر ان سے عام واقفیت اور قابلیت مین سبقت لیگئے ہین، مہاراجہ جیاجی راؤ سیندھیا ایک پیدائشی منجھے ہوئے سپاہی ہین گو کہ وہ صرف

اپنی نشست گاہ ہی مین دلاور کہلا سکتے ہین کیونکہ قدرت نے اور اعلےٰ سیاسی قابلیت کی کمی نے اُن کی مشق کو میدان پریڈ تک ہی محدود کر رکھا ہے۔ بیگم ایک حلیم مستقل مزاج عورت تھین۔ اور پاسِ عزت مین اپنا مثل نہین رکھتی تھین۔ وہ مرحومہ رانی جھانسی کی طرح ایک مرہٹن مردنما عورت تھین مہاراجہ تکاجی راؤ ہلکر ایک اعلیٰ درجہ کے مالیات ملکی کے ماہر ہین۔ اور صوبہ شمال مغربی مین مہتمم بندوبست مقرر کیا جاے تو ضرور ممتاز سمجھے جائین لیکن وہ (نواب سکندر بیگم) ان سے زیادہ روشن خیال مالیات ملکی کی ماہر تھین اور گو سب والیان ریاست اپنے اپنے نظم و نسق ریاست مین لاجواب تھے مگر اون سے کوئی نہین بڑھا۔ کوئی دوسرے ہندوستانی والیانِ ملک خواہ وہ اختیارات شاہی رکھتے ہون یا نہ رکھتے ہون اور گو اُن مین سے بعض شریفانہ صفات سے مثل مہاراجہ بیکانیر اور مہاراؤ راجہ رام سنگھہ والی بوندی۔ اور مہاراج رانا جھالاواڑ عاری نہین مگر ان کی برابری نہین کر سکتے۔

ہم اس موقع پر بہت سے والیان ملک مثل مہاراجہ کشن گڈہ قرولی، مہاراؤ لچھمن سنگھہ والی بانس واڑہ، مہاراول اودے سنگھہ پرتاب گڈھہ، راؤ راجہ فتح سنگھہ والی کھتری، مہاراجہ کپور سنگھہ والیِ پنا، سابق نواب ٹونک، اور راجہ جھبوا، اور لایق وزرا مثلاً پنڈت روپ نرائن الور، راؤ گنگا دھر راؤ دہولپور، خان بہادر میر شہامت علی رتلام وغیرہ وغیرہ کا ذکر نہین کرتے جن کی شہرت اس وجہ سے کہ اون کو اپنا اشتہار خود دینے کا شوق نہ تھا

پولیٹکل ایجنٹوں کی رپورٹوں سے باہر نہین نکلی یا جن کی قابلیتوں کو
اس بات کا موقع نہین ملا کہ وہ بڑی ریاستون مین عمل مین
آئین - یا جن کی قابلیتوں کو کسی شدید نقص نے زائل کر دیا یا جو
عیش پرستی اور بے رحمی کے باعث مثل مؤخر الذکر کے برٹش
حکومت کے منشاء اور مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ناکامیاب رہے
اکثر قابل مرد حکمران اور بہت سے ناقابل مرد حکمران
ہوتے ہین لیکن صرف عورتین جو حکمران ہوتی ہین ہمیشہ قابل ہوتی ہین
مرد اور عورت کی ذہنی اور اخلاقی مساوات کا یہ کیسا بین ثبوت
ہے گو اس مین شک نہین کہ ذہنی تفاوت کی وجہ سے خفیف عدم
مساوات بھی ناگزیر ہے مگر یہ بات عورتوں کی تمدنی رتبہ افزائی
اور تعلیم کی تائید مین کتنی بڑی دلیل ہے ، یہ ایک ثبوت اور برہان
ہے جس پر کہ حکومت ہندوستان اپنے گزٹ مین مرحومہ بیگم کے
متعلق ایک تعزیتی مضمون لکھتے ہوے جس کو ہم گزشتہ اشاعت
مین شائع کر چکے ہین ، بجا طور پر لیکن ایسی زبان مین جس مین
ادبی خوبی کم ہے اس امر پر زور دیتی ہے اور ہندوستان کے
لوگون کی توجہ اس جانب مبذول کرتی ہے گو وہ خود بھی اس
طرف سے بالکل غافل نہین ہے لیکن بیگم بھوپال کو جو آزمائشین اور مشکلین
پیش آئین وہ صرف جنسی نہ تھین بلکہ وہ نہایت مشکل اور دشوار تھین
لیکن وہ ان سب مین سے مردانہ وار گذر گئین اگر یہ بات کا امتحان
ہے اور جب ہم ان کو آتشین امتحان کے قدرتی اور زمانہ کی پیدا کی ہوئی
مشکلات و موانعات سے گذرتا ہوا دیکھتے ہین تو ہم ایک روشن حلقہ

مرحومہ کے بالا سے سر ستارۂ بلندی کی طرح درخشان پاتے ہین جو انکے مقابل کے اور اشخاص کے چہرون کو جن کا ذکر اوپر آچکا ہے منور نہین کرتا، ہم کسی طرح نواب سالار جنگ کی مشکلات کو جو سرزمین حیدر آباد مین نظام حکومت کو درہم کرنے والون اور غدارون کو خاموش کرنے مین ۵۳ء اور ۱۸۵۷ء مین پیش آئین گھٹا کر دکھلانا نہین چاہتے اور حاشا ہمارا ہرگز یہ منشا نہین کہ ان کے کارہاے نمایان کی عظمت کو کسی طرح کم کرین لیکن بحیثیت ایک تعلیم یافتہ ہندوستانی ہونے کے ظاہر ہے کہ ان کے سینہ مین فطری خواہشات کی کشمکش کہ اون کو اپنے آپ کو کس جانب شامل کرنا چاہئیے ہو ہی نہین سکتی تھی علاوہ برین لسا اوقات دربار حیدرآباد کے اون عناصر کو مغلوب کرنین جو دبانا چاہتے تھے اون کو کئی بار ناکامیابی ہوئی اور کوئی شبہہ نہین ہے کہ اگر انگریزون کا سہارا ان کو حاصل نہ ہوتا تو وہ آج عرصہ سے اس بڑی ریاست پر حکومت کرنے سے محروم ہو چکے ہوتے سیندھیا و ہلکر کو اپنی سلطنت حاصل کرنے کی ضرورت نہین تھی سکندر بیگم گو تخت شاہی کی وارث پیدا ہوئی تھین لیکن عورت ہونے کی وجہ سے حالات کا تقاضا یہی تھا کہ ان کی قسمت مین سواے ایک موہوم نام کے سلطنت کا کچھ بھی حصہ نہ آتا و محض اپنے شوہر نواب کی بیگم ہوتین جن کو زنانخانہ مین احتیاط سے بند رکھا جاتا اور جن کی تمام زندگی بیکار سستی اور عیش مین صرف ہوتی، لیکن سکندر بیگم مین ولولہ موجود تھا اور ذاتی قابلیت کے جوہر اس کے معین تھے اور یہ صفات اولو العزمیون کی پہلی نشانی ہین اور

موت ہی ان کو ان سے عاری کرتی ہے، چنانچہ انہوں نے عروج پایا اور اول خود کو خاندانی اثرات سے جو حاوی تھے اور پھر سیاسی غلبہ سے جو دوسروں کو اون پر حاصل تھا آزاد کیا اور حکمران ماں کے قبضۂ اقتدار سے خود کو صاف نکال لیا اسکے بعد قائم مقام بیگم کا درجہ حاصل کیا اور بالآخر ذاتی حق سے خود کو ملکہ تسلیم کرالیا۔

ان کے ہمعصروں مین سے کسی شخص نے اس ذاتی قابلیت اور تدبر اور اس سے دسوین حصہ صبر آزما انتظار حلم اور معاملہ فہمی سے عروج حاصل نہین کیا۔ ان کی تمنا لائق توصیف تھی، اور اُنہون نے کبھی اپنے حق کو ہاتھ سے نہین دیا اور جو کچھ کیا عین دانشمندی پر مبنی تھا، ان کی حالت مین تواریخ کے مشاہیر مین سے جو اپنی پیش بینی اور وسیع نظری کے لئے مشہور ہین کم از کم دس مین سے نو جلدی کر جاتے اور معاملات کا صحیح موازنہ نہ کر سکنے کی وجہ سے خود کو کسی سازش کا شکار بنا لیتے اور برٹش حکومت یا افغان رؤسا یا ہمسایہ طاقتوں یا ریاست بھوپال یا رعایا کے خلاف کسی سیاسی جرم کا ارتکاب کر بیٹھتے لیکن سکندر بیگم نے خوب جانا کہ کچھ بھی کرنے سے سیاسی طاقت حاصل کرنے کی مہ ہو کم امید یہی جاتی رہے گی سکندر بیگم نے اپنی تقرری کے بجا ہونے کو ثابت کر دیا ان کی حکومت نہایت کامیاب ہوئی اور دیگر ریاستہائے ہندوستانی کے لئے ایک نمونہ بنی ان کو اس بات کا کہ برٹش حکومت

ان کی جنس کی طرف سے بدگمان ہے ہمیشہ خیال بلکہ ملال تھا جس
بدگمانی کی وجہ سے وہ اب تک اپنے حق سے محروم رہی تھین
اور اُن کی حکومت مین علاوہ اور صفات کے ایک سب سے بڑی صفت
جو کہا جاتا ہے کہ عورتون کی حکومت مین نہین پائی جاتی قوت کی
تھی اون کا نظم حکومت قوی بنیاد پر تھا اور اوس مین ہر پہلو سے
قابلیت اور بیدار مغزی کا ثبوت ملتا تھا، کوئی محکمہ ریاست کا
ایسا نہ تھا جس کے انتظام کے متعلق وہ خود کو ناقابل سمجھتی ہون
نہ کوئی محکمہ ایسا تھا جسکے انتظام کو وہ اپنے سے بالا جانتی ہون۔

لیکن جب وہ وقت قریب تھا کہ وہ اپنے قائم مقامی کے
عہدے سے سبکدوش ہون، قسمت نے پھر پلٹا کھایا، اور ہندوستان
مین غدر ہوگیا، اور اس انقلاب اور اُس کی آگ کے فرو کرنے مین
بڑے بڑے واقعات پیش آئے۔ جب اس برٹش حکومت کا قیام
جس نے اس کی ہر طرح سے حق تلفی کی تھی معرض خطر مین آگیا،
تمام برّاعظم ہندسرکار انگریزی کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا، دہلی کا
تخت جس سے کہ دوست محمد خان بانی بھوپال کو اپنی
ابتدائی کامیابی کے مواقع حاصل ہوے تھے اور جو عرصہ سے
خالی تھا، اب خالی نہ رہا، بلکہ آل تیمور کا ایک شخص اس پر
مسلط ہوگیا، صوبہ جات اودھ، فرخ آباد از سرِ نو پیدا ہوگئے
جھانسی کی حکومت دوبارہ زندہ ہوگئی، ایک پیشوا کہین سے پھر
نمودار ہوگیا، اور ایک اعلان جنگ ہر طرف جاری ہوگیا ہندوستانی
فوج نے بغاوت کرکے اپنے افسرون کو مار ڈالا، انگریز مرد عورتین،

اور بچے قتل کر دیے گئے، اور صوبہ پر صوبہ انگریزون کے ہاتھ سے نکلنے لگا۔

سکندر بیگم کی رعایا بھی اس جوشش مین شریک ہو گئی، ان کے بعض رشتہ دار خود ان بغاوت کرنے والون مین شامل ہو گئے، اوران کے لئے یہ بہت بڑا لالچ تھا کہ وہ اپنے اُس حق کو جس سے وہ ناانصافی سے محروم کی گئی تھین بزور حاصل کر لین ان کو انگریزون کی ناؤ ڈوبتی نظر آتی تھی اُنھون نے اس کی کمال یاوری کی، یہ ہمارے امکان مین نہین ہے کہ ہم زبانِ قلم سے اوس دانائی وتدبیر اور عقلمندی کی داد دے سکین جو اُنھون نے حالات کے سمجھنے مین ظاہر کی، اور جس طرح اونھون نے اپنے گرد وپیش کے حالات اور اثرات کا جو زمین سے آسمان تک پھیلے ہوے تھے مقابلہ کیا، اونھون نے اس بات کو طے کرنے مین کہ ان کو کس جانب ہونا چاہیئے ذرا بھی تامل نہ کیا اور ابتدا ہی سے انگریزون کی حمایت صرف لفظی نہ تھی بلکہ عملی تھی۔

نواب شاہجہان بیگم

۶ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۴ ہجری مطابق ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۳۸ء کو قلعۂ اسلام نگر مین ولادت مبارک ہوئی سرکار خلد نشین (نواب سکندر بیگم) ان کی ہر قسم کی تربیت خود ہی کرتی رہین اگرچہ اس زمانہ مین آجکل کی طرح طریقۂ تربیت نے ترقی نہین کی تھی مگر ایک تعلیم یافتہ مان (جس کو قدرت سے غیر معمولی ذہانت، استقلال وقابلیت اور بیدار مغزی کا حصہ ملا ہو) جس طرح اپنی اولاد کی تربیت کرسکتی ہے اوسی طرح سرکار خلد نشین نے تربیت خانہ داری وغیرہ کی تعلیم اپنے ذمہ رکھی، کتابی اور دینی تعلیم کے لئے اوس زمانہ کے ممتاز علماء کو مقرر فرمایا، امور ملکی کی تعلیم کے لئے خاص خاص ارا کین ریاست مامور کئے اس کے علاوہ سواری اسپ، اور نشانہ بازی کی مشق بھی کرائی جاتی تھی، غرض کہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے اپنی خداداد ذہانت، جودت طبع اور شوق ودلچسپی سے بہت جلد یہ کل مراحلِ تعلیم طے کر لئے۔

دسمبر سنہ ۱۸۴۴ء مین (نواب جہانگیر محمد خان کے انتقال ہوجانے کے بعد رسم بھوپال کے مطابق ان کی مسند نشینی بھی اسی طرح منظور کی گئی جس طرح نواب سکندر بیگم کی ہوئی تھی یعنی جسوقت ان کی شادی ہو جاے گی تو ان کا شوہر رئیس ہوگا) مسند نشین ہوئین۔

جب وہ سنِ شعور کو پہونچین تو اون کی شادی کے لئے بہت تلاش و جستجو اور غور وخوض کے بعد بخشی باقی محمد خان نصرت جنگ سپہ سالار ریاست کا

بیگمات بھوپال
انتخاب کیا گیا جن میں ذاتی و موروثی طور پر رئیس و ریاست کی وفاداری کے اعلیٰ
جوہر تھے۔

گورنمنٹ سے منظوری ہو جانے اور اس امر کے طے ہو جانے کے بعد کہ وہ
برائے نام نواب رہیں گے ۱۱- ذیقعدہ ۱۲۷۱ہجری کو شادی ہوئی، شادی کے بعد
سرکار خلد مکان کو عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا استحقاق حاصل ہو گیا،
لیکن مسند نشینی سے پہلے نواب سکندر بیگم صاحبہ (خلد نشین) نے گورنمنٹ برطانیہ سے
اپنا حق واپس لینے کی کوشش کی اور واقعات و مستحکم دلائل سے ثابت کیا کہ
ریاست کی فرمان روائی جائز طور پر میرا حق ہے، گورنمنٹ نے سرکار خلد نشین کے
دلائل تسلیم کر لئے لیکن مشکل یہ تھی کہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ (سرکار خلد مکان) باقاعدہ
رئیس ہو چکی تھیں اس لئے گورنمنٹ نے اس کا فیصلہ (سرکار خلد مکان) کی مرضی پر
منحصر کر دیا، سرکار خلد مکان نے اس موقع پر سعادت مندی و دخترانہ محبت اور
فراخ حوصلگی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے آپ نے بلا تامل
اپنی ماں کے حق کو اپنے حق پر ترجیح دی اور نہایت خوشی کے ساتھ استحقاق
حکومت سے دست بردار ہو گئیں۔ ۲۷- ذیقعدہ ۱۲۷۴ھ = ۹- جولائی ۱۸۵۸ع
روز جمعہ کو نواب سلطان جہاں بیگم کی اور ۱۲- جمادی الاول ۱۲۷۷ھ کو نواب
سلیمان جہاں بیگم کی ولادت ہوئی۔

۱۳- محرم ۱۲۸۲ہجری کو نواب سلیمان جہاں بیگم کا انتقال ہو گیا ۱۲۸۳ھ
میں نواب امراؤ دولہ باقی محمد خاں بہادر نصرت جنگ نے رحلت کی۔

۱۳- رجب ۱۲۸۵ھ کو نواب سکندر بیگم صاحبہ نے وفات پائی اور غرہ
شعبان ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۶- نومبر ۱۸۶۸ع کو ایوان موتی محل میں نواب شاہجہان بیگم
مسند آرائے ریاست ہوئیں۔

نواب شاہجہان بیگم ۲۹-سال کی عمر مین بیوہ ہو چکی تھین اور ۳ سال تک بحالت بیوگی مہمات ریاست مین مصروف رہین - جب وہ ڈیوک آف اڈنبرا سے کلکتہ ملاقات کرنے گئین تو اوس وقت کے پولیٹکل ایجنٹ اور کرنل رچرڈمیڈ ایجنٹ گورنر جنرل کے مشورہ سے نکاح ثانی پر آمادہ ہوگئین کیونکہ امور حکمرانی مین ایک قابل اعتماد مشیر اور مددگار کی ضرورت تھی اور عمر کے لحاظ سے لازم تھا کہ ایسا مشیر اور مددگار شوہر ہی ہو اسلئے مولوی جمال الدین خان صاحب مدار المہام ریاست کے مشورہ سے مولوی سید صدیق حسن خان صاحب کو انتخاب کیا گیا اور ۱۷ صفر ۱۲۸۸ھ مطابق ۸ مئی ۱۸۷۱ء کو اون سے نکاح ہوا - نواب شاہجہان بیگم کی سفارش و کوشش سے ان کو "نواب والاجاہ امیر الملک" کا خطاب اور خلعت فاخرہ سرکار انگلشیہ سے مرحمت ہوا اور اون کا مرتبہ مثل نوابانِ بھوپال کے تسلیم کیا گیا - پھر دربار دہلی کے موقع پر ۱۷ فیر سلامی کے مقرر ہوے - سلخ رجب ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۰-فروری ۱۸۹۰ء کو اون کا انتقال ہوگیا - اور پھر چھبیس ۲۶ سال کے بعد نواب شاہجہان بیگم دوبارہ بیوہ ہوئین -

نواب شاہجہان بیگم اپنی ولیعہدی کے زمانہ مین اگرچہ ریاست کے مختلف کام جن کو سرکار خلد نشین تفویض فرمایا کرتین انجام دیتی تھین - لیکن سفر حجاز کے دوران مین وہ اوس کونسل کی مستقل صدر رہی تھین جو سرکار خلد نشین کی غیبت مین انتظام ریاست کے لئے مرتب ہوئی تھی جب وہ صدر آرا ے ریاست ہوئین تو

---

[۵] نواب صدیق حسن خان بہت بڑے عالم تھے تقریباً سو سے زیادہ کتابین انکی مصنفہ ومؤلفہ ہین علماء کی بڑی قدر کرتے تھے اونکی کوشش سے بہت سی نایاب کتابین طبع ہوئین نسب مین سادات بنی فاطمہ سے تھے اون کے جد اعلیٰ سید جلال بخاری مخدوم جہانیان جہان گشت تھے انکے دادا نواب سید اولاد علی خان بہادر انور جنگ حیدر آباد کے امرا اور جاگیردار تھے

ہر کام کے متعلق اون کو تجربہ تھا اور تمام جزوی و کُلی امور ریاست کا علم رکھتی تھین فطرتاً بیدار مغز اور عادتاً جفاکش تھین علمی قابلیت بھی کافی تھی نہایت بیدار مغزی سے حکمرانی شروع کی سرکار خلد نشین کے مختلف سفرون اور اخیر زمانہ کی ناسازی مزاج کے باعث جو کام پڑا رہگیا اوس کا تصفیہ کیا جدید اصلاحین کین ہر ضلع کے کئی دفعہ دورے کئے بہت سے ٹیکس معاف کئے قوانین مین اضافہ ہوا۔ اور اصلاح کی گئی ایک مستقل محکمہ وضع قوانین کا بنام تنظیمات شاہجہانی قائم کیا، عدالتی اختیارات کی تقسیم کی گئی۔ امن و حفاظتِ عامہ کے متعلق بہ سبح انتظامات کئے گئے۔ حفظانِ صحت کے متعلق خاص توجہ کی۔ ہر تحصیل مین ایک ایک طبیب مقرر کیا، اور حسب ضرورت ڈاکٹری شفاخانے جاری کئے شہر خاص مین ایک بڑا شفاخانہ "ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز" کے نام سے اور عورتون کے لئے ایک مخصوص شفاخانہ "لیڈی لینسڈون" کے نام سے قائم کیا، اور اس مین دایہ گری کی تعلیم کا بھی انتظام کیا چیچک کے ٹیکہ کا باقاعدہ انتظام فرمایا اور عام ترغیب کے لئے اون بچون کے واسطے جو ٹیکہ لگائین انعام مقرر کیا تمام رعایا کے اطمینان کی خاطر صاحبزادی بلقیس جہان بیگم (نواسی) کے ٹیکہ لگایا۔ جذامیون کے لئے سیہور مین ایک شفاخانہ اور مکان تیار کرایا۔ مدرسہ سلیمانیہ جو نواب سلیمان جہان بیگم صاحبہ کی یادگار تھا اوس کو ترقی دی اور ہائی اسکول بنا کر کلکتہ یونیورسٹی سے ملحق کرایا۔ اپنے والد کے نام سے مدرسہ جہانگیریہ جاری کیا جس مین صرف قرآن مجید کی تعلیم ہوتی تھی اور اوسکے متعلمین کے لئے وظائف مقرر کئے۔ صاحبزادی بلقیس جہان بیگم کی یادگار مین لاوارث اور یتیم بچون کی پرورش و تعلیم کے لئے مدرسہ بلقیسی قائم کیا مخصوص تعلیمی کتابون کے لئے مطبع شاہجہانی قائم کیا گیا۔ اس مطبع سے ایک اخبار بھی شائع ہوتا تھا، ایک نہایت رفیع الشان

سرائے سرکار خلد نشین کے نام سے تعمیر کرائی جو اسٹیشن کے قریب واقع ہے۔ ملکہ معظمہ کی جوبلی کی خوشی مین اون حصون کے سیراب کرنے کے لئے جہان واٹر ورکس سے پانی نہین پہونچتا تھا قرب وجوار کے دیہات کی آب پاشی کے واسطے ایک نہر نکالی اور بہ کثرت پُل، گھاٹ، اور کنوئین بنوائے سلسلۂ تار برقی قائم کرایا، اور اوجین، بھوپال، جھانسی، اور اٹارسی کے مابین اجراء ریلوے مین شرکت کی جس سے علاوہ سفر اور تجارت کی سہولتون کے ہر سال تین چار لاکھ روپیہ اوسطاً ریاست کو منافع ملتا ہے سڑکون مین توسیع کی، ڈاک بنگلے تعمیر کرائے غریبون اور ناقابل کار اشخاص کی امداد (بصورت نقد وجنس) کے لئے محکمے قائم کئے۔

عمارتون سے اون کو خاص شوق تھا اور اپنے زمانہ مین بہت سی عمارتین بنوائین جن کی فہرست نہایت طولانی ہے، صرف بڑی بڑی عمارتون کا تذکرہ اس سلسلہ مین کیا جاتا ہے۔

شاہجہان آباد مین تاج محل، عالی منزل اور بے نظیر اپنی اقامت اور ضروریات کے لئے تعمیر کرایا، ان کی تیاری وتکمیل پر بے دریغ روپیہ صرف ہوا اور ہر حالت وحیثیت سے یہ نہایت خوبصورت اور عالی شان عمارتین تیار ہوئین تاج محل حضور ممدوحہ کی سکونت کا خاص محل تھا، اس کا دروازہ لداؤ کا ہے اور اس قدر چوڑا ہے کہ اس مین چوکڑی بآسانی گھوم سکتی ہے۔ اس محل مین متعدد کمرے اور ہر کمرہ مختلف رنگون سے رنگا ہوا رہتا تھا جس مین اسی کے رنگ کے مطابق فرنیچر آراستہ کیا جاتا تھا، اپنے اعلیٰ مذاق کے لحاظ سے اس محل مین ایک عمارت ساون بھادون کے نام سے تیار کرائی تھی جو نہایت تفریح کی جگہہ تھی۔

سلسلۂ محل مین ایک پائین باغ لگایا اور اس مین دو درجے قائم کئے،

اوپر والے درجہ میں ایک عمارت ۴۲ محراب کی عالی منزل کے نام سے موسوم ہے
عمارت کے سامنے میدان ہے جو مختلف قسم کے خوشنما گملون سے آراستہ ہے
ایک طرف لکڑی کی چند دکانین بنوائی گئی ہین جس مین مینا بازار لگایا جاتا تھا،
حصۂ زیرین مین مختلف قسم کے میوون اور پھلون کے درخت ہین بیچ مین دو گول
بنگلے اور شمالی جانب ایک بڑی چھت ہے۔

ایک سنگین فرن ہوس بھی ہے جس مین متعدد فوارے لگے ہوے ہین اور
انگور کی بیل چڑھی ہوئی ہے۔ اس مین ایک گیلری اور شہ نشین بھی ہے جس پر چڑھنے
کے لئے پیچ در پیچ سیڑھیان ہین یہان سے باغ اور فوارون کا لطف حاصل ہوتا ہے

احاطۂ عالی منزل سے باہر مغربی جانب اپنی دلچسپی کے لئے ایک زنانہ
بازار بنوایا جس کا نام پروین بازار رکھا۔ نئی آبادی مین عام طبقۂ رعایا کو بھی مکانات
بنانے کی ترغیب دی، زمینین عطا کین اور روپیہ کی مدد فرمائی جس سے رعایا کے
مکانات کا بھی سلسلہ قائم ہو گیا، مغرب و شمال اور جنوب کی جانب فصیل تیار کرائی۔

ان عمارات کے قرب و جوار مین نواب منزل۔ بارہ محل۔ امیر گنج
قیصر گنج۔ مغل پورہ خواص پورہ وغیرہ چند محلے ہین جن کے مکانات ایک خوشنما سلسلہ
مین بنے ہوے ہین جو اعلیٰ ارکان اور اخوان ریاست سے لیکر ہر حیثیت و طبقہ
کے رہنے کے لئے موزون ہین اور وہ ہر طبقہ کی ضرورتون کو پیش نظر رکھ کر بنائے گئے ہین

ایک بڑے رقبۂ اراضی پر نور محل کی نہایت شاندار عمارت تیار کرائی
جس نے شاہجہان آباد اور شہر کو بالکل ملا دیا ہے۔

اس حصۂ آبادی مین مغرب کی طرف ایک چھوٹا پہاڑ واقع ہے اوس پر
ایک نہایت وسیع عیدگاہ بنوائی جس مین زنانہ حصہ بھی رکھا گیا۔ جہانگیر آباد مین
جو نواب جہانگیر محمد خان بہادر مرحوم کی قائم کی ہوئی آبادی ہے کارخانجات ریاست

کے مکانات تیار ہوئے اُسی کے قریب پہاڑ پر جیل کی سنگین عمارت بنی جہانگیر آباد سے نصف میل اور آگے کرنل وارڈ کے رہنے کے لئے جو یہاں وزیر تھے ایک کوٹھی بنوائی گئی جس مین اب پولیٹکل افسرون اور معزز یوروپین مہمانون کا قیام ہوتا ہے یہ عمارت جلال کوٹھی کے نام سے مشہور ہے نہایت خوبصورت اور وسیع ہے۔

وکٹوریہ لانسرز کی خوشنما بارکین شاہجہان آباد کے قریب بنوائین ان دونون آبادیون کو ایک بازار نے متصل کر دیا ہے ان ہی بارکون کے قریب فصیل کے اندر باڈی گارڈ کے سوارون کی لینین تھین۔

اگرچہ تقریباً تمام فرمان روایانِ بھوپال نے مساجد تیار کرائین لیکن سرکار عالیہ کی بنوائی ہوئی مسجدین سب سے زیادہ ہین ان مساجد مین جو سب سے زیادہ عظیم الشان، وسیع اور بلند مسجد ہے اوس کا نام "تاج المساجد" ہے اور یہ مسجد بالکل جامع مسجد دہلی کے نمونہ پر تعمیر کی گئی ہے۔

زنانہ مسجد کے بھی دو حصے نہایت خوبصورت ہین بھوپال اور آگرہ کا پتھر استعمال کیا گیا ہے ستونون اور جنگلون پر نہایت نفیس نقش ونگار ہین مع الازن کے کتبے سنگ مرمر پر سنگ موسیٰ سے پچی کاری کر کے تیار کئے گئے ہین غرض یہ مسجد اپنے بانی کے حوصلہ اور مذہبی عظمت کی مظہر ہے۔

ڈاک خانہ کا باقاعدہ انتظام کیا جس مین ریاست کے ٹکٹ جاری تھے قواعد اسلحہ نافذ ہوئے قیدیون کو صنعتی کام سکھانے کا بندوبست کیا گیا۔ ریاست کی ٹکسال مین اُنکا خاص سکہ مسکوک ہوتا تھا لیکن ۱۸۹۷ء مین جب گورنمنٹ ہند کے مشورہ اور ایما سے سکہ کا جدید انتظام ہوا تو ریاست کی دارالضرب بند ہوگئی۔ ایک کاٹن مل بھی جاری کی۔

۱۸۷۸ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک ریاست کو تین قحطون کا مقابلہ کرنا پڑا

اور ۱۹۰۰ء کے قحط نہایت سخت تھے ان قحطوں کی مصیبت کو کم کرنے کے لئے نواب شاہجہان بیگم نے نہ صرف امدادی کام ہی جاری کئے بلکہ خزانہ سے رعایا کو مختلف صورتوں میں اتنی امداد دی کہ جس کا خزانہ متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

فوج کی اصلاح پر بھی خاص توجہ کی اور اگرچہ ان کو بجز غدر کے حالات دیکھنے اور معلوم کرنے کے کوئی اور فوجی تجربہ نہ تھا لیکن فطری دلچسپی اور شوق نے اس صیغہ میں بھی ترقی دی، انہوں نے فوج کی تنخواہ میں اضافہ کیا، باڈی گارڈ کی اصلاح کی اور اسکے لئے خوشنما وردی منتخب کی، عربی گھوڑے داخل کئے بیلوں کے توپ خانہ کی جگہ عمدہ قسم کے ویلر گھوڑوں کا توپ خانہ بنایا۔ قلعہ فتحگڑھ میں میگزین قائم کیا۔ انہوں نے کلکتہ کے قیام کے زمانہ میں سلح خانہ کو دیکھا تھا اور بہت پسند کیا تھا۔ بھوپال آکر خود ایک اسلحہ خانہ قائم کیا اوس میں قسم قسم کے اسلحہ نہایت قرینہ سے رکھوائے۔

ملکی اور جنگی فوج کو جداگانہ حصوں میں تقسیم کرکے اون کے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کئے فوجی لائینوں کی تجدید کی۔ فوج میں بالکل معمولی قسم کا باجہ تھا اسکی جگہ عمدہ بینڈ رائج کیا فوج کی پنشن کا قاعدہ مقرر کیا۔ ضعیف اور ناقص الاعضا سپاہیوں کی پرورش کا خاص انتظام فرمایا۔

۱۸۸۵ء میں جب لارڈ رابرٹس کمانڈر انچیف بھوپال تشریف لائے تو فوج کا معاینہ کرکے بہت خوش ہوئے اور بہت تعریف کی۔

۱۸۹۴ء میں پانچ سو سواروں کا امپریل سروس ٹروپ قائم کیا جو نہایت اعلیٰ درجہ کے سازوسامان سے مرتب کیا گیا۔

امور مذہبی کا ایک جدید محکمہ قائم کیا۔ کئی لاکھ روپیہ صرف کرکے شہر کی اکثر مسجدوں کو پختہ کرادیا۔ ملک محروسہ کی ہر ایک مسجد میں امام مؤذن،

جاروب کش مقرر ہوے جو پنج وقتہ اذان و جماعت کے اہتمام رکھنے کے ذمہ دار قرار دیے گئے روشنی اور جا نمازون کا اور جاڑون مین گرم پانی کے واسطے ہر مسجد مین لکڑی فراہم کئے جانے کا انتظام کیا شہر کی تمام مساجد کی نگرانی کیلئے ایک افسر کا مہتمم مساجد کے نام سے اور ضروری عملہ کا تقرر عمل مین آیا ماہ صیام مین جو حفاظ کہ تراویح مین کلام مجید ختم کرین اون کو انعام اور حاضرین کو شیرینی اور کھانا تقسیم کیا جانا اور دیگر تمام مصارف کا جو مساجد کے لئے ضروری ہین ریاست سے عطا کیا جانا منظور فرمایا۔ سرکار خلد نشین کے زمانہ سے حرمین شریفین مین غربا کو کچھ امدادی وظائف دیے جاتے تھے اُن مین اس قدر توسیع کی کہ ان کے انتظام کے لئے ایک مستقل محکمہ قائم کرنے کی ضرورت ہوئی اور ہر سال ایک قافلہ سرکاری خرچ سے جانے لگا۔

حصولِ ثواب و ردِّ بلا کے لئے ایک ختم خانہ قائم کیا جس مین متعدد اشخاص محض اسلئے ملازم رکھے گئے کہ وہ اوقاتِ معینہ پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہین اور احادیثِ نبوی کا ورد رکھین، مسند آرائی ریاست سے قبل سرکار خلد نشین کے ساتھ، جبل پور، الہ آباد، اور آگرہ کے دربارون مین شرکت کی تھی، اور ہندوستان کے مختلف شہرون کی سیر کر کے بہت سی نئی باتین اور تجربات حاصل کئے تھے، اس کے بعد کلکتہ مین ڈیوک آف اڈنبرا اور گورنر جنرل سے ملنے تشریف لے گئین۔ اور کلکتہ کے عجائب و غرائب کا ملاحظہ کیا۔ ۱۸۷۵ء مین لارڈ نارتھ بروک سے بمبئی مین ملاقات کی اس موقع پر ایک بڑا دربار عطاے خطابات کا منعقد ہونے والا تھا اس دربار مین اونکو بھی جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب دیا گیا تھا۔ بمبئی سے سورت اور احمد آباد تشریف

لے گئیں اور وہاں کی یادگاروں کو دیکھا ۱۸۷۵ء میں ہز رائل ہائنیس پرنس آف ویلز (ہز امپیریل مجسٹی کنگ ایڈورڈ ہفتم) سے کلکتہ میں ملاقات کی اور ان کے استقبال میں شریک ہوئیں۔ ملاقات کے موقع پر تحائف کا بھی تبادلہ ہوا ان تحائف میں خود سرکار ممدوحہ کی دست کاری کی بھی بعض اشیائے نادرہ تھیں۔

۱۸۷۶ء میں دربار قیصری کی شرکت کی غرض سے دہلی تشریف لے گئیں چونکہ اس زمانہ میں پردہ میں رہتی تھیں اس استقبال میں شرکت سے مستثنےٰ فرمائی گئیں ملاقات کے موقع پر لارڈ لٹن نے تاج ہند کا تمغہ اور ایک نشان دیا جو ملکہ معظمہ نے نواب شاہجہان بیگم کو مرحمت فرمایا تھا اس موقع پر لارڈ لٹن نے ایک مختصر تقریر کی جس میں کہا کہ۔

"یہ نشان اور تمغہ آپ کو دیتے ہوئے میں بہت مسرور ہوں اور امید ہے کہ آپ اس کی عزت کریں گی۔ اور آپ اور آپکے جانشین بطور یادگار دوستی قیصرۂ ہند رکھیں گے اور آپ ان کو ایک یادگار اس دربار شاہنشاہی کی جس میں ملکہ انگلستان و ہندوستان نے خطاب قیصرۂ ہند اختیار کیا ہے تصور کرتی رہیں گی اور جب کبھی یہ نشان کھولا جائیگا تو تخت انگلستان اور آپ کے راسخ العقیدت اور شاہی خاندان میں جو رابطہ اتحاد ہے صرف وہی آپ کو یاد نہیں آئے گا بلکہ یہ بات بھی یاد آئیگی کہ دولت علیہ انگلشیہ کی یہی تمنا ہے کہ آپ کا خاندان ہمیشہ طاقتور اقبال مند اور قائم رہے"

اسی تقریر میں نواب صدیق حسن خان کی سلامی و استقبال کے متعلق بھی اعلان کیا سرکار عالیہ کو علیا حضرت قیصرۂ ہند کی طرف سے ایک کرچ

مع لوازمہ کے عطا کی گئی جو جھنڈا کہ اس موقع پر عطا ہوا تھا اس کے پھریرے پر حضور ممدوحہ کی استدعا سے قلعہ فتح گڑہ کے ایک برج کی شکل بھی بنا دی گئی تھی جو خاندانِ بھوپال کی قوت و عظمت کی ایک یادگار ہے۔

سنہ ۱۸۸۲ عیسوی مین لارڈ رپن کے زمانہ مین پھر کلکتہ کا سفر کیا اور پچیس ۲۵ دن تک قیام رہا۔ پھر سنہ ۱۸۹۳ع مین شملہ اور سنہ ۱۸۹۵ع مین کانپور مین لارڈ ڈلینسڈون سے پرائیوٹ ملاقاتین ہوئین۔

سنہ ۱۸۸۹ع مین لارڈ رابرٹس کمانڈر انچیف عساکر ہند اور سنہ ۱۸۹۱ع مین لارڈ لینسڈون والیسرائے ہند بھوپال مین آئے ریاست کو یہ پہلا موقع والیسرائے کی مہمانداری کا تھا اس موقع پر اگرچہ نواب صدیق حسن خان کے انتقال کا صدمہ تازہ تھا تاہم نواب شاہجہان بیگم نے بڑی حوصلہ مندی اور بڑے اعلی پیمانہ پر استقبال و مہمانداری کا انتظام کیا۔ اس کے علاوہ شہر کی آرائش و پیراستگی ایسے سلیقہ اور نفاست سے کی گئی تھی جو اپنی نظیر آپ ہی تھی۔ اسٹیٹ ڈنر مین نواب شاہجہان بیگم نے اپنی تقریر مین نہایت فصاحت اور جوشِ مسرت کے ساتھ والیسرائے ہند کا خیر مقدم کیا اور جام صحت کی تحریک کی لارڈ لینسڈون نے اپنی جوابی تقریر مین نواب شاہجہان بیگم کی بیدار مغزی اور ریاست بھوپال کی وفاداری وغیرہ کا تذکرہ کیا۔

پھر سنہ ۱۸۹۲ عیسوی مین لارڈ لینسڈون اسٹیشن سے گذرتے ہوے چند گھنٹون کیلئے مہمان ہوئے سنہ ۱۸۹۵ع مین لارڈ ایلگن اور سنہ ۱۸۹۹ع مین لارڈ کرزن مہمان ریاست ہوے۔ مثل سابق ان کی مہمانداری کا انتظام ہوا، معمول کے مطابق ڈنر پر تقریرین ہوئین اگرچہ اون تمام تقریرون مین قابلیت و بیدار مغزی اور ہمدردیِ رعایا کا اعتراف ہے، لیکن اس موقع پر لارڈ کرزن کی تقریر

کا وہ حصہ خاص طور پر درج کیا جاتا ہے جس مین شکریہ مہمانداری اور اوصافِ ذاتی
کے بیان کرنے کے ساتھ حکومت نسوان کے متعلق اظہار خیال کیا ہے۔

"یور ہائینس لیڈیز و جنٹلمین! سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کو جن کی مہمانی
کی مسرت آج کی رات ہم سب کو حاصل ہے فصیح البیانی کی جو صفتِ
نمایان قدرت سے عطا ہوئی ہے وہ ان کی فیاضانہ مہمان نوازی
کی صفت سے کچھ کم نہین ہے۔ انہون نے میری اور لیڈی کرزن کے
جام تندرستی تجویز فرمانے مین جن محبت آمیز الفاظ کا استعمال
فرمایا ہے وہ ایک ممتاز ہندوستانی ریاست مین ہمارے
پہلے پہل سرکاری دورہ کرنے کی یاد کو ہمیشہ تازہ رکھے گا۔
مجھے اس بات کے خیال کرنے سے بہت اطمینان ہوتا ہے
کہ جس خاص ریاست نے ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے اوس کی
فرمان روا وہ رئیسہ ہین جنہون نے اوس خاندانی روش کے
برقرار رکھنے کے علاوہ جو تاج برطانیہ کے ساتھ ان کی والدہ
ماجدہ کے وفادارانہ برتاؤ سے ممتاز ہوگئی ہے۔ اپنے تیس سال
سے زائد کے زمانہ حکومت مین بہ لحاظ ایک ایسے طرز انتظام کے
شہرت حاصل کی ہے جو روشن خیالی اور خلق اللہ کی بہی خواہی پر
مبنی ہے۔ اگر اتفاقاتِ مشیت سے فرائض حکمرانی ایک عورت
کے ہاتھ مین آجائین تو یہ کوئی ضروری اور لازمی بات نہین ہے کہ
عنانِ حکومت ضعیف و متلون مزاج اشخاص کے سپرد ہوجائے
اس امر کا ثبوت ہمارے اپنے پیارے بادشاہ حضور ملکہ معظمہ
قیصرۂ ہند دامت سلطنتہا کے حالات زندگی سے مل سکتا ہے

اور نہ ہم ایسی نادر حالت کا نمونہ اگرچہ اوس سے کسی قدر مختصر درجہ پر ہو
ان دونون بیگمات کے حالات ہین جن دونون نے نصف صدی
سے زیادہ ریاست بھوپال پر حکومت کی ہے پانے سے ناکام رہ سکتی ہین
سرکار عالیہ کی والدہ ماجدہ جیسا کہ مین کہہ چکا ہون نہ تنہا
اپنی وفاداری گورنمنٹ کے لحاظ سے مشہور تھین بلکہ وہ ایک قابل
حکمران کی حیثیت سے ممتاز رہی ہین - اسی طرح بیگم صاحبہ حال کا زمانہ
حکومت انتظامی تدبر اور ذاتی فیاضی کے بہت سے کامون کیلئے
یادگار رہیگا علاوہ اسکے اوس تقریر سے جو اُنہون نے ابھی فرمائی ہے
مین یہ نتیجہ نہایت مسرت سے استنباط کرتا ہون کہ ان کو اپنی رعایا
کی فلاح و بہبودی سے جو سرگرم دلچسپی رہی ہے وہ کچھ بھی ختم نہین ہوئی
بلکہ وہ اب بھی ان کی فائدہ رسانی کی تجاویز سوچتی اور ان پر
عمل کرتی رہتی ہین - اور یہ ایک ایسی بات ہے جو اون کی ریاست
کی خوشحالی کا سبب ہوگی "

اگرچہ ہمیشہ سلطنت ہند کے تمام قائم مقامون پولیٹکل ایجنٹون سے لے کر والیسرایان ہند تک نے نواب شاہجہان بیگم کی وفاداری اور قابلیتون کا اعتراف کیا ہے اور نواب شاہجہان بیگم نے مدۃ العمر سلطنت برطانیہ اور ذات شاہی کی وفاداری وعقیدت مین اپنے عمل سے خلوص و صدق کا اظہار کیا لیکن ۱۸۸۵ء سے ۱۸۹۰ء تک ایسا زمانہ گذرا جس مین نواب شاہجہان بیگم اور اوس زمانہ کے ایجنٹ گورنر جنرل سر لپیل گرفن مین سخت کشیدگی پیدا ہوگئی اور اس کا اثر ریاست اور گورنمنٹ کے تعلقات پر پڑا اور ریاست مین گورنمنٹ کی ایک عرصہ تک مداخلت رہی - اسکی وجہ یہ ہوئی کہ غدر کے بعد نواب صدیق حسن خان کو روز بروز امور ریاست مین دخل و اقتدار ہوتا گیا لیکن وہ

سیاست اور حکومت کا دماغ نہین رکھتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بد دل ہوئی انتظام ملک مین خرابی پڑی، اعزا اور ارکین ریاست سے بگاڑ ہو ماں (نواب شاہجہان بیگم) بیٹی (نواب سلطان جہان بیگم) مین کشیدگی ہوئی۔ اور نواب شاہجہان بیگم اُن تمام مسرتون سے جو اولاد کی ذات سے وابستہ ہوتی ہین محروم ہو گئین۔ رفتہ رفتہ ایجنسی در زیڈنسی سے بھی تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اون کی تصنیفات مین سے بعض کتابون کے اندر کچھ ایسے بیانات درج تھے جن کو سیاست ملکی کے خلاف سمجھا گیا۔

بالآخر گورنمنٹ نے ان تمام امور پر توجہ کی اور وزیر ہند کی منظوری سے یہ حکم صادر کیا کہ :-

"بوجہ بد انتظامی بھوپال اور ظلم کے جو ریاست کی رعایا پر بوجہ مداخلت صدیق حسن خان شوہر بیگم صاحبہ کے ہوا ہے (اول) یہ کہ خطاب نواب والاجاہ امیر الملک واپس لے لیا گیا اور منسوخ ہو گیا (دوم) یہ کہ سلامی ۱۷ ضرب توپ کی جو سرکار انگریزی کے علاقہ مین اون کو ملتی تھی وہ موقوف و منسوخ ہوئی (سوم) یہ کہ محمد صدیق حسن خان کو صریح یا غیر صریح علانیہ یا مخفی طریق سے مداخلت کرنا منع ہے اور اگر بعد سنائے جانے ان احکام کے وہ صریح یا غیر صریح علانیہ یا مخفی طریق سے مداخلت کرینگے تو اوسکے نتیجے ان کے حق مین سنگین ہون گے (چہارم) جناب بیگم صاحبہ کو ایما ہوا ہے کہ وہ ایک جوابدہ اور لائق مدار المہام مقرر فرمائین کہ جسکو جناب نائب السلطنت بہادر پسند فرمائین"

اس حکم سے نواب شاہجہان بیگم کو سخت رنج و ملال ہوا اور انہون نے نہایت حوصلہ، دلیری، اور قابل مثال عزم کے ساتھ اس حکم کے خلاف کوشش شروع کی لیکن جو

لوگ کہ دیسی ریاستون اور گورنمنٹ کے تعلقات سے واقف ہین وہ اچھی طرح سمجھہ سکتے ہین کہ اوس زمانہ مین کسی ایجنٹ گورنر جنرل کی کارروائی کے خلاف کسی رئیس کا کامیاب ہونا کس قدر ناممکن تھا، نواب شاہجہان بیگم نے نواب صدیق حسن خان کی حمایت مین اپنے پورے اقتدار اور اثر ہی سے نہین بلکہ دلائل اور براہین اور کاغذات سرکاری سے بھی مدد لی لیکن اون کو پوری کامیابی نہین ہوئی تاہم وہ اس حدتک کامیاب ہوئین کہ سرکاری تحریرون مین مولوی صدیق حسن خان کے نام کے ساتھ "نواب صاحب مرحوم شوہر رئیسہ" لکھا جانا منظور ہوا - اس مین شک نہین کہ خواہ بجا حمایت ہو یا بیجا نواب شاہجہان بیگم نے ان کوششون مین زمانہ استقلال اور شوہر کی محبت کی ایک حیرت انگیز مثال دنیا کے سامنے پیش کی -

وزیر با اختیار کے تقرر کے بعد نواب شاہجہان بیگم شکستہ دل ہوگئی تھین اور اونھون نے وزیر ریاست پر بہت زیادہ اعتماد کر لیا تھا - کرنل وارڈ کے بعد منشی امتیاز علی خان صاحب وکیل لکھنؤ وزیر مقرر ہوے لیکن ان کے زمانہ مین ریاست کو ہر حیثیت سے نہایت سخت نقصانات پہونچے خصوصاً مالگذاری مین بہت کمی ہوگئی رعایا پر مختلف صورتون مین تباہیان آئین - دوسری طرف وزیر کی یہ سازش بھی بہت کارگر ثابت ہوئی کہ نواب شاہجہان بیگم ملک کی اصلی حالت سے ناواقف رہین، لیکن جب اون کو اصلی حالات پر آگاہی ہوئی اور قریب تھا کہ وہ وزارت کی کارروائیون پر کوئی توجہ کرین تو اس عرصہ مین وزیر کا انتقال ہوگیا - ان کے بعد مولوی عبدالجبار خان سی، آئی، ای وزیر ریاست مقرر ہوے اور اون کے تقرر کے بعد اصلاحات شروع ہوئین -

نواب شاہجہان بیگم کے تذکرہ مین ایک افسوسناک واقعہ اوس کشیدگی کا ہے جو اون کے اور نواب سلطان جہان بیگم کے درمیان ۲۷ سال تک رہی

اس کشیدگی کے اسباب مین بڑا حصہ اون اشخاص کا تھا جن کو دنیا کی ہر چیز اپنے ہی لئے مطلوب ہوتی ہے اور جو حقداروں کے حقوق کو طرح طرح کے حیلون اور فریبون سے پامال کرڈالتے ہین اور اپنے حصولِ منفعت کے لئے کسی اخلاق اور کسی قانون کے پابند نہین ہوتے۔ نہ آخرت کا خوف رکھتے ہین نہ دنیا کی شرم۔ ایسے اشخاص کا ایک گروہ جن مین مرد عورت دونون شامل ہین نواب شاہجہان بیگم کا حاشیہ نشین تھا اور ان مین سے اکثر کو اُن کے مزاج مین پورا رسوخ و اثر حاصل تھا سب سے زیادہ اثر نواب صدیق حسن کا تھا اور یہ کوئی تعجب خیز بات نہ تھی کیونکہ ہر ملک مین سوتیلے ماں باپ کے جو اثرات ہوتے ہین وہ دنیا سے پوشیدہ نہین ہین اور ہر کوشش اور ہر سعی جو رنج وغصہ کو قائم رکھنے اور بڑہانے کے لئے انسانی امکان مین ہوسکتی ہے نہایت مستعدی کے ساتھ عمل مین لائی جاتی تھی اور اگرچہ ان اشخاص مین ہر شخص کی اغراض مختلف نہین لیکن اس مقصد مین ہمیشہ سب متحد ہو جاتے تھے کیونکہ اُن کی منفعت محض اس رنجش کے قیام ہی پر منحصر تھی ورنہ جو فوائد اُن کو حاصل تھے وہ نواب سلطان جہان بیگم اور اون کی اولاد کی طرف منتقل ہو جاتے۔ اس زمانۂ کشیدگی مین بہت سے اہم واقعات پیش آتے رہے جن سے ماں بیٹی کی زندگی تلخی اور افسوس و حسرت مین بسر ہوئی مگر باوجود اس غم وغصہ اور رنج وملال کے پھر بھی نواب شاہجہان بیگم کا دلِ صفا منزل بیٹی کی محبت سے خالی نہ تھا۔

تقریبات اور جشنون کے موقع پر وہ صرف بیٹی کی یاد اور تصور سے افسردہ ہو جاتی تھین اور اکثر عین وقت پر افسردگی کے ساتھ یہ کہہ کر کہ "اوس سے پیاس نہین بجھتی" اُٹھ جاتین۔ اونھون نے اپنی صاحبزادی بلقیس جہان بیگم (مرحومہ) کو ولادت کے وقت ہی سے پالا تھا۔ اور اون ہی کی ذات نواب شاہجہان بیگم کی آرزوؤن اور تمناؤن کی مرکز رہی وہ اون کو سفر وحضر مین اپنے ساتھ رکھتی تھین لیکن

صاحبزادی صاحبہ بھی اپنے انتقال سے چند مہینون پہلے جدا ہوچکی تھین۔

کرنل وارڈ جو ان دنون ریاست کے وزیر تھے اپنی ایک تحریر[1] مین اس واقعہ کو اس طرح لکھتے ہین کہ

"اگرچہ بیگم اور ولیعہد کے درمیان سخت نا اتفاقی سے علیحدگی تھی لیکن ملقبیس جہان بیگم اپنی نانی بیگم صاحبہ کے پاس رہتی تھین اون کے ساتھ بیگم صاحبہ کو بہت اُنس تھا وہ اس وقت سنِ بلوغ کو پہونچ گئی تہین صدیق حسن خان نے چاہا کہ انکا نکاح اپنے پسر علی حسن خان کے ساتھ کردین لیکن اس خبر کو ان کے والدین نے بھی سُن لیا اور کسی حیلہ سے اون کو اپنے محل مین بلالیا اور پھر بیگم صاحبہ کے پاس نہ جانے دیا بیگم صاحبہ نے مجھکو بلا بھیجا اور فرمایا کہ جس طرح ممکن ہو ملقبیس کو لاؤ اور اگر فوج کی ضرورت ہو تو لیجاؤ ورنہ میری زیست محال ہے۔ اگرچہ مین نے اس کام مین بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، اگر اس وقت اس ریاست مین انگریز وزیر نہ ہوتا تو بڑے کشت وخون کی نوبت آتی۔ مجھسے رنجیدگی پیدا ہوئی اور میری معاملات مین پیچیدگی پڑگئی مگر مجھکو بیگم صاحبہ سے کچھ رنج نہ ہوا اس لئے کہ بیگم صاحبہ کو نواسی کی مفارقت کی وجہہ سے بہت صدمہ تھا میری طرف سے اون پر اس بات کا کچھ الزام نہین پھر مین نے اصلاح وصفائی کی کوشش کی مگر محل والون نے اس طرح بیگم صاحبہ کے کان بھرے کہ یہ صلح صدیق حسن خان کے

---

[1] پاینر ۱۳ار اکتوبر ۱۸۹۵ء

حق مین سم قاتل اور زہر ہلاہل ہوگی -
حیات در کنار بعد ممات بھی بیگم صاحبہ کو بلقیس جہان کی صورت
دیکھنا نصیب نہ ہوئی اور میری تمام کوششین بیکار گئین -
بلقیس جہان کی وفات سے پیشتر ایک روز سلطان جہان بیگم اپنی
والدہ کے پاس گئین لیکن رسائی نہ ہوئی اور دروازہ ہی سے
واپس آئین اب بلقیس جہان بیگم بیمار ہوئین بہت کچھ علاج کیا گیا
کوئی تدبیر فائدہ بخش نہوئی آخر وہ مرحومہ مر گئی بیگم صاحبہ نے
جس وقت خبر مرگ نواسی کی سنی ان کی حالت متغیر ہو گئی "

نواب شاہجہان بیگم نہایت فیاض، رحم دل اور منکسر المزاج تھین اُن کا سلیقہ اور مذاق طبیعت نہایت اعلیٰ قسم کا تھا تقریبات اور جشنون کی نہایت شائق تھین اعزا کی تقریبات عموماً اپنے محل مین اور اپنے انتظام سے کیا کرتی تھین رمضان المبارک مین شام کیوقت دل بہلانے کے لئے اونھون نے شاہجہان آباد مین ایک مینا بازار قائم کیا تھا جسکے لئے پروین منزل کے نام سے ایک سنگین عمارت بنائی تھی شمال وجنوب مین ذخیرہ سامان کے لئے حجرے بنائے گئے تھے اور لکڑی کی دکانین تیار کی گئین تھین جن پر اعلیٰ قسم کا وارنش کیا گیا تھا تین لاکھہ روپیہ کے صرفہ سے یہ عمارت تیار ہوئی تھی اس بازار مین تمام دوکاندار عورتین ہی ہوا کرتی تھین - ہر سال لاکھون روپیہ کا سامان فروخت ہوجاتا تھا - اتفاق سے اِس بازار مین اگ لگی اور باوجود بے انتہا کوشش کے نہ بجھی ایک لاکھہ روپیہ کے قریب مال تجارت کا نقصان ہوا مگر اس نقصان کا کل روپیہ نواب شاہجہان بیگم نے عطا فرمایا -

اُنھون نے اپنے زمانۂ حکومت مین سب سے پہلا جشن نواب سلطان جہان بیگم کے نشرہ کا کیا - تقریباً تین مہینہ تک اس جشن کی مصروفیت رہی تمام رعایائے ملک محروسہ کی

دعوتین ہوئین، خلعت عنایت کئے گئے۔ شہر اور گرد و نواح اور ایجنسی و ریذیڈنسی کے عہدہ دارون اور دیگر یوروپین لیڈیز اور جنٹلمینون کی خاص طور پر دعوت ہوئی چالیس رات تک روشنی آتشبازی کا سلسلہ قائم رہا بڑی بڑی مجلسین آراستہ و پیراستہ ہوئین امرا و جاگیرداران ریاست نے بہی اس جشن مین اپنی طرف سے تقریبین کین۔ دوسرا جشن تاج محل کی تیاری یا افتتاح کا ہوا۔ یہ محل ۲۲۔ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۲ھ کو بنکر تیار ہوا تمام اعلےٰ و ادنےٰ ملازمین اور کل جاگیرداران کو خلعتِ فاخرہ عطا فرمائے، دہوم دہام سے دعوتین کین جن قیمتی ظروف مین کہانے بہیجے گئے وہ بہی مہمانون کے ہی حصہ مین آئے، غرض کہ کوئی قوم بہی آپکے خوانِ کرم سے محروم نہین رہی۔ پہر ہر قوم کی عورتون کو خلعت و دعوت کے علاوہ ہر قسم کا مرصع طلائی اور نقرئی زیور بہی عطا ہوا۔ اس جشن کے صرفہ کا اندازہ صرف اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ایک رنگریز نے جسکو فروری کپڑون کے رنگنے کا ٹہیکہ دیا گیا تہا اجرت کے دس ہزار روپیہ حاصل کئے تہے۔

تیسرا جشن میان قدر محمد خان (مرحوم) کی بسم اللہ کا تہا۔ آرائش شہر اور چراغان کا خاص اہتمام تہا عام خلعتون اور دعوتون کا تو کوئی اندازہ نہین۔ صرف اون شعرا کو ہی بیس ہزار روپیہ دیے گئے تہے جنہون نے قصاید تہنیت پیش کیے تہے۔

چوتہا جشن باغ نشاط افزا مین گلابی جشن کے نام سے کیا گیا تہا اس جشن کی خصوصیت تہی کہ تمام بڑے بڑے تختون مین گلاب کے پہول نظر فریبی کے ساتہ دماغون کو معطر کر رہے تہے باغ کے ہر درخت کو مصنوعی پہول پتون سے گلاب ہی کا درخت بنا دیا گیا تہا ہر شریک جشن گلابی پوشاک پہنے ہوئے تہا کوٹہیان اور بارہ دری تک گلابی رنگ کی تہین غرض ہر طرف گلاب ہی گلاب کہلا ہوا تہا اُن کی یہ فیاضیان ان جشنون اور دربار کے متوسلین ہی تک محدود نہ تہین بلکہ ہر موقع پر ان کا جلوہ نظر آتا تہا

مثلاً اونھون نے بمبئی و کلکتہ کے ہسپتالون جنگ فرانس[1] و جرمنی کے مجروحین اور جنگ افغانستان کے مقتولین کی بیواؤن کے فنڈون مین بھی گرانقدر چندے عطا فرمائے۔ جنگ کریمیا کے مجروحین عساکر عثمانیہ[2] کے فنڈ مین ایک لاکھ روپیہ مرحمت کیا۔ آئرلینڈ مدراس گوالیار و حصص ہند کے قحطون مین وقتاً فوقتاً بیش قرار رقمین عنایت کین

نواب شاہجہان بیگم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ علم کی قدرشناس تھین اور علمی کامون مین بھی ایسی ہی فراخ دلی کیساتھ حصہ لیتی تھین مطبع شاہجہانی سے لاکھون قرآن مجید طبع کراکر مفت تقسیم کرائے۔

نیل الاوطار، فتح البیان، تفسیر ابن کثیر، روضتہ الندیہ نزل الابرار جلاء العینین، فتح الباری جو نہایت نایاب کتابین تھین انکے طبع و اشاعت مین زر کثیر صرف فرمایا۔ سائنٹفک سوسایٹی علیگڈہ کی سرپرست تہین۔ ۱۸۸۱ء مین جب سید مرحوم مع اپنے خاص خاص رفقا کے مدرستہ العلوم کی امداد کے لئے دکن کو روانہ ہوے تو بھوپال مین بھی قیام کیا اور نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے دربار مین باریاب ہوے، نواب شاہجہان بیگم صاحبہ نے دس ہزار روپیہ کالج کی مسجد کے لئے مرحمت فرمایا، اس باریابی کے جو حالات انسٹیٹیوٹ گزٹ مین چھپے تھے وہ ہم یہان نقل کرتے ہین:۔

"پہونچنے کے دوسرے دن سہ پہر کے وقت حضور بیگم صاحبہ مین حاضر ہونا قرار پایا تھا، تمام ممبرون کی طرف سے صرف سید احمد خان کا حضور ممدوحہ مین حاضر ہونا اور بمقاصد ڈپوٹیشن کا عرض کرنا تجویز ہوا۔ وقت معینہ پر سید احمد خان بمعیت جناب منشی محمد امتیاز علی صاحب

---

[1] اس امداد کے شکریہ مین شہنشاہ فرانس نے تمغہ اور خط بھیجا۔

[2] سلطان المعظم نے تمغہ مجیدی درجہ اول عطا کیا اور اسکے ساتھ فرمان بھیجا۔

وزیر اعظم حضور عالیہ جناب بیگم صاحبہ مین حاضر ہوے حضور ممدوحہ کے
اجلاس کا مکان بالا خانہ پر ہے جسپر جانے کے لئے تقریباً تیس
پتیس سیڑہیان ہین حضور ممدوحہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ بسبب
دردِ زانو کے سید احمد خان کو سیڑہیون کا طے کرنا مشکل ہوگا تو نہایت
الطاف وعنایت شاہانہ سے ایک باغ کی بارہ دری مین جو محل
معلی کے قریب ہے تشریف لا کر اجلاس فرمانا ارشاد فرمایا اور مزید عنایت
ومرحمت سے سید احمد خان کو دروازہ باغ سے بارہ دری تک
بہ سواری پالکی آنے کی اجازت دی سید احمد خان نے اس
نوازش کا بے انتہا شکر ادا کیا اور عرض کیا کہ حضور کی اس نوازش
نے مجھے ایسی تقویت دی کہ پالکی سے استعانت لینے کی مجھکو
ضرورت نہ ہوئی۔

حضور ممدوحہ ایک شاہانہ سرخ کپڑے کی اوٹ کے پیچھے
اجلاس فرما ہوئین اور اس طرف کرسیان اون لوگون کیلئے
جو حاضر تھے بچھی ہوئی تہین سید احمد خان اوس لباس مین اور
اوسی طریق پر حاضر ہوے جو لباس کہ پہنکر اور جس طریق پر حضور
والیسراے اور حضور لفٹنٹ گورنر بہادر کے سامنے حاضر ہوتے ہین۔

جب کہ سید احمد خان بارہ دری مین داخل ہوے اور سرخ
اوٹ کے قریب پہنچے تو حضور بیگم صاحبہ نے موافق طریقہ اسلام
سلام علیک کی سید احمد خان نے اوس کا جواب دیکر آداب
وتسلیمات عرض کی اور سب حاضرین جو تعداد مین مع سید احمد خان
و وزیر صاحب کے پانچ چھے تھے کرسیون پر بیٹھ گئے۔

بیگم صاحبہ نے جو ذی علم ہیں نہایت خوبی و فصاحت اور نہایت الطاف و عنایت سے سید احمد خان سے گفتگو کی سید احمد خان نے مدرستہ العلوم کی کیفیت اور مسلمانون کی حالت اور اون کو حسب مقتضائے زمانہ تعلیم دینے کی ضرورت اور بسبب نہ ہونے اوس قسم کی تعلیم کے اون کے تنزل کی صورت عرض کی غرض کہ اسی قسم کی گفتگو ختم ہونے کے بعد سید احمد خان رخصت ہوئے۔ رخصت کے وقت حضور بیگم صاحبہ نے دریافت کیا کہ کب تک یہان رہوگے سید احمد خان نے عرض کیا کہ مین کل جاؤنگا فرمایا کہ بہت افسوس ہے کہ بہت کم یہان رہنا قرار دیا۔ کم سے کم ایک ہفتہ رہنا چاہیئے تھا۔ بہرحال سید احمد خان شکریہ عنایت ادا کرنے کے بعد رخصت ہوئے۔

دوسرے دن حضور عالیہ بیگم صاحبہ نے بارہ ہزار روپیہ کے کرنسی نوٹ سید احمد خان کے پاس اس ارشاد سے بھیجے کہ دس ہزار روپئے خاص حضور ممدوحہ کی طرف سے ہین خاص مسجد مدرستہ العلوم کی تعمیر کے لئے۔ اور یہ روپیہ اس مین صرف کیا جائے اور دو ہزار باقی اعزا کی طرف سے۔

اس عطیہ کے شکریہ مین ایک مختصر نظم ایک کاغذ پر سید احمد خان نے لکھ کر وزیر صاحب کی خدمت مین بھیجی کہ حضور جناب بیگم صاحبہ کی خدمت مین بطور شکریہ پیش فرما دین اور وہ نظم یہ ہے :-

نظم

اے شاہِ جہان باد جہان حسبِ مرامت — دارائے جہان یاور و افلاک غلامت
ہم حکمِ تو نافذ بہ دلِ خلقِ جہان باد — ہم نظمِ جہان باد بہ عنوانِ نظامت
بدخواہِ تو پامال لگدکوبِ حوادث — طغرائے ظفر باد بہ منطوقِ کلامت
آنانکہ باندیشۂ مدحِ تو گرایند — بالاتر از اندیشۂ شان باد مقامت
اے نصرتِ اسلام بہ ذاتِ تو مسلّم — وے سکۂ دین پروری امروز بنامت
دانی کہ چہ رفتست و چہا می رود امروز — بر امتِ خیر البشر از نکبت و شامت
کارش ز تنزل برسیدست بجائے — کش ساختہ خلقی ہدفِ طعن و ملامت
طوفان زدہ شد کشتیِ اسلام مبادا — کز دست رود رشتۂ امید سلامت
وقت است کہ آنرا برہانند ز طوفان — زان پیش کز و ہیچ نہ یابند علامت
تا ہست درت تکیہ گہِ ملتِ اسلام — یزدانت معین باد و جہان باد بکامت

تو شاہِ جہان باشی و خورشیدِ شریعت
پیوستہ درخشان بود از گوشۂ بامت

(انسٹی ٹیوٹ گزٹ۔ اکتوبر سنہ ۱۸۹۱ء)

نواب شاہجہان بیگم مصنفہ بھی تہین۔ تہذیب النسوان۔ خزینۃ اللغات ان کی مشہور تصانیف ہین ایک اور مذہبی کتاب بھی تصنیف فرما رہی تہین لیکن وہ پوری نہ ہوسکی۔ وہ شاعرہ بھی تہین۔ تاجور اور شیرین تخلص کرتی تہین مثنوی صدق البیان، تاج الکلام، اور دیوان شیرین ان کی شاعری کی یادگار ہین

ان تینوں کتابوں کی متعلق ہر ہائینس سرکار عالیہ نے حیات شاہجہانی
مین تحریر فرمایا ہے۔

ان کے دو مطبوعہ دیوانون مین کچھہ غزلین وغیرہ انکی ہین اسمین شک
نہین کہ وہ شاعرہ تھین لیکن نہ ایسی فرصت تھی اور نہ طبیعت
کا یہ رنگ تھا کہ ایسے عامیانہ مذاق مین جو ان دیوانون مین
جابجا پایا جاتا ہے وہ شعر وسخن کہین۔ ان کی تہذیب
کا معیار نہایت اعلی تھا۔ ان کے ہر فعل وقول مین کامل
متانت بھری ہوئی تھی وہ کوئی سوقیانہ بات کبھی منہ سے
نہین نکالتی تھین۔ یہ صحیح ہے اور بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے
کہ بعض درباری لوگون نے جو رسوخ یافتہ تھے ان کے نام
سے ایسی غزلون اور اشعار کو مستزاد کر کے طبع کرایا اور سرکار
عالیہ نے اپنی خلقی مروت وچشم پوشی سے خاموشی اختیار کی
یا اون کے ملاحظہ مین دیوان پیش نہ ہوے۔

سنہ ۱۹۰۰ء مین ان کو مرض سرطان ہوا جو بائین رخسار کے اندر نمودار ہوا
اور گیارہ ماہ سخت تکلیف مین مبتلا رہین۔

اس علالت کے دوران مین جب کہ ان کو اپنی زندگی سے مایوسی
پیدا ہو چلی تھی انہون نے اپنی رعایا کے نام ایک حسرت انگیز اعلان شائع کیا
اس اعلان سے جہان اون کی اور بہت سی صفات پر روشنی پڑتی ہے وہان
یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اون کو حقوق العباد کا کس قدر خیال تھا
اور رعایا کے حقوق کو کس قدر اہم جانتی تھین۔ اشتہار کا مضمون حسب
ذیل ہے۔۔۔

اعلان

وزیر صاحب ریاست کو معلوم ہو کہ مجھ کو قریب ہشت ماہ
جو مرض ہے، اس مین ابھی تک کچھ کمی نہین اس لئے
آپ شہر اور مفصلات مین متوسلین و رعایا برایا وغیرہ کو
اس بات کا اعلان کر دین کہ اس مدت سی وسہ سال مین
اگر مجھ سے احیاناً کسی پر کچھ جبر و ظلم ہو گیا ہو تو وہ ﷲ معاف
کرے اور میری صحت کے واسطے سب دعا کرین مورخہ
۲۱۔ شوال ۱۳۱۸ھ

یہ غالباً پہلی مثال ہے کہ کسی حکمران نے اس طرح اپنی رعایا سے عام معافی کی استدعا کی ہو جس وقت اشتہار جاری ہوا اور مناظرِ عام پر چسپان کیا گیا اور لوگون نے پڑھا تو اوس وقت لوگون کے دلون پر جو اثر تھا وہ کسی طرح تحریر مین نہین آسکتا۔ ہر دل بے چین تھا اور ہر آنکھ اشکبار تھی اور لوگ اون کی صحت کی دعائین مانگ رہے تھے لیکن موت کا وقت آچکا تھا،
۲۸۔ صفر ۱۳۱۹ھ ہجری مطابق ۱۶۔ جون ۱۹۰۱ء دن کو بارہ بجکر ۱۵ منٹ پر ۶۳ سال کی عمر مین رحلت فرمائی اور ۴ بجے اسلامی سادگی کے ساتھ باغ نشاط افزا مین دفن کی گئین، اس حادثۂ عظمیٰ سے تمام ملک پر افسوس و رنج چھا گیا۔ اور ۱۷۔ جون کو گورنمنٹ آف انڈیا کا غیر معمولی گزٹ شائع ہوا جس مین ہز اکسلنسی لارڈ کرزن نے مندرجہ ذیل الفاظ مین اپنے افسوس کو ظاہر کیا تھا

"حضور والیسرائے گورنر جنرل کشور ہند کو با جلاس کونسل
نہایت افسوس کیساتھ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہر ہائنیس نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال رئیس دولاور اعظم
طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند و ممبر شہنشاہی بسلسلہ کرون آف
انڈیا نے انتقال فرمایا۔ اس ۳۲ برسون کے عرصہ مین
جو ان کے دوران حکمرانی مین صرف ہوے انہون نے اپنے
نامور پیشرو ہر ہائنیس نواب سکندر بیگم صاحبہ کی رفتار اختیار
کر کے پوری قابلیت سے قدم بقدم تقلید کی۔ انہون نے
اپنے ملک کا انتظام نمایان لیاقت اور کامیابی کیساتھ کیا
نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا نام فیاضی اور رحمدلی
مین مشہور ہے انہون نے اپنے خاندان کی مسلسل وفاداری
کو جو شاہنشاہی مقاصد کے لئے جوش اور ہمدردی کے
ظاہر کرنے مین ہمیشہ ممتاز رہا ہے مجلّی اور برقرار رکھا۔
نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کی وفات نے
رعایاے بھوپال کے سر سے ایک منصف مزاج، اور
رحمدل حکمران کو اٹھا لیا۔ اور تاج برطانیہ کا ایک طرفدار دائم
اور ماتحت ممبر جاتا رہا"

حصۂ دوم

حالات

علیاحضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند، جی، سی، ایس، آئی، جی، سی، آئی، ای و جی، بی، ای، فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا



HER HIGHNESS THE BEGAM, 1921.

نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ ادام اللہ ملکہا و اقبالہا

عام حالات

(ولادت سے ولیعہدی تک)

ولادت | ہر ہائینس نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ تاج ہند جی، بی، ای جی، سی، ایس، آئی و جی، سی آئی، ای، فرمان روائے بھوپال دام ملکہا ۲۷۔ ذیقعدہ ۱۲۷۴ھ ۹۔ جولائی ۱۸۵۸ء کو دارالریاست بھوپال کے ایوان موتی محل میں پیدا ہوئیں۔

ہر ہائینس سلسلۂ فرمان روایان بھوپال میں گیارہویں فرمان روا اور سلسلۂ فرمانروا بیگمات میں چوتھی اور اس سلسلۃ الذہب میں دسویں بیگم ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت تمام خاندان اور ملک کے لئے ایک برکت ثابت ہوئی اختتام عذر کے بعد نواب سکندر بیگم نے جو تنبیہی مہم گڈھی آنبا پانی پر بھیجی تھی اور غیر معمولی طور پر اُس کے نتیجہ میں دیر ہو رہی تھی وہ مہم فتح و نصرت کے ساتھ واپس آئی اور یہ حصۂ ملک ولادت کے بعد ہی آپ کی جاگیر میں دیدیا گیا۔

۱۲۷۶ھ میں نواب سکندر بیگم نے اپنے حقوق میں کامیابی حاصل کی اور وہ مسند نشین ہوئیں اور آئندہ کے لئے مسند نشینی کا قاعدہ منضبط ہو گیا خدمات غدر کے صلہ میں ملک محروسہ میں بیرسیہ کا اضافہ ہوا نواب سکندر بیگم اُس فطری محبت سے جو ایک نانی کو نواسی کے ساتھ ہوتی ہے اور اُن برکات کے باعث جن سے ایک خاص قسم کی محبت خود بخود پیدا ہوتی ہے ہر ہائینس کو نہایت عزیز رکھتی تھیں اور سرمایۂ زندگی سمجھتی تھیں۔

تعلیم و تربیت | اشخاص کے سوانح اور حالات نے اس امر کو بالبداہت ثابت کر دیا ہے

کہ جو انسان آسمانِ عزت و اقتدار پر آفتاب بن کر چمکتا ہے اور جو دنیا کا مشہور ترین شخص بننے والا ہوتا ہے اُس کے لیے ابتدا ہی سے ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہین جو اُس کی شہرت اور عزت و اقتدار کی مخفی قوتون کی نشو و نما کرتے ہین۔ چنانچہ ہر ہائینس کی تعلیم و تربیت کے لیے سرکار خلد نشین کا جن کی فراست و بیدار مغزی، استقلال و حمیت، تدبیر و دینداری اور اعلیٰ قابلیتون کا اعتراف اس برّاعظم کے ہر ایک مؤرخ اور سلطنتِ برطانیہ کے ہر ایک مدبر کو ہے بذاتِ خود آمادہ ہونا منجملہ اُن اسباب کے ایک عظیم الشان سبب ہے سرکار خلد نشین نے ولادت کے چند ماہ بعد ہی ہر ہائینس کی پرورش اپنی خاص نگرانی مین لی اور غذا، سواری، مقاماتِ ہواخوری وغیرہ کا ایک دستور العمل بنایا اور جب تعلیم کا وقت آیا تو تعلیم کے ہر جزیہ اور کلیہ کو خود ہی قائم کیا۔ حتیٰ کہ تعلیم کا ضابطہ بھی خود معین کیا۔

اردو، فارسی، عربی، انگریزی کے منتخب اساتذہ مقرر کیے۔ دستکاری کی تعلیم کے لئے ہوشیار معلمانیان مامور کی گئین۔ شہ سواری اور نشانہ بازی کے لیے بھی باکمال تعلیم دینے والے معین ہوئے غرض تعلیم کا جہان یہ مقصد تھا کہ ایک حکمران کے لیے جن اوصاف کی ضرورت ہو اُن کی تکمیل ہو جائے وہان اس مقصد سے بھی کبھی ذہن خالی نہین ہوا کہ جنس نسوان کی بھی وہ تمام خوبیان مجتمع ہون جو واجبات و فرائض منزلی مین ہر درجہ اور حیثیت کی عورتون کے لیے ضروری ہین اسی کے ساتھ اصول مذہب کی عظمت اور فرائض مذہب کی پاسداری جو بمقابلہ تعلیم کے مثال و تربیت سے زیادہ دل نشین ہوتی ہے کبھی ہاتھ سے نہین جانے دی اور اس کا درس بذات خاص اپنے ذمہ رکھا۔

سرکار خلد نشین انگریزی سے ناواقف تھین اس لیے اُس تعلیم کا اندازہ ترقی نہین کر سکتی تھین اس کے واسطے انھون نے یہ التزام رکھا تھا کہ یورپین احباب کو ہر ہائینس کا امتحان دلواتین اور اُن سے رفتار ترقی کا اطمینان کرتین۔

ہر ہائینس کی عمر (۱۰) ہی سال کی تھی اور اس سلسلہ تعلیم کو پانچ ہی برس گذرے تھے کہ ۱۲۔ رجب ۱۲۸۵ھ کو سرکار خلد نشین کا انتقال ہو گیا اور تعلیم کا یہ سلسلہ جو سرکار خلد نشین نے قائم کیا تھا منقطع ہو کر دوسرا سلسلہ شروع ہوا۔

سرکار عالیہ فرماتی ہین کہ:-

"تعلیم کا جو نظام معین تھا اُس مین درہمی و برہمی ہو گئی۔ خوشخطی کی مشق بالکل جاتی رہی۔ اگرچہ قرآن مجید (۱۱) سال ہی کی عمر مین ختم ہو چکا تھا مگر دَور کرتی تھی اور مولوی جمال الدین خان صاحب بہادر مدار المہام ایک گھنٹہ ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے تھے۔ مولوی محمد ایوب صاحب بھی ایک گھنٹہ تعلیم فارسی دیتے تھے دو گھنٹے تعلیم انگریزی ہوتی تھی۔ اسی کے ساتھ میری روبکاری مین صدورِ احکام کے لئے وہ کاغذات بھی پیش ہوتے تھے جن کی نسبت سرکار خلد مکان کا خاص حکم ہوتا تھا۔"

(تزک سلطانی)

رسم ولیعہدی | نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین کے انتقال کے بعد جب نواب شاہجہان بیگم صاحبہ خلد مکان فرمان روائے ریاست ہوئین تو ہر ہائینس باقاعدہ ولیعہد ریاست تسلیم کی گئین مراسم صدر نشینی و ولیعہدی ادا کرنے کے لئے ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر نے بھوپال مین دربار منعقد کیا حسب معمول تقریرین ہوئین اور ضابطہ کی تمام کارروائیان عمل مین لائی گئین۔ جب ولی عہدی کا اعلان ہوا تو ہر ہائینس نے اُسکے شکریہ مین ایک موزون تقریر فرمائی۔ تاریخ عالم مین شاید ہی کوئی ایسی مثال ملے گی کہ ایک یازدہ سالہ شاہزادی نے کسی دربار عام مین اس طرح متانت کے ساتھ بغیر کسی جھجک کے تقریر کی ہو جس نے تمام حاضرین کی زبانون سے بے اختیار احسنت و مرحبا کے نعرے بلند کرا دیے۔

شادی ہر ہائینس کی شادی اگرچہ سرکار خلد نشین کے بعد ہوئی لیکن بر کا انتخاب خود سرکار خلد نشین نے ہی فرمایا تھا۔ چنانچہ بہت تلاش و تحقیق اور غور کے بعد دربار آگرہ کے موقع پر نواب احمد علی خان صاحب بہادر کو منتخب کیا تھا جن کا معزز اور ممتاز خاندان جلال آباد ضلع مظفر نگر میں مشہور اور سلسلۂ نسب خاندانِ بھوپال سے ملتا تھا۔ اُن کو تعلیم و تربیت کی غرض سے بھوپال لے آئیں۔ چنانچہ شادی کے وقت تک اُن کی باقاعدہ تعلیم و تربیت جاری رہی۔ ۲۳۔ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو نہایت دھوم دھام اور شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ یہ مبارک عقد ہوا اور نواب صاحب ممدوح کے نام کے ساتھ "نظیر الدولہ سلطان دولہ" کے خطاب کا ریاست کی طرف سے اضافہ ہوا۔

نواب صاحب بہادر نہایت دلیر و شجاع، خلیق و مدبر، فرزانہ و ہوشمند، وجیہ و خوش شمائل تھے اور اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے ہر طرح اُس فخر کے اہل تھے جو ہر ہائینس کے شوہر ہونے کی حیثیت سے اُن کو حاصل ہوا۔

اولاد ہر ہائینس کے پانچ اولادیں ہوئیں۔

(۱) صاحبزادی بلقیس جہاں بیگم صاحبہ۔ ولادت ۴ ۲۔ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ ۔ ۵ ۱ اکتوبر ۱۸۷۵ء

(۲) کرنل نواب محمد نصر اللہ خان صاحب بہادر۔ ولادت ۷، ذیقعدہ ۱۲۹۳ھ = ۳۔ دسمبر ۱۸۷۶ء۔

(۳) نوابزادہ میجر جنرل حافظ محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی ولادت ۷۔ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ = ۳۰۔ نومبر ۱۸۷۸ء

(۴) صاحبزادی آصف جہاں بیگم صاحبہ ولادت ۲۵۔ شعبان ۱۲۹۷ھ = ۳۔ اگست ۱۸۸۰ء

(۵) نوابزادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بی اے۔ ولادت ۸۔ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ = ۹۔ ستمبر ۱۸۹۴ء

زمانۂ ولیعہدی کے اشغال زمانۂ ولیعہدی میں ہر ہائینس بچوں کی تربیت، جاگیر و محل کے انتظامات

۱؎ ۶۔ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو بعمر ۱۲ سال انتقال ہو گیا۔ ۲؎ ۱۸ محرم ۱۳۱۲ھ کو ۱۴ سال چار ماہ ۲۲ یوم کی عمر میں رحلت کی۔

اور مطالعہ کتب میں اپنے اوقات گرامی صرف فرمایا کرتی تھیں۔ اس زمانہ میں ہر قسم کی ہزاروں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اخبارات و رسائل بھی نظر انور سے گذرتے رہتے تھے کشیدہ و سوزن کاری بھی اشغال میں داخل تھی۔

فرمان روائی و ملکداری

صدر نشینی | جس وقت نواب شاہجہان بیگم کی خبر انتقال ہر ہائینس کو پہنچی تو آپ فوراً تاج محل میں تشریف لے گئیں وہیں اور اسی وقت منجانب گورنمنٹ اطلاع آئی کہ وہ باضابطہ رئیسہ بھوپال تسلیم کر لی گئیں۔

دو ہفتہ کے بعد دربار صدارت منعقد ہوا اور ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ کو آنریبل میجر میڈ صاحب ایجنٹ نواب گورنر جنرل بہادر سنٹرل انڈیا نے بھوپال میں رسم صدر نشینی ادا فرمائی اور گورنمنٹ کی طرف سے نواب احمد علی خان بہادر کے خطاب "احتشام الملک عالیجاہ" کا اعلان کیا۔

پہلے حضور ویسرائے کا خریطہ سنایا گیا اور پھر آنریبل میجر میڈ نے تقریر کی جس میں ہر ہائینس کی ذات مبارک سے یہ امید وابستہ کی تھی کہ:۔

"آج آپ اپنے بزرگوں کی مسند پر متمکن ہوئی ہیں گو مجھکو امید نہیں ہے کہ آپ کو داد شجاعت نمایاں کرنے کے اس قسم کے مواقع دستیاب ہو سکیں جیسے کہ آپ کے متقدمین سے بعض کو ملے ہیں یعنی وزیر محمد خان صاحب کی طرح شہر پناہ بھوپال سے باغیوں کی یورش کو فرو کرنا، یا مشہور زمان آپ کی نانی نواب سکندر بیگم صاحبہ کیطرح خود لشکر کا ساتھ دینا جیسا کہ ۱۸۵۷ء کو مفسدہ عظیم میں انہوں نے کیا تاہم ریاست کی حکمرانی میں بھی آپ کو ایک وسیع میدان

اُن نیک اوصاف کے کام مین لانے کا دستیاب ہوگا۔ جو مین
خیال کرتا ہون آپ کو آپ کے متقدمین سے ملے ہین، گذشتہ
سالون مین قحط اور وبا سے آپ کی ریاست کو سخت صدمہ پہنچا ہے
اور حال کی مردم شماری کے مطابق اس ریاست کی آبادی مین سے
تقریباً ۳۰ فیصدی چلے گئے ہین اور زمین مزروعہ تقریباً ایک ثلث
غیر آباد ہو گئی ہے۔ اگر درحقیقت یہ اندازہ درست ہے تو اس مین
کلام نہین کہ منجملہ اور مشکلات کے یہ بھی ضرور ہے کہ ریاست کی
آمدنی مین بہت کچھ نقصان ہوا ہے، یہ آپ کا حصہ ہوگا کہ
مدبرانہ تدابیر سے اس آبادی کو پورا کر کے ریاست کی محاصل
کو درست کرین گورنمنٹ عالیہ اور ریاست کے باہمی تعلقات
کی بابت فرمان روائے بھوپال کے روبرو زیادہ ضرورت
گفتگو کی نہین معلوم ہوتی۔ جس دن سے گورنمنٹ عالیہ ہند کے
تعلقات سنٹرل انڈیا کے رؤسا کے ساتھ شروع ہوئے اُسی آن سے
رؤسائے بھوپال خلوص دل اور عقیدت سے اپنے عہد و پیمان پر
ثابت قدم رہنے کے واسطے مشہور رہے۔ اور مجھکو کامل اعتماد ہے
کہ آپ بھی حسن عقیدت اور وفاداری کے اُس بلند پایہ شہرہ کو
جو آپ کو بزرگون سے ورثہ مین ملا ہے خود بے داغ قائم رکھکر
اپنے متاخرین کے واسطے اُسی حالت مین ودیعت کرین گی
جبن آپ کو آپ کی مسند نشینی پر مین خلوص دل سے گورنمنٹ
ہند کی طرف سے اور تمام بیگم صاحبات و انگریز صاحبان موجودہ دربار کی
طرف سے اور خود اپنی طرف سے مبارکباد کہتا ہون اور ہم سبھون کی یہ تمنا ہے کہ انشاء

آپ آئندہ کامیاب اور اقبال مند ثابت ہوں، خدا کرے قدسیہ بیگم
صاحبہ کی طرح آپ عمر دراز پاویں اور شہرت و اقبال مندی میں
نواب سکندر بیگم صاحبہ اور شاہجہان بیگم صاحبہ کی آپ ہم پایہ ہوں۔"

اس تقریر کے بعد ہر ہائینس نے ایستادہ ہو کر اپنی تقریر شروع کی جس میں پہلے اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کا رنج و افسوس تھا بعدہ ملکِ معظم قیصر ہند کی ممنونیت اور میجر میڈ کا شکریہ تھا پھر ریاست کی سقیم حالت کا سرسری تذکرہ کر کے برٹش گورنمنٹ کی وفاداری اور رعایا کی بہبودی و فلاح میں ثابت قدم رہنے کی خداوند کریم سے امداد و اعانت کی دعا تھی۔

ریاست کی حالت | اس وقت ریاست کی جو سقیم حالت تھی اس کا اندازہ میجر میڈ کی تقریر کے ساتھ ہر ہائینس کی تقریر کے ان جملوں کو ملا کر کرنا چاہیے کہ۔

"مالی حالت ریاست کی بوجوہ چند در چند نہایت قابل توجہ ہے اور رعایا میں افلاس و نادہندی سرایت کر گئی ہے اگرچہ اس میں مجھے بہت ہی مشکلات کا سامنا ہو گا کیونکہ افتادہ زمینوں کا ازسرنو آباد ہونا خصوصاً ایسی حالت میں کہ تقریباً ایک ثلث مردم شماری گھٹ گئی ہو بالضرور ایک اہم کام ہے مگر جس احکم الحاکمین نے اپنے ملک اور اپنی مخلوق کی حفاظت میرے سپرد کی ہے مجھ امید ہے کہ وہ ہر کام میں میرا معین و مددگار ہو گا۔"

انتظامِ ملک

غرض ہر ہائینس نے ہمت و استقلال محنت و سرگرمی قابلیت و بیدار مغزی کے ساتھ ان ہی رنج آمیز دنوں میں کام شروع کر دیا۔ تمام دفاتر ریاست کا بہ نفس نفیس معائنہ فرمایا

اور ہر صیغہ کے کام سے واقفیتِ تامہ حاصل کی چونکہ وزیر ریاست مولوی عبدالجبار خان صاحب بہادر سی، آئی، ای۔ بوجہ ضعیف العمری مستعفی ہو گئے تھے اسلئے ریاست کے نظم و نسق کو براہ راست اپنے دست مبارک مین لیا اور بجائے وزیر ریاست کے دو اعلی عہدہ دار معین المہام اور نصیر المہام مقرر کئے۔

کسی ملک کی حالت کا اندازہ کرتے وقت سب سے پہلے مالگذاری و خزانہ ٹیکس، حالتِ مزارعین عدالت و پولیس۔ امور رفاہ عام پر نظر پڑتی ہے اور پھر اُن مصارف پر غور کیا کیا جاتا ہے جو اس تمدنی حالت کے پیدا کرنے یا رکھنے یا اُس کو ترقی دینے مین ہوتے ہین۔ فوج بھی ملک کی تمدنی حالت و ترقی کا ایک آئینہ ہوتی ہے۔ جس مین فرمانروائے وقت کی سپاہیانہ اولی العزمی منعکس ہوتی ہے۔

بندوبست | تمدنی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے جن چیزون کو مندرجۂ بالا سطور مین ظاہر کیا گیا ہے اُن مین سب سے اول مالی حالت قابل لحاظ ہے اور مالی حالت کا انحصار ہمیشہ مالگذاری اور ٹیکسون کے عمدہ انتظام پر ہوتا ہے اور مالگذاری کا عمدہ انتظام بندوبست کی خوبی پر منحصر ہے۔

سرکار عالیہ نے انتظام بندوبست پر بہت کچھ غور فرمانے کے بعد صدر نشینی کے تیسرے سال پنج سالہ بندوبست فرما دیا۔ اور پھر انیس سالہ بندوبست کیا گیا یہ بندوبست ایسے عمدہ اصول پر ہوا کہ عام طور پر رعایا نے پسند کیا اور ترقی زراعت، کاشتکار و نکے سرمایۂ محنت اور مستاجرون کی حالت اور ریاست کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا۔

انتظام مالگذاری | سالِ صدر نشینی مین کُل مطالبۂ مالگذاری ۲۸ لاکھ تھا مگر ۱۸ لاکھ سے زائد وصولی نہ تھی لیکن بندوبستِ نوزدہ سالہ مین ۳۵ لاکھ ۵۹ ہزار ۹ سو ۳۷ روپیہ مطالبہ قرار پایا جملہ انتظام لگان و مالگذاری قوانین و قواعد کے تحت مین لائے گئے بندوبست کے وقت کوئی موضع نہ تھا جس کی مستاجری کے لئے کئی کئی شخص خواہشمند نہ ہون۔

اس بندوبست سے پہلے وصول مالگذاری مین دربار کو اور وصولِ لگان مین مستاجرین کو ہمیشہ دقتین پیش آتی تہین۔ اور لگان و مالگذاری کی ایک کثیر مقدار بقایا مین رہ جاتی تہی لیکن اب اوقات و تواریخ معینہ پر بغیر دقت لگان و مالگذاری داخل ہوتی ہے۔

معافی بقایا بقایا کا بہت بڑا حصہ بہی رعایا کو معاف فرمادیا۔ اور اس طرح بندوبست کے وقت تقریباً کل ریاست بقایا سے پاک اور تمام رعایا اس بارگران سے سبکدوش ہوگئی۔ بندوبست کے ساتھہی ساتھہ آمدنی کے دوسرے صیغون کی بھی اصلاح فرمائی اور سب کو ضوابط و قواعد اور قوانین کے تحت مین کردیا اور ایسے تمام ٹیکس منسوخ کئے جن کو رعایا کے لئے تکلیف دہ تصور فرمایا۔

اصلاح خزانہ آمدنی کے بالمقابل ضروری مصارف اور خزانہ کی حالت ہمیشہ قابل لحاظ ہوتی ہے سرکار عالیہ نے خزانہ کو بالکل خالی پایا تہا اور اتنی بڑی ریاست کے خزانہ مین بہت ہی قلیل مقدار موجود تھی جس کی نسبت سرکار عالیہ جلد اول گوہر اقبال مین تحریر فرماتی ہین کہ:۔

"میری صدرنشینی کے وقت جو کاغذات داصلباقی دیکہے گئے
تو معلوم ہوا کہ سال تمام کی کل آمدنی ۱۸ لاکھ رہ گئی۔ خزانہ مین صرف
۴۰ ہزار روپیہ موجود تہا تنخواہ ملازمین کا صرفہ دولاکھ روپیہ ماہوار تہا۔
ربیع الاول کی تنخواہ تقسیم ہونے مین دس پندرہ دن باقی تھے
اور کوئی سبیل روپئے کے وصول ہونے کی نظر نہ آتی تھی!!"

حقیقت مین سرکار عالیہ کو جو پریشانی تھی اُس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کرسکتے ہین جو ہر وقت اُن کے تردد کو دیکھکر بے چین رہتے تھے۔ اور اس کی نسبت تو کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ جب ریاست بے انتہا اصلاحات کی محتاج تھی، قحط سالیون کا مقابلہ ہوچکا تہا تو خزانہ مین روپیہ کی کس قدر اور کیسی ضرورت تھی۔

ہر زمانہ اور ہر ملک مین کسی ریاست کے انتظامات کی درستی اور اصلاحات اور اُسکی ترقی وبہبودی کے لیے اور خصوصاً اس زمانۂ تہذیب و شائستگی مین جبکہ زندگی کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ روپیہ کی اُسی قدر ضرورت ہے جس قدر جسم انسان کے لیے خون کی۔ بغیر روپیہ کے حقیقت یہ ہے کہ پُرانے نظامات کو قائم رکھنا بھی سخت دشوار ہوتا ہے۔ ان صورتون مین مقدم فکر فنانس کی حالت درست کرنے کی ہوتی ہے۔

سرکارعالیہ اس نازک موقع پر اگرچہ متردد تھین لیکن اُنھون نے بے مثل ہمت اور مافوق العادت استقلال سے کام لیا اور خزانہ کی حالت درست کرنے کی طرف توجہ فرمائی اور اس توجہ کا بہت جلد کامیاب نتیجہ بھی نکلا۔

مین اس عنوان پر زیادہ بحث نہین کرون گا اور صرف اسی قدر لکھنا کافی سمجھون گا کہ جس طرح حضور ممدوحہ نے خزانہ کے معمور کرنے پر توجہ کی اُسی طرح اصلاحی اور ضروری مصارف مین دریغ نہین کیا اور خزانہ کی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے صرف اسی قدر کافی ہو کہ باوجود اُن تمام مشکلات کے جو درپیش تھین بغیر کسی قرض کے سرکارعالیہ نے ہر معاملہ مین جو ضروری تھا فیاضی کے ساتھ روپیہ صرف کیا اور اپنے خاندان کی تقریبات کے مصارف کا کوئی بار خزانۂ ریاست پر نہین ڈالا بلکہ اپنی ڈیوڑھی سے وہ مصارف ادا کیے۔ خدا کا شکر ہے کہ سرکارعالیہ کی کوششون مین برکت ہوئی اور اب ریاست کی فنانشل حالت نہایت عمدہ ہے۔

قوانین　یہ امر کسی دلیل وبرہان کا محتاج نہین ہے کہ حقوق کے تعین وتلافی امن عامہ اور انسدادِ جرائم کے لیے قوانین، عدالت، پولیس اور جیل کا وجود کی اہم ترین ضرورت ہے اور جس قدر قوانین عمدہ اور مکمل ہون گے اور ان صیغون مین اصلاحات وترقیان ہون گی اُسی قدر رعایا کو اپنے اور حکومت کے حقوق کی واقفیت وتمیز اور امن وآسائش نصیب ہوگی سرکارعالیہ نے اس ضرورت اور اس اصول کو بہت اچھی طرح محسوس فرمایا اور وضعِ قوانین کے متعلق خاص توجہ فرمائی اور اس وقت حضورعالیہ کے عہد معدلت مہد مین تمام ضروری

قوانین و قواعد نافذ ہین قانون کا اصل منشا یہ ہے کہ عدالت اور مدنیت فاضلہ کو حصول انصاف کی آسان ترین ذرائع کے ساتھ قائم کیا جائے۔ اسی وجہ سے ہر ہائینس نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی قوانین وضوابط کی اصلاح و اجرا کی جانب توجہ مبذول فرمائی۔ چنانچہ خاص اسی مقصد سے قدیم محکمہ کو جو تنظیمات کے نام سے موسوم تھا باقاعدہ طور پر قائم کیا جس مین ارکان ریاست کی مشورے اور غور و بحث کے بعد قوانین مرتب کئے جاتے ہین۔ یہ قوانین منظوری کے لئے ہر ہائینس کے حضور مین پیش ہوتے ہین۔ ہر ہائینس حسب موقع اگر ضرورت متصور ہو تو اُس مین تغیر و تبدل فرماتی ہین اور بعض قابل اصلاح امور کی ترمیم کر دیتی ہین یا ایسا ہوتا ہے کہ اعتراضات فرما کر پھر بحث و تدقیق اور نظر ثانی کے لئے واپس فرما دیتی ہین اور جب وہ ہر طریقہ سے مکمل ہو جاتے ہین تب نافذ ہوتے ہین۔

اس وقت تک جس قدر قوانین نافذ ہو چکے ہین۔ اور جن پر ریاست مین عمل درآمد ہے وہ تمامتر ہر ہائینس کی نظر اصلاح کا نتیجہ ہین۔ جن لوگون کو فن قانون کی نزاکتون اور مشکلات کا علم ہے وہ سمجھ سکتے ہین کہ وضع و تصنیف کی تمام شاخون مین اس سے زیادہ مشکل اور کوئی کام نہین لیکن چونکہ ہر ہائینس مثل اپنی گوناگون قابلیتون کے بہ حیثیت ایک مقنّن فرمانروا کے بھی درجۂ خاص رکھتی ہین اسلئے وہ اس راہ کی تمام مشکلات اور صعوبات پر حاوی ہین۔ وہ جس طرح ایک اعلیٰ درجہ کی فرمانروا، ایک مدبّر، ایک منتظم، ایک نگران کار اور ایک جج ہین اُسی طرح مقنن اور واضع قانون بھی ہین۔ فطرت کی فیاضی جب کسی پر مبذول ہوتی ہے تو وہ ایک دماغ مین متعدد دماغون کے جوہر پیدا کر دیتی ہے۔

عدالتین قوانین کے ساتھ عدالتون اور وکیلون کی تہذیب و اصلاح پر بھی توجہ فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بھوپال کی عدالتون کا وقار خاص طور پر تسلیم کیا جاتا ہے خود حضور ممدوحہ بہ نفس نفیس عدالت کا کام کرتی ہین اور آپ کی عدالت آخری اپیل کی عدالت ہے غالباً ہر ہائینس ہی وہ پہلی خاتون ہین جنہون نے ایک جج اور عدالت کے مرکز اعلیٰ کی صورت مین اپنے آپ کو نمایان کیا ہے اور پھر ایسے

فرائض کمال لیاقت کے ساتھ انجام دیے ہین آپ کے فیصلے بطور نظائر ریاست کی عدالتون کی رہنمائی کے لئے شائع ہوتے رہتے ہین۔

پولیس | پولیس کی تنظیم پر بھی توجہ مبذول ہوئی اور اس جمعیت کو رفتہ رفتہ اس درجہ پر پہنچا دیا کہ ممالک متحدہ کے انسپکٹر جنرل پولیس نے اس کی نسبت یہ ریمارک تحریر کیا ہے:۔

"اُن کی صورت ظاہری دیکھکر مین خیال کرتا ہون کہ کسی دیسی ریاست کی اس سے بہتر پولیس اب تک میرے دیکھنے مین نہین آئی جو کچھ اب دیکھنے مین آیا مین اُس کو دیکھکر حیران رہ گیا اور ترقی یافتہ دیسی ریاستون کی پولیس کی بابت میرا خیال ہی بدل گیا۔"

بعض یورپین افسرون نے تو یہ ریمارک کیا کہ:۔

"ریاست بھوپال کی پولیس تمام ریاستہاے ہندوستان کی پولیس سے برتر ہے"

جیل | جیل کی بھی اصلاح ہوئی قیدیون کو کام سکھانے کے لئے متعدد کارخانے جاری ہین قالین، دریان، تولئے نہایت عمدہ تیار ہوتے ہین دستی کرگھون پر مختلف وضعون کے ریشمی کپڑے موزے، بنیان۔ بُنے جاتے ہین۔ باغبانی کا کام سکھایا جاتا ہے۔

تعلیم | بھوپال مین ہر ہائینس کی صدر نشینی سے قبل تعلیم انگریزی سے جو وحشت و نفرت تھی اب محض ہر ہائینس کی مختلف تدابیر اور شغف تعلیمی کی بدولت اُس کا ایک چوتھائی اثر بھی باقی نہین جابجا بھوپال کے مدرسون مین ہر طبقے کے طالب علم نظر آنے لگے ہین اور باشندون مین تعلیمی ضرورت کا احساس پیدا ہو چلا ہے۔ یہ سب ہر ہائینس کے ذات خاص کی ترغیب و تحریص کا نتیجہ با ہرہ ہے اسی سلسلہ مین جاگیرداران و اخوان ریاست کو تعلیم پر مائل کرنے مین خاص کوششین عمل مین لائین اور اُن کو ہر موقع پر تعلیم کی نصیحتین کین اور عطیات و انعامات اور عطاے اخراجات کے ذریعہ سے اُن کی تالیف قلب کی اور ایسے ذرائع بھی اختیار کئے جن سے ایک حد تک حصول تعلیم کے لئے وہ مجبور بھی ہوگئے خود اپنے فرزند اصغر کو اسی لئے اسکول مین داخل کیا کہ وہ عام طبقات رعایا کے

نمونہ ہوں۔ غرض اس پندرہ سال کے عرصہ میں جب سے کہ ہر ہائینس نے توجہ کی یہ نخل سعی وکوشش روز بروز نشو و نما پاتا گیا۔ اور اب الحمدللہ کہ اس میں گل و ثمر آ رہے ہیں۔

وظائف و امداد تعلیم — ہر ہائینس نے یہ دیکھکر کہ راہ تعلیم میں افلاس و غربت ایک سنگ راہ ہے غربا اور غیر مستطیع حصہ رعایا کو بہ کثرت وظائف عطا فرمائے اور دیگر مختلف طریقوں سے امدادیں مرحمت کیں تاکہ ابتدائی تعلیم بہ آسانی حاصل کر سکیں۔ اسی طرح انٹرنس پاس کرنے کے بعد جو طلبا اعلیٰ تعلیم کے لئے جائیں یا صنعت و حرفت کی کسی شاخ کو اختیار کریں اُن کے لئے معقول وظائف مقرر کئے ہیں جو ہر سال صدہا نادار طلبا کی تعلیم کے کفیل ہیں۔

مذہبی تعلیم — تعلیم مذہبی کے لئے بھی ایک جداگانہ مدرسہ ہے جس کے لئے طلبا کو وظائف عطا کئے جاتے ہیں۔ اور دستار بندی کا باقاعدہ جلسہ منعقد ہو کر فارغ التحصیل طالب علموں کو دستار فضیلت اور سند دی جاتی ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم کا خاص خیال ہے اور یہ امر مدنظر رہتا ہے کہ ترتیل وصحت کے ساتھ پڑھایا جائے۔ اس لئے مدرسہ حفاظ قائم فرمایا ہے جس میں صحت و ترتیل کے ساتھ تجوید و قرارت بھی سکھائی جاتی ہے۔

مدرسہ طبیہ آصفیہ — ہر ہائینس طب یونانی کی بہت بڑی مربی اور حامی ہیں۔ تمام ریاست میں یونانی شفاخانے جاری ہیں لیکن ہر ہائینس کی اصلاح پسند طبیعت اس شاخ میں بھی ترقی کی جانب مائل ہے اور ایک مدرسہ طبیہ آصفیہ صاحبزادی آصف جہان بیگم صاحبہ مرحومہ کے نام نامی سے موسوم کر کے جاری فرمایا ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ طب یونانی کے ساتھ سرجری کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اور اس طرح اُس نمایاں نقص کا ایک حد تک علاج کیا گیا ہے جس نے طب یونانی کو باوجود بہترین علاج ہونے کے جدید فنون طبیہ کے مقابلہ میں کمزور کر دیا ہے۔

ہر ہائینس نے گذشتہ عرصہ کی توجہ کے نتائج پر غور کرنے کے بعد آغاز سنہ ۱۹۱۸ء میں نہایت فیاضی سے تعلیمی اسکیم کی توسیع فرمائی ہے اور بلدہ خاص میں جبری تعلیم کا قانون نافذ فرمایا ہے۔

کتب خانہ حمیدیہ — ابتداً سرکار خلد نشین کے زمانے میں یہ لائبریری قائم ہوئی تھی جو ایک مدرسے کی

شاخ تھی اور اُس مین نہایت نادر و نایاب کتابین جمع تھین لیکن سرکار خلد مکان کی آخری زمانہ مین کتابون کی بڑی تعداد مختلف طریقون سے تباہ ہوگئی اور لائبریری صرف چند معمولی کتابون کا مجموعہ ہو کر رہ گئی۔ اب سرکار عالیہ نے اُس کو از سر نو مرتب فرما کر ایک مستقل عملہ اور بجٹ معین فرمایا ہے۔ ہر سال مفید اور کار آمد کتابون کا اضافہ ہوتا رہتا ہے اور اس کی لئے ایک نہایت شاندار اور وسیع عمارت جداگانہ تیار ہوگئی ہے۔ یہ لائبریری نوابزادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بالقابہ کے نام سے موسوم ہے اور ۱۹۱۲ء مین لارڈ ہارڈنگ ویسرائے ہند نے اس کا افتتاح کیا تھا۔

میوزیم | نومبر ۱۹۰۹ء مین ہز امپیریل مجسٹی ایڈورڈ ہفتم کے اسم گرامی سے موسوم کرکے ایک میوزیم قائم کیا گیا۔ اور ہز ایکسلنسی لارڈ منٹو سابق ویسرائے ہند نے اس کا افتتاح فرمایا یہ سنگ سرخ کی ایک نہایت خوبصورت عمارت ہے۔ جو لیڈی لینسڈون ہسپتال کے قریب سڑک پر واقع ہے اس عمارت مین علاوہ اور اشیای نادرہ کے شجاعانِ ریاست کے استعمالی اسلحہ جس میں بڑا حصہ ریاست کی قدیم ساخت کا ہے قابل دید ہے۔ اس کا باغ بھی بہت ہی دلچسپ ہے اور ہفتہ مین دو دن تفریح عامہ کے لئے اس میں بینڈ بجتا رہتا ہے۔

میونسپلٹی | اگرچہ میونسپلٹی کے حقوق ایسے قصبون یا شہرون مین دئے جاتے ہین جہان کے باشندون مین اشاعتِ تعلیم ولیاقت نے لوکل سیلف گورنمنٹ کی پوری صلاحیت پیدا کردی ہو لیکن ہر ہائینس نے محض اس لئے کہ یہان کے باشندون مین کام کرنے کا شوق پیدا ہو اور اُن کو آہستہ آہستہ ایک متمدن شہری بنایا جائے اہل شہر کو میونسپلٹی کے حقوق عطا فرمائے ہین۔ اس کے قواعد وضوابط مکمل ہین اس کے زیر انتظام صیغہ حفظان صحت روشنی شوارع بلدہ کی درستی، ذباحی، آب رسانی وغیرہ ہے۔ عموماً اس کے اخراجات کا بہت بڑا حصہ خزانۂ شاہی سے مرحمت فرمایا جاتا ہی خاص میونسپل آمدنی بہت کم ہی اور ایسے وسیع انتظاما کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ان آخری سالون مین جب سے کہ اس کا انتظام نوابزادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خان

صاحب بہادر بی اے کے دست مبارک مین تفویض کیا گیا ہے میونسپل نے ایک خاص وقعت حاصل کرلی ہے اور اس کی منفعت کے نمایان نتائج محسوس ہونے لگے ہین۔

حفظان صحت پر خاص توجہ ہے اور اس صیغہ کے تعلیم یافتہ اشخاص نگران افسر ہین گھرون کے اندر تک کی صفائی معائنہ کرنے کے لئے زنانہ اسٹاف ہے۔

تمام گلی کوچون کی رہگذرون کو پختہ کیا گیا ہے لاکھون روپیہ سے ڈرینج کی تعمیر ہو رہی ہی۔ جابجا خوشنما پارک بنائے گئے ہین۔ شہر اور بیرون شہر کے قدرتی مناظر کو انسانی صنعت سے نہایت نظر فریب بنایا گیا ہے اور حصہ شاہجہان آباد مین نوجہان درجہ بدرجہ نشیب و فراز مین تین سڑکین اور ان سڑکون کی درمیان مین جو تالاب ہین ان مین ایک عجیب دلفریبی پیدا کردی گئی ہی

برقی روشنی | ۱۹۰۹ء سے برقی روشنی کا بھی بلدہ میں انتظام کیا گیا ہی خاص خاص سڑکون اور تمام محلات و عمارات سرکاری مین اب بجلی کی روشنی ہوتی ہی۔ ارادہ تھا کہ تمام شہر مین برقی روشنی کی جاے لیکن انجن مین اتنی قوت نہین ہی کہ وہ تمام شہر کی روشنی کے لئے کفایت کر سکے اس لئے ایک نیا انجن انگلستان مین تیار کرایا گیا لیکن وہ فوجی ضروریات کے لئے گورنمنٹ کو سپرد کر دیا گیا۔ اب بعد جنگ جدید انجن جو تمام شہر کو کافی روشنی پہنچا سکے نصب کیا جائیگا۔

شفاخانہ جات | ریاست بھوپال مین بزمانۂ سرکار خلد نشین یونانی شفاخانے اور بہ عہد سرکار خلد مکان ڈاکٹری شفاخانے قائم ہوے۔ ان دونون محکمات طبی پر ہمیشہ نہایت فیاضی کے ساتھ روپیہ صرف کیا گیا لیکن زمانے کی روز افزون ضرورتون سے اصلاح و ترقی کی بہت احتیاج تھی سرکار عالیہ نے ان دونون صیغون مین نمایان اصلاحات کین۔

مدرسۂ طبیہ کے تعلیم یافتہ شہر و مفصلات مین مقرر کئے جاتے ہین۔ ڈاکٹری شفاخانون کی تعداد مین بھی اضافہ فرمایا ہے اور شہر کے بڑے شفاخانے "پرنس آف ویلز ہسپتال" مین بھی توسیع فرمادی ہے۔

۱۸۹۲ء مین سرکار خلد مکان نے لیڈی لینسڈون ہاسپٹل قائم فرمایا تھا جس مین دایہ گری کی

تعلیم کا بھی ساتھ ہی ساتھ انتظام ہوا تھا۔ سرکار عالیہ نے اس ہسپتال کی اصلاح اور ترقی
کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ دایہ گری کی تعلیم کو وسعت دی، نرسنگ اسکول جاری کیا جس مین
طالبات کو وظائف دیے جاتے ہین۔ اور پھر ایک انفینٹ ہوم (دارالاطفال) کا اضافہ فرمایا
تعلیم پانے والی عورتون کے وظائف بھی مقرر فرمائے اور اُن دائیون کو جنہون نے کوئی سند
حاصل نہ کی ہو تنبیہ کر کے بذریعہ حکم مشتہرہ کے اپنا پیشہ کرنے کی ممانعت کر دی۔

تعمیرات ہر ہائینس کی خاص دلچسپی کی چیزون مین سے صیغۂ تعمیرات بھی ہے جس کا اُن کو ہمیشہ سے
شوق رہا ہے۔ ہر ہائینس کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جس چیز کی طرف متوجہ ہوتی ہین اُس مین
جب تک ایک صاحبِ فن کا درجہ حاصل نہین ہوتا قناعت نہین فرماتین۔
تعمیرات کے شوق نے انجینئرنگ ورک کی طرف انھین توجہ دلائی اور اب اس مین اس درجہ
صحیح واقفیت پیدا کر لی ہے کہ ایک اچھے انجینئر کی طرح بڑی بڑی عمارتون کی نقشون کو تنقید سے
ملاحظہ فرماتی ہین اُن کے حسن و قبح کو محسوس کر کے غلطیون کی اصلاح کرتی ہین اور
بعض اوقات عمارتون کے خود ہی خاکے بناتی ہین۔

فنِ تعمیر مین خوش مذاقی نہایت نازک اور مشکل چیز ہے اور واقفیت و کمال کے ساتھ
مذاقِ صحیح کا پیدا کرنا بغیر مناسبت طبعی کے ممکن نہین۔

ہر ہائینس کو تعمیرات مین جو صحیح اور اعلیٰ مذاق حاصل ہے اس کا اندازہ اُن رفیع الشان اور دلفریب
عمارتون کی بیرونی و اندرونی تقسیم سے کیا جا سکتا ہے جو اُن کے دورِ حکومت کی یادگار ہین
اور جو شہر کی رونق کو دوبالا کر رہی ہین۔ زمانہ ولیعہدی مین ایوان صدر منزل اور باغ حیات افزا
کی تعمیر ہر ہائینس کی خوش مذاقی اور واقفیتِ فن کا نہایت اعلیٰ نمونہ ہے۔
صدر نشین ہونے کے بعد متعدد عمارتین جدید بنوائین جن مین احمد آباد کی تعمیر تو ایک مستقل آبادی ہے
جو نواب احتشام الملک بہادر (جنت آرامگاہ) کے نام نامی سے موسوم ہے۔ اور جس کی عمارتین
خاص طور پر نوابزادہ حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر کے واسطے تیار کی گئی ہین اور اپنے

دلچسپ اور نظر افروز منظر کے لحاظ سے بے نظیر ہین۔ ان عمارتون کو قدرتی طور پر مقام بھی ایسا دلچسپ ملا ہے۔ جس نے ان کی رعنائی کو دوبالا کر دیا ہے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی کی سطح پر ایک کوٹھی تعمیر کی گئی ہے اور اُسکے نیچے جانب جنوب بھوپال کا مشہور صاف و شفاف تالاب ہے مغرب کیجانب دور تک نشیب مین مسطح میدان ہے۔ شمال مین پہاڑیان ہین جنکے نیچے ایک سڑک ہے جسپر بجلی کی روشنی عجب جگمگاہٹ پیدا کرتی ہے۔ شام کو وہ سہانا وقت جب آفتاب اپنی آخری کرنون کے ساتھ اظہار ادب کرتا ہوا گوشۂ مغرب مین جاتا ہے تو یہ عمارتین ایک نہایت دلکش نظارہ پیدا کرتی ہین۔

شاہجہان آباد اور احمد آباد کے مابین جنرل کورٹ، ریونیو کورٹ، کتب خانۂ حمیدیہ دفتر نظیری اور متعدد بنگلون کا سمان بھی دلکش ہے۔ ان عمارتون کے علاوہ ایک بلند پہاڑی پر منزلِ قِرانُ السعدین اپنا جلوہ دکھا رہی ہے۔ لائبریری سے آگے بڑھ کر الگزنڈرا ہائی اسکول کی عمارت کا سلسلہ ملتا ہے یہ عمارت پہلے بے نظیر کے نام سے موسوم تھی جس کو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ (خلد مکان) نے تعمیر کرایا تھا لیکن ہر ہائینس نے اب اُس مین ترمیمات کرکے اسکول کے لئے نہایت مناسب و موزون بنا دیا ہے۔

اسی سلسلہ مین سڑک کے کنارے تاج المساجد کے احاطہ مین دار الشفقت (یتیم خانہ) اور مدرسۂ حفاظ کی بھی آمنے سامنے سنگین و خوشنما عمارتین ہین۔

شہر کے مشرقی حصہ مین (جو شہر اور جہانگیر آباد کے درمیان ہے) اسٹیشن کی سڑک تک ایڈورڈ میوزیم کی عمارت سنگِ سُرخ سے بنائی گئی ہے یہ عمارت بھی بھوپال کی قابل دید عمارتون مین سے ہے اور اپنی متعدد خوبیون کے لحاظ سے نہایت شاندار ہے اسکے متعلق ایک وسیع احاطہ اور اور ایک پارک بھی بنا دیا گیا ہے جہان شام کے وقت نہایت دلفریبی ہوتی ہے۔

پریڈ گراونڈ پر پہاڑی کے نیچے ملیٹری کلب ہے۔ جو نظرون کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

قلعہ کہنہ کے نیچے تالاب کے کنارے پر عہدہ دارون کے لئے آرام دہ بنگلے تعمیر ہوے ہین جو خوش منظری اور موقع کے لحاظ سے بہت دل آویز مقام بن گیا ہے۔

جہانگیر آباد کے اُس حصہ پر جہان گیسٹ ہاؤس اور لال کوٹھی ہے "منٹو ہال" کی
اور قلعہ فتحگڈھ کے پاس ہاسپٹل کی عمارتین اور متعدد بنگلے وغیرہ آج کل زیر تعمیر ہین اسیطرح
مضافات مین بھی ضروری عمارتین تیار ہو رہی ہین۔ ان سب اعلیٰ عمارتون کے نقشے خود
ہر ہائینس کے اعلیٰ مشورون سے مکمل ہوے ہین۔

فوج | ہر ہائینس نے فوج کی اعلیٰ تربیت اور زمانۂ حال کے مطابق اصلاح کرنے مین اپنی
توجہ روز مسند نشینی ہی سے مبذول فرمائی۔ اول اول چند خفیف تبدیلیان اور ابتدائی اصلاحات
کین لیکن فوراً ہی کامل اصلاحات کی بنیاد بھی قائم کر دی یعنی اپنے فرزندِ گرامی نواب زادہ
حافظ میجر جنرل حاجی محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی کو عساکر ریاست کے
عہدہ دارون مین داخل کیا اور حضور ممدوح نے اپنے ذاتی شوق اور اپنی شفیق والدہ کی مرضی کے
مطابق چند ہی دنون مین ایک اولوالعزم سپاہی کی طرح سپاہیانہ محنت کے ساتھ فوجی تعلیم
و تربیت حاصل کر لی اور متعدد مینوورس[1] مین اپنی فوج کے ساتھ شریک ہو کر حصہ لیا۔ اور آغاز
کار مین ہی وہ ہمت و سعی کی کہ برٹش فوجی افسرون نے ان کی محنت و جفاکشی اور رجمنٹ
اور برگیڈون کی قواعد مین دلچسپی لینے کا اعتراف کیا اور اس امر پر حیرت ظاہر کی کہ کیونکر اس
قلیل عرصہ مین انہون نے اتنی تعلیم حاصل کر لی۔ جب نواب زادہ ممدوح الشان پوری تعلیم و تربیت
حاصل کر چکے تو اُن کو سپہ سالار ریاست مقرر کیا گیا۔ اور اُن کی امداد سے تمام اصلاحات
عمل مین آئین تھوڑے ہی عرصہ مین سپہ سالار ریاست کی نگرانی اور ہر ہائینس کی توجہ سے عمدہ نتائج بھی
نکلنے لگے جنکی تمام فوجی افسرون نے داد دی اور تحسین کی۔ لارڈ کچنر نے اپنی سنہ ۱۹۰۸ء کی تقریر مین کہا کہ:

"سرکار عالیہ کی فوج کا معائنہ کرنے سے مجھکو نہایت درجہ خوشی ہوئی اور اعلیٰ درجہ کی
رپورٹین جو قبل اس کے مجھے پہونچی تھین مین اُن کی ذاتی طور پر تصدیق کرتا ہون
سرکار عالیہ اپنے سپاہیون کی بہتری دیکھ رہی ہین جو نہایت دلچسپی لیتی ہین اور جو عمدہ

---

[1] آزمائشی لڑائیان ۱۲

نگرانی اور کمانڈ آپ کے صاحبزادے کرنل عبید اللہ خان کرتے ہین اس سے نہایت ہی قابل اطمینان نتیجہ پیدا ہوا جو ہم نے آج صبح کو پریڈ پر دیکھا۔

لارڈ منٹو نے فرمایا کہ:۔

"یور ہائینس کیا مین یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہون کہ آپکے مفتخر اور دلاور خاندان کا جوش سپاہ گری خود آپ کو پوری طور پر ودیعت ہوا ہے۔ یور ہائینس اپنی امپریل سروس ٹروپس کی اوس آراستگی پر بجا ناز فرماسکتی ہین جو اُن کو اب حاصل ہوئی ہے اور جس کی تکمیل آپ کے صاحب زادے کرنل عبید اللہ خان کی سرگرمی کا نتیجہ ہے مجھے اس امر پر ناز ہے کہ وہ میرے ایڈیکانگ ہین۔

پھر دربار دہلی ۱۹۱۱ء کے موقع پر جب ہز امپریل مجسٹی نے فوج کا ریویو فرمایا تھا تو میجر ڈرمینڈ انسپکٹر جنرل نے حسب ذیل چٹھی بھیجی تھی۔

میری معزز دوست!

مین آپ کو مطلع کرتا ہون کہ یور ہائینس کے لانسرز نے بموقع دربار تاجپوشی دہلی نہایت عمدہ کام انجام دیا ہے اور ان سب نے اپنے اپنے مفوضہ فرائض کی انجام دہی مین نہایت سرگرمی اور اطاعت کا اظہار کیا ہے۔ اور ریویو کے روزان کی وجاہت شاندار تھی اور وہ سرکار عالیہ کے صاحبزادہ کی کمانڈ مین اس شان کی ساتھ مارچ کرتے تھی کہ بالعموم تماشائیون اور ماہران فن فوج نے نہایت تحسین آمیز نگاہون سی دیکھا اور جو فیاضانہ پیغام ملک معظم نے فوج کو دیا تھا، اُس مین امپریل سروس ٹروپس بھی شامل ہی ملک معظم نے آپکے افسرن کو باریابی عطا کی اور اُن کی عمدہ وجاہت کو دیکھکر اظہار خوشنودی فرمایا جو بڑی کامیابی آپکو دہلی مین اپنی فوج منتخبہ سے حاصل ہوئی اُسکی مبارکباد آپکو دیتا ہون

آپکا سچا دوست ڈرمینڈ

۱۹۱۲ء مین ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ نے اپنی تقریر مین ارشاد کیا:۔

آپ کی امپیریل سروس ٹروپس اس امر کی شہادت دیتی ہے کہ حفاظتِ سلطنت کیواسطے
ریاست بھوپال حصہ لینے کو تیار ہے۔ لارڈ کچنر نے انکی قابلیت کی حد درجہ تعریف کی ہے۔
غرض ہر موقع پر فوج اور سپہ سالار فوج کی تعریف ہوئی ہے۔ ہر ہائینس خود بھی کبھی کبھی فوجی
ریویو کو ملاحظہ فرماتی ہین۔ اور ایک نقادِ فوجی کی طرح ہر جزئیہ فوج کو معائنہ فرماتی ہین۔
اس زمانہ جنگ مین امپیریل سروس گریزن ڈیوٹی کو ایسے عمدہ طریقہ پر انجام دے رہی ہین
کہ ہز اکسلنسی لارڈ چیمسفورڈ نے[1] اسٹیٹ ڈنر مین اس کی تعریف کی۔

ریاست مین دورے ہر ہائینس نے گذشتہ عرصہ مین کل ممالک محروسہ کا متعدد مرتبہ دورہ فرمایا ہے
اور ان کے دورِ حکومت مین یہ دورے نہایت مہتم بالشان ہین جو نہایت سادگی کے ساتھ
کئے جاتے ہین اگرچہ عام طور پر سرکاری دوروں مین رعایا کو تکلیف ہوتی ہے لیکن ہر ہائینس کے
دورے اس قدر مختصر اور سادہ ہوتے ہین کہ رعایا کو مطلق تکلیف نہین ہوتی۔ ہر ہائینس جس وقت
ایک کیمپ سے دوسرے کیمپ کو روانہ ہوتی ہین تو ہر گاؤن کی سرحد پر دیہاتی عورتین بچون سمیت
گھڑے مین پانی بھر کر اور اُس پر کلس رکھکر حاضر ہوتی ہین اور جس وقت ہر ہائینس کی سواری
نظر آتی ہے تو گانا شروع کرتی ہین ہر ہائینس قریب پہنچتی ہین تو سواری رک جاتی ہے اور
چوبدار ہر ہائینس کے حکم سے کچھ زر نقد اُس کلس مین ڈالتا ہے اگرچہ اکثر ایک کیمپ کا دوسرے کیمپ تک
سولہ سولہ میل کا فاصلہ ہوتا ہے لیکن ہر ہائینس کیمپ مین پہونچتے ہی اجلاس شروع فرما دیتی
ہین اور اسی اثنا مین دادخواہ وغیرہ بھی حاضر ہو جاتی ہین بالمشافہ اُن سے حالات سنتی ہین اور بعض
اوقات فی الفور تحقیقات کیجاتی اور نتیجہ پیش ہونیکے احکام صادر کرتی ہین۔
زراعت پیشہ لوگ جوق جوق سلام اور عرض معروض کے لئے حاضر ہوتے ہین۔ ہر ہائینس نہایت
اخلاق کے ساتھ سب کا سلام لیتی ہین اُن سے باتین کرتی ہین اور وہ لوگ ایک عجیب سرور و انبساط مین
محو ہو کر جاتے ہین دن مین کسی وقت قریب کے دیہات کی عورتین جمع ہو کر سراپردہ شاہی مین

---

[1] ہز اکسلنسی کی پوری تقریر آئندہ صفحات مین درج ہے۔

باریاب سلام ہوتی ہیں۔ ہر ہائینس تمام عورتوں سے نہایت خندہ پیشانی اور شفقت سے پیش آتی ہیں اُن کے خانگی حالات سنتی ہیں۔ اور پھر اُن کو انعام و اکرام مرحمت فرماتی ہیں۔

طریق کار فرمائی | علیا حضرت کا طریق کار فرمائی ایک بڑا وسیع مضمون ہے جو اس مختصر تذکرے میں ادا نہیں ہو سکتا لیکن اگر اس کو بیان نہ کیا جائے تو کتاب تشنہ رہتی ہے اس لئے مختصراً بیان کرنا ضروری ہے۔

مختلف صیغوں کے مختلف سکریٹری ہیں جن کے شعبوں میں متعلقہ دفاتر سے کاغذات آتے ہیں ان کا غذات کا احتیاط کے ساتھ خلاصہ تیار کیا جاتا ہے اور اس طرح ہر روز ایک بڑی تعداد کاغذات کی روبکاری میں پیش ہوتی ہے عموماً صبح کا وقت ان کاغذات کے ملاحظہ کا ہوتا ہے حضور ممدوحہ ان کاغذات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے قلم سے احکام تحریر فرماتی ہیں ایسے احکام اکثر اوقات ایک مختصر توقیع کی شکل میں ہوتے ہیں اور بعض اوقات طولانی بھی ہو جاتے ہیں اور تمام جزئیات پر حاوی ہوتے ہیں۔ ملاحظہ طلب کاغذات پر فلیگ (نشان) لگا دیا جاتا ہے۔ اور علیا حضرت جب ضرورت سمجھتی ہیں تو اُن ہی کاغذات کو نہیں بلکہ مسل کے ہر ایک کاغذ کو ملاحظہ فرما لیتی ہیں۔

علیا حضرت کی توقیعات نہایت دلچسپ اور اخلاقی و ادبی حیثیت سے نہایت کامل ہوتی ہیں مثال کے لئے ہم ذیل میں چند ایسی توقیعات نقل کرتے ہیں جن سے کسی قدر اندازہ ہو سکیگا کہ اصلاحِ قومی میں علیا حضرت اپنے شاہانہ اقتدار کو بھی کس طرح کام میں لاتی ہیں۔

(۱) ایک درخواست امداد مصارف شادی پر امداد عطا فرماتے ہوئے محکمہ شریعت کو توجہ دلاتی ہیں کہ:-

قبل ازیں بھوپال میں مہر معجّل کا حکم جاری ہو گیا تھا اس پر عملدرآمد بھی تھا رفتہ رفتہ یہ رسم یہاں سے اُٹھ گئی مہر معجّل سنت ہے اگر یہ طریقہ جاری رہے تو مناسب ہے لیکن اسکے ساتھ دو باتوں پر غور کرنا چاہئے ایک مہر کا حیثیت شوہر پر باندھنا دوسرے جو دختر کے والدین غریب ہیں انکو نصف مہر پہلے دلوا دینا تاکہ وہ جہیز تیار کر سکیں یہ ہماری تجویز ہے۔ اس پر قاضی صاحب مفتی صاحب مع ممبران مجلس علماء غور کر کے اپنی تجویز سے مطلع کریں۔"

(۲) دوسری درخواست پر توقیع فرمائی کہ:-

"دو سو روپیہ دیا جاوے بوجہ نابینائی [illegible] کہ [illegible] مسلمانوں [illegible]

جس سے نہ دین کا فائدہ اور نہ دنیا کا نہ جن پر صرف کیا جاتا ہے انہیں کا فائدہ ہے۔ یہ رسومات ترک کرکے روپیہ ایسے کاموں میں لگایا جائے جو دین میں کام آئے یا دنیا میں۔
ہندوؤں نے بہت سی ایسی سبھائیں قائم کرکے ایسی لغویات کو روکا ہے لیکن حیف بر مسلمانان کہ اس کی جانب کسی کی نظر نہیں "۔

(۳) ایک درخواست اجازت قیام رباط مکہ معظمہ پر توقیع فرمائی۔
"رباط مساکین کے واسطے ہے آپ مسکین نہیں ہیں"

اگر کسی معاملہ میں کوئی امر دریافت طلب ہوتا ہے تو اس کو بالمشافہ پیش کرنے کا حکم دیا جاتا ہے خاص خاص معاملات جو اہم ہوتے ہیں اراکین ریاست بالمشافہ پیش کرتے ہیں ان پر تبادلۂ خیالات ہوتا ہے، اس کے بعد احکام صادر کئے جاتے ہیں۔
پھر تمام احکام ایک مقررہ شکل میں علیا حضرت کے سکریٹریٹ سے جاری ہوتے ہیں۔
تبادلۂ خیالات میں اقتدار شاہانہ سے نہیں بلکہ دلائل و براہین کی بنا پر عموماً علیا حضرت کی رائے غالب رہتی ہے۔ اور جب کبھی علیا حضرت کے دلائل و براہین بمقابلہ اراکین ریاست کی رائے کے ضعیف ثابت ہوتے ہیں تو علیا حضرت کو اس کے اعتراف اور اپنی رائے کی واپسی میں مطلق تامل نہیں ہوتا مگر ایسے اتفاقات شاذ و نادر ہی ہوتے ہیں۔
علیا حضرت جب کسی معاملہ پر تبادلۂ خیالات اور بحث فرماتی ہیں تو اس وقت عورت اور مرد کی دماغی قابلیتوں کے توازن کا نہایت نادر موقع حاصل ہوتا ہے۔

ایسے اوقات میں مباحثہ کا لہجہ اس قدر متین سنجیدہ اور دوسروں کے لئے حوصلہ افزا ہوتا ہے کہ آزادیِ بحث میں مطلق فرق نہیں آتا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود کسی اصلاح کے متعلق اپنا نوٹ تحریر فرما کر بھیج دیتی ہیں اور تبادلۂ خیالات کے لئے یا کسی معاملہ کی تفصیلات سمجھنے کے لئے عہدہ دار متعلقہ یا چند اراکین کو طلب فرما لیتی ہیں۔
ایک واحد ذات کے لئے گوناگوں اور نوع بہ نوع کاموں کا ہجوم اور یکے بعد دیگرے ان کی

پیشی جس قدر دلچسپ نظارہ ہے وہ صرف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ابھی معلوم ہوا کہ علیا حضرت کا غذات ملاحظہ فرما رہی ہیں تھوڑی ہی دیر میں کمرۂ اجلاس میں تشریف لائیں اور ریونیو اور فنانس کے معاملات پر ارکین ریاست سے بحث شروع ہوگئی یا کسی پولیٹکل معاملات پر تبادلۂ خیالات شروع ہوگیا اگر صاحب پولیٹکل ایجنٹ یا اور کوئی پولیٹکل یا فوجی عہدہ دار آگیا تو اُن سے ملاقات کی۔ اور مختلف معاملات پر گفتگو چھڑ گئی۔

علیا حضرت کی سیاست ملکی کے متعلق صرف اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ جذباتِ ترحم سیاست پر غالب آجاتے ہیں مگر اُسی حد تک جہاں تک کہ اشخاص اور دربار کا تعلق ہوتا ہے اور اصول انصاف و تلافیِ حقوق العباد پر اس کا اثر نہ ہو۔

عدالتی فیصلوں کا اپیل بنفسِ نفیس سماعت فرماتی ہیں مسل مقدمات کے مالہٗ و ما علیہ پر براہ راست واقفیت حاصل کرتی ہیں اور پھر آخری فیصلہ کے متعلق نوٹ تحریر فرما دیتی ہیں جو فیصلہ کی شکل میں مرتب ہو کر پھر ملاحظۂ اقدس میں پیش ہوتا ہے اور امضای شاہی سے مزین ہونیکے بعد شائع کیا جاتا ہے اگرچہ علیا حضرت تمام قانونی فیصلے صادر فرماتی ہیں اور قانونی باریکیوں پر پوری توجہ رہتی ہے لیکن کئی مرتبہ ارشاد فرمایا ہے کہ فیصلہ کا حقیقی لطف تو یہ ہے کہ فریقین سامنے موجود ہوں بالمشافہ دونوں کی سنکر اور اسی وقت جو ضروری شہادت ہو وہ سماعت کر کے زبانی فیصلہ صادر کر دیا جاوے۔

ہر مرحلۂ احکام میں علیا حضرت کا حافظہ اور ذہانت بہت ہی معین و مددگار ہوتا ہے کیونکہ کوئی معاملہ جو ایک مرتبہ نظرِ اقدس یا سمع ہمایوں سے گذر جاوے وہ نقش کالحجر ہو جاتا ہے اور معاملہ پیش ہوتے ہی ذہنِ رسا اُس کی علت غائی کو معلوم کر لیتا ہے۔

دربار

بھوپال میں اکثر دربار "قصر سلطانی" یا کوٹھی "راحت منزل" میں منعقد ہوتے ہیں مگر جب کسی بڑی تقریب پر عظیم الشان دربار کا انعقاد ہوتا ہے تو عموماً "صدر منزل" کا وسیع اور رفیع الشان ایوان منتخب کیا جاتا ہے۔

ہر ہائینس نے ماہ دسمبر ۱۹۰۹ء میں ایک عظیم الشان دربار ایوان صدر منزل میں منعقد فرمایا تھا جس میں تقریباً شہر کے ہر طبقہ کے معززین و اعیان جمع ہوئے تھے اور اپنی اثر اور عظمت کے لحاظ سے یہ دربار ریاست بھوپال کا ایک قابل یادگار منظر تھا۔ اگرچہ اُس کی عظمت و جلال کی تصویر لفظوں میں نہیں کھینچ سکتی تاہم اپنے شکستہ قلم سے خاکے کی ٹیڑھی سیدھی لکیریں کھینچ کر اس امر کی کوشش کروں گا کہ ناظرین کسی طرح ہلکی ہی سی جھلک دیکھ سکیں اور شاید اس طرح ناظرین کی آنکھوں میں دربارِ سلطانی کی تصویر پھر جائے۔

اب ذرا آنکھیں بند کر کے سب سے پہلے چشم تصور کو وا کیجئے اور دیکھئے کہ ایوان میں وسیع و بلند دالان ہیں دونوں دالان بدرجۂ غایت آراستہ و پیراستہ کئے گئے ہیں اور تمام آرائش میں مذاق صحیح کی جلوہ گری ہے سرکار دربار کے لئے نہایت خوب صورت اور نفیس کرسیوں کی قطاریں اس ترتیب سے مرتب ہیں کہ اُن پر بیٹھنے والوں کے چہرے تخت کی طرف رہتے ہیں اور جن کی یکساں وضع اور مسلسل سلسلہ کو سرسری نظر سے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت باقاعدہ اور منتظم فوج کے دستے دورویہ کھڑے ہیں۔ اب ذرا آگے بڑھئے تو دالان کے سرے پر ایک خوشنما تخت ہے اور تخت پر ایک مرصع طلائی کرسی رکھی ہے اس طلائی کرسی کے پیچھے چار خوب صورت چھوٹی کرسیاں نظر آتی ہیں جس سے یقین ہوتا ہے کہ اُفقِ جلالت و مرتبت پر مہر منور کے ساتھ ساتھ ستارے بھی چمکیں گے۔

چبوترہ پر مع بینڈ کے گارڈ آف آنر صف بستہ کھڑا ہے اندر تمام سول و ملیٹری افسر اپنی اپنی وردیاں اور پُرشوکت لباس پہنے ہوئے موکبِ سلطانی کے لئے چشم براہ ہیں اور سامنے گیلری میں ہائی اسکول کی اعلیٰ جماعتوں کے طلبا کی صف مؤدب بیٹھی ہے۔ دربار کے کل حصوں میں ہر چیز پر سادگی برس رہی ہے۔ باوجود اس سادگی کے یہ ایوان وقار و عظمت اور جاہ جلال کی تصویر ہے اور چاروں طرف ایک مؤدب خاموشی چھائی ہوئی ہے اور آخر اس پُرعظمت خاموشی اور سکون کا خاتمہ ہر ہائینس کی یکایک تشریف آوری پر ہوتا ہے جو ٹھیک

وقت پر باین صورتِ پُرجلال جلوا افروز ہوتی ہین کہ فرقِ مبارک پر ایک تاج نما ٹوپی ہے روے انور زیر نقاب ہے جس مین جمال شاہی مستور ہے جسمِ اقدس پر ایک کشادہ اور عریض برقع ہے جس کے دامن گون کی طرح زمین بوس ہوتے جاتے ہین۔

ہر ہائینس کے جلوہ افروز ہوتے ہی تمام مجمع سروِ قد تعظیم کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ سلامی کے لئے گارڈ آف آنر مین حرکت پیدا ہوتی ہے اور بینڈ نغمۂ مسرت شروع کر دیتا ہے۔

ہر ہائینس چند لمحہ کے لئے رُکتی ہین اور فوجی انداز سے دست ہمایون پیشانیِ اقدس پر جاتا ہے گویا اُن کی سلامی کو قبول فرماتی ہین۔ پھر آہستہ آہستہ تخت شاہی کی طرف حاضرین کا سلام لیتی ہوئی بڑھتی ہین اور اپنی طلائی کرسی پر رونق افروز ہوتی ہین۔

ہر ہائینس کے پیچھے نواب ولیعہد صاحب بہادر اور نوابزادہ برگیڈیر جنرل حاجی حافظ محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر سی، ایس، آئی کمانڈران چیف افواج بھوپال کے خورد سال صاحبزادون کے چہرے گویا ماہ چہاردہم کیساتھ ستارون کا جلوہ ہی جو چھوٹی چھوٹی کرچین سنبھالے ہوئے عقب مین فوجی انداز سے لئے ہوئے اور ہر ہائینس کی گون کو اُٹھائے ہوے اس طرح آرہے ہین کہ چہرون پر چشم بددور صغر سنی کی سادگی اور قدرتی معصومیت کے ساتھ سپاہیانہ بہادری کی بھی جلوہ آرائی ہے۔ اور رفتار متانت و تمکین کے ساتھ وقار و عظمت کی ایک دل فریب مثال ہے۔

ہر ہائینس کے رونق افروز ہونیکے بعد صاحبزادگانِ عالی مرتبت بھی عقب مین اپنی اپنی کرسیون پر جلوہ فرما ہوتے ہین۔ چند منٹ تک ایک پُر اثر خاموشی پھر طاری ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ گذرنیکے بعد ہر ہائینس کھڑی ہوتی ہین اور اپنی دل آویز و وقار اثر تقریر شروع کرتی ہین اگرچہ دربار کی آرائش و تزئین اور شان و شوکت کی صحیح تصویر کھینچنا مشکل تھی تاہم راقم کے ٹوٹے پھوٹے قلم نے ایک دُھندلا سا نقشہ صفحۂ کاغذ پر کھینچ ڈالا مگر نطقِ شاہی کی نسبت راقم اگر کچھ لکھنا چاہے تو کیا لکھے۔ ہر ہائینس کے انداز تقریر کی متانت و سنجیدگی اور لطافت ایک ایسی ناممکن التعبیر کیفیت ہے کہ اُس کا نقشہ کھینچنے کے لئے راقم کے پاس کوئی ایسا سامان نہین ہے جس سے ناظرین کو اس منظر کا مشاہدہ کرا سکے بہرحال یہ تقریر جب اثر و محویت کے ہجوم مین ختم ہو گئی تو اعیان و ارکان

ریاست کے مجمع میں نذر پیش کرنیکے لیے حرکت ہوئی سب سے پہلے علیا حضرت کی والا مرتبت نور العین بڑھے۔ ان کی بعد اعیانِ خاص اور بہ علی الترتیب تمام سول و فوجی عہدہ دار اور وابستگانِ دولت نے نذریں پیش کیں اور خلعتِ قبول سے سرفراز ہوئے جب نذریں پیش ہو چکیں تو ہر ہائینس جس طرح تشریف لائی تھیں اُسی طرح تشریف لے گئیں اور اس طرح یہ شاندار اور دلفریب منظر ختم ہوا۔

ایک زنانہ دربار

ناظرین نے ہر ہائینس کے اُس طریقِ دربار کو تو معائنہ کر لیا جو آفیشل دربار کی حیثیت میں تھا اب ہم ایسے دربار کی سیر کراتے ہیں جس میں صرف عورتیں ہی شریک تھیں اور جو خالص زنانہ دربار تھا یہ دربار اپنی عظمت و نوعیت کی لحاظ اور مقصد کی عمدگی و اہمیت کے خیال سے ایک ایسا دربار تھا جس کی مثال صرف ہر ہائینس ہی کی روشن ضمیری اور ذاتِ اقدس سے اور ہر ہائینس ہی کی دورِ حکومت میں قائم ہوتی ہے۔ کاش اس دربار کا منظر کسی قابل خاتون کی ہاتھ سے کھینچا جاتا تو زیادہ پُر لطف ہوتا چند سال ہوئی کہ ہر ہائینس نے بہ نفس نفیس مدرسۂ سلطانیہ کی متعلمات کا امتحان لیا امتحان کے بعد ہر ہائینس نے یہ دربار منعقد کیا جس میں کامیاب لڑکیوں کو انعام تقسیم فرمایا۔ اس دربار کی ایک روئداد مرتب کی گئی تھی جس کے واقعات ہم اُس روئداد سے اقتباس کر کے پیش کرتے ہیں۔

ایوانِ صدر منزل اگرچہ ہمیشہ آراستہ رہتا ہے لیکن اُس روز خاص طور پر آراستگی کی گئی تھی شہ نشین اور وسیع دالانوں میں کارچوبی فرش اور بیش بہا قالین بچھے ہوئے تھے تاج شہ نشین میں ہر ہائینس کی طلائی کرسی تھی اور اُس کے برابر دونوں طرف جناب قیصر دولہن صاحبہ (بیگم صاحبہ کرنل نواب محمد نصر اللہ خان صاحب بہادر ولیعہد ریاست) اور جناب شہر بانو دولہن صاحبہ (بیگم صاحبہ نوابزادہ حاجی حافظ جنرل محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر سی، ایس، آئی کمانڈر انچیف افواج ریاست) کی نفیس کرسیاں تھیں پیچھے ایک مکلف سوفہ پر شاہ بانو دولہن بیگم صاحبہ نوابزادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خانصاحب

بہادر بی اے) وصاحبزادی برجیس جہان بیگم کی نشست تہی اور یہی دونون اس وقت ملکۂ عالیہ کی "میڈ آف آنرز" تہین۔ برابر والی شہ نشین کی محرابون مین یورپین لیڈیز کے لئے اور دالانون مین دیگر معزز خواتین کے لئے بہ لحاظ مراتب اور گیلری مین مدرسہ کی لڑکیون کیواسطے نہایت قرینہ سے کرسیان بچہائی گئین تہین۔ شہ نشین اور صدر دالانون مین اور سہ دریون کی کرسیون پر مخملی غاشئے جن پر سنہری کام تہا پڑے ہوئے جگمگا رہے تھے۔ مشرقی جانب کے دالانون مین ہر ہائینس کی جانب سے نہایت تکلف کے ساتھ ریفرشمنٹ کا انتظام کیا گیا تہا اور انواع و اقسام کی تازہ فواکہ اور ہندوستانی و انگریزی مٹھائیان میزون پر چنی گئی تہین۔ مدرسہ کی مہتممہ کیطرف سے قریب پانسو کے انوی ٹیشن کارڈ ارا کین و دیگر معزز عہدہ دارون کی خواتین اور یورپین لیڈیز کے نام جاری کئے گئے تھے اور ہر ہائینس نے مہمانون کی آمد و رفت کے لئے ریاست کی بگہیان اور دوسری سواریان عطا فرمائی تہین۔ وقت معینہ پر چار بجے ہر ہائینس شاہانہ لباس اور جی، سی، آئی، ای، کی (روب) اور تمغہ سے مزین ہوکر نہایت عظمت و شان سے تشریف فرما ہوئین۔ اور بینڈ نے (جو صدر دروازہ کی بیرونی گیلری مین قائم کیا گیا تہا) سلامی ادا کی۔

اس جلسہ سے پیشتر اور کسی بی بی نے سوائے محل کی بی بیون کے حضور عالیہ کا لباس ان سنگہبانہ دیکہا تہا اور اکثر بی بیان ہر ہائینس کو اس لباس مین دیکھنے کی متمنی تہین۔ اس موقع پر ہر ہائینس کے اس لباس مین جلوہ فرما ہونے سے اور بہی اشتیاق بڑہ گیا تہا حتے کہ جو بی بیان اخیر صفوف مین بیٹھی تہین اُنہون نے اختتام کارروائی جلسہ پر لیڈی سپرنٹنڈنٹ سے درخواست کی کہ وہ ہر ہائینس سے ہماری خواہش کا اظہار کرین تاکہ ہم اُن کو اس لباس مین اچھی طرح دیکہہ لین۔

ہر ہائینس جب اپنی کرسی پر متمکن ہوئین تو مہتممہ صاحبہ نے اجازت حاصل کرکے

مدرسہ کی سالانہ رپورٹ سنائی۔ رپورٹ ختم ہونیکے بعد ہر ہائینس نے کرسی سے ایستادہ ہوکر اپنی مشہور فصاحت کے ساتھ ایک نہایت مختصر تقریر فرمائی۔ پھر فاطمہ سلطان صاحبہ نے حضور محتشم الیہا کی اسپیچ حاضرین کو سنائی جس کو حضور ممدوحہ بسبب ناسازیٔ مزاج زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد نہ فرما سکیں۔

اسپیچ ختم ہونے کے بعد مہتممۂ مدرسہ نے انعام پانے والی لڑکیوں کو نمبروار ہر ہائینس کے حضور میں پیش کیا اور ہر ہائینس نے اپنے دستِ مبارک سے انعام مرحمت فرمایا۔ بعد تقسیمِ انعام کے ہر ہائینس محل کے دوسرے حصہ میں تشریف لے گئیں اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے معمولی اور سادہ لباس میں ریفرشمنٹ روم میں مہمانوں کے ساتھ شریک ہوئیں اور ہر ایک مہمان سے عطوفتِ شاہانہ اور الطاف خسروانہ کا برتاؤ فرماتی رہیں اور نہایت شگفتہ دلی اور اخلاق کے ساتھ اُن سے ملیں تمام مہمان حضور ممدوحہ کے گرد جوشِ انبساط و مسرت اور خلوص و شکر گذاری کے ساتھ جمع تھے اس موقع پر بھی ہر ہائینس کی گفتگو اور بات چیت کا زیادہ تر حصہ لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق تھا۔"

منظرِ عید

جمعہ کی نماز عموماً مسجد آصفیہ میں ادا فرماتی ہیں جو ایوانِ صدر منزل کے بیرونی حصہ میں ہر ہائینس نے تعمیر کرائی ہے لیکن عیدین کی نماز کے لئے عیدگاہ میں تشریف لاتی ہیں جو شاہجہان آباد میں ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔ اس عیدگاہ کے دو حصے ہیں ایک زنانہ اور ایک مردانہ ان دونوں حصوں میں عید کے دن ایک پُر اثر اور شاندار مجمع ہوتا ہے ہندوستان کی تمامی اسلامی ریاستوں میں صرف بھوپال ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ عید کا دن والیٔ ریاست کی شرکت اور ایک اسلامی دارالامارت کی دینی شان و شوکت پُر عظمت منظر بن جاتا ہے۔

ہر ہائینس اکثر نماز سے کچھہ دیر پہلے ایک نہایت نفیس بند گاڑی مین جس مین حلمینین بڑی ہوتی مین تشریف لاتی ہین پہلے اردلی مین باڈی گارڈ اپنی خوشنما وردی مین مسلح ہوتا تھا مگر اب موٹر مین سوار ہوتی ہین۔ دروازہ بیت العیدین پر افواج ریاست مین سے بینڈ کی کمپنی و چیدہ رسالے صف بستہ سڑک پر ایستادہ رہتے ہین اور بھوپال کی کُل مسلمان آبادی عیدگاہ مین جمع ہو کر ایک طرف اپنے مالک حقیقی کے آگے سر بسجدہ ہوتی اور دوسری طرف اپنے شفیق فرمان روا کی عقیدت و محبت کی تصویر بن جاتی ہے۔

زنانہ حصہ مین مستورات شہر جمع ہوتی ہین ہر ہائینس یون تو ہمیشہ ہی سادہ لباس زیب تن فرماتی ہین لیکن عیدین کے موقع پر اُس مین بہت زیادہ سادگی ہوتی ہے۔ گاڑی سے اُتر کر اپنی جگہہ تشریف لے جاتی ہین اور کچھہ دیر نمازیون کا انتظار فرماتی ہین اور یہ انتظار عموماً تسبیح و تہلیل مین صرف کیا جاتا ہے خطبہ کے بعد اعزاز عیدین توپین سر ہوتی ہین اور سب سے پہلے ہر ہائینس سوار ہو کر مفت فرمائے قصر الامارۃ ہوتی ہین لیکن اُس جگہہ سے جہان ہر ہائینس نماز ادا کرتی ہین دروازہ تک عورتون کا مشتاقانہ ہجوم مصافحہ اور دست بوسی کے لئے اسلامی شان مساوات کا ایک عجیب منظر پیش کرتا ہے ہر ہائینس نہایت شفقت و محبت کے ساتھہ ہر عورت سے مصافحہ فرماتی ہین عید کی مبارکباد دیتی اور قبول فرماتی ہین۔ اس تھوڑے سے وقفہ مین جوان، بوڑھے، بچے عجب جوش و مسرت کے ساتھہ پہاڑی سڑک کے کنارون پر صف بستہ ہو جاتے ہین سواری نہایت آہستہ آہستہ جاتی ہے اور تمام لوگ نہایت ادب کے ساتھہ غلغلۂ سلام و نیاز بلند کرتے ہین۔

عید الضحےٰ کے دن بعد نماز و خطبہ عیدگاہ ہی مین اتنا وقفہ فرماتی ہین کہ زنانہ حصہ کے دروازے کے قریب قربانی ہو جائے

ویسرایان اور دیگر جلیل القدر برٹش

افسرون کی مہمانداری

ہر ہائینس کے عہد حکومت مین اس وقت تک علاوہ صاحبان ایجنٹ گورنر جنرل و سکریٹریان

گورنمنٹ اور دیگر ممتاز یورپین لیڈیز اور جنٹلمینوں کے ہزایکسلنسی لارڈ منٹو اور لیڈی منٹو ہزایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ اور لیڈی ہارڈنگ لارڈ کچنر سراو مور کرے کمانڈر انچیف افواج ہند بمبئی کے سابق مشہور گورنر لارڈ سیڈ ینہم صوبہ جات متحدہ کے لفٹنٹ گورنر سر جان ہیوٹ اور سر جیمس مسٹن اور لیڈی مسٹن اور آنریبل مسٹر مانٹیگو وزیر ہند بھی بھوپال مین تشریف فرما ہوے ہین اور ہرہائینس نے نہایت فیاضانہ طور پر سب کی مہانداری کی ہے چونکہ ویسرایان ہند اور سپہ سالاران اعظم کی آمد سرکاری طور پر ہوتی ہے اس لئے استقبال وغیرہ اُس شان و پیمانہ کے ساتھ ہوا جو ایسے موقعون پر عموماً ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ملاقاتون مین بھی قواعد و ضوابط کی پابندی رہتی ہے۔ لیکن لیڈیز کے ساتھ بے تکلفانہ ملاقاتین ہوتی ہین۔ اور ان کو بہ لحاظ جنسیت فطری طور پر جو ایک خاص دلچسپی ہوتی ہے اس سے ان کی ملاقاتین اور بھی پر لطف ہوجاتی ہین پھر کلب کے جلسے اور مدارس نسوان کے معائنے تو ان کے قیام بھوپال کا ایک ناقابل فراموش نظارہ ہوجاتا ہے۔

ہر ریاست مین ویسرائے ہند کی آمد کے موقع پر ایک ضابطہ کا دربار رئیس کے محل پر ہوا کرتا ہے جس مین سرداران وارکان ریاست بھی باریاب کئے جاتے ہین اس دربار مین از روے ضابطہ لیڈیز شریک نہین ہوتین لیکن جب بھوپال مین لارڈ منٹو تشریف لائے اور یہ دربار ایوان صدر منزل مین منعقد ہوا تو ہزایکسلنسی لیڈی منٹو کو اس کے دیکھنے کا کمال اشتیاق تھا کیونکہ درحقیقت مشرق و مغرب مین یہ بالکل نئی قسم کا سمان تھا کہ ایک فرمان روا بیگم کی ملک معظم کے قائم مقام کے ساتھ شاہی ضوابط دربار کے ساتھ ملاقات ہوتی ہے۔

ان کا یہ اشتیاق اس طرح پورا کیا گیا کہ محل پر ویسرائے کی آمد کے قبل وہ مع چند اور یورپین لیڈیز کے تشریف لائین اور گیلری مین اُن کی نشست کا انتظام کیا گیا جس وقت یہ دربار ہوا تو ہزایکسلنسی اور تمام لیڈیز محو نظارہ و حیرت تھین کہ کیسی شائستگی و متانت سے ایک مشرقی حکمران بیگم نے مغربی مراسم دربار کو ادا کیا۔

والیانِ ملک کے ساتھ مراسم

ہر ہائینس نے ایک موقع پر سلطنتِ برطانیہ کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ۔
"اس وسیع خطۂ ہند کو برٹش اقتدار و حکومت سے جسقدر گران قدر فوائد حاصل ہوئے ہین اُن مین سب سے زیادہ حصہ ہندوستانی ریاستون کو ملا ہے اور ان کے لئے ایک ایسا حصارِ امن قائم ہو گیا ہے جس مین اور کسی بیرونی خطرہ کا گذر ہی نہین ہو سکتا اور ہر وقت کے اندیشے جو مفسد جماعتون اور طاقتور ہمسایون سے رہتے تھے گویا صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئے ہین۔"

ہر ہائینس کا یہ اعتراف ایک حقیقتِ کامل پر مبنی ہے اور کوئی شک نہین کہ عہدِ برطانوی مین فرمان روایانِ ریاست نہایت امن و آزادی کے ساتھ بسر کرتے ہین، سیر و سیاحت کرتے ہین اور بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے اقتدار سے اندیشناک ہو اور مشتبہ نظرون سے دیکھا جائے۔ آپس مین ملتے جلتے اور ارتباط رکھتے ہین۔

غدر کے بعد الہ آباد اور آگرہ مین جو دربار ہوئے اُن مین رؤسا و والیانِ ہند کو پہلی مرتبہ سکون و اطمینانِ قلب کے ساتھ آپس مین ملاقاتون کا موقع ملا۔ نواب سکندر بیگم بھی ان دربارون مین بڑے اعزاز و افتخار اور تزک و احتشام کے ساتھ شریک ہوئین اور مختلف اوقات مین ہمعصر رؤسا سے ملاقاتین کین آمد و رفت مین جے پور، گوالیار، ریوان، دتیا وغیرہ مین بھی گذر ہوا اور وہان کے رؤسا نے اپنی اپنی ریاستون مین ان کا بہت احترام کے ساتھ استقبال کیا خصوصاً مہاراجگانِ گوالیار و جے پور نے تو انتہائی درجہ پر انتظامات کئے تھے۔

نواب شاہجہان بیگم سے بھی بعض والیان ملک سے دربارون کے موقعون پر ملاقاتین ہوئین لیکن رؤسا بھوپال سے مہاراجگان جے پور، گوالیار اور پٹیالہ کے ساتھ خاص عزیزانہ مراسم قائم ہو گئے اب ہر ہائینس کے زمانہ مین ان تعلقات نے بہت وسعت اختیار کر لی ہے اس ۱۷ سال مین

درباروں اور کانفرنسوں وغیرہ کے باعث بارہا بغیر تکلفات کے سب سے ملنے کا اتفاق ، مختلف معاملات پر خیالات کا تبادلہ اور دونوں جانب سے اتحاد وارتباط دلی کا اظہار ہوا ۔

یوں تو سب ہی سے ایسے مراسم ہیں لیکن مہاراجگان گوالیار ، پٹیالہ ، بیکانیر ، جام نگر ، کپورتھلہ و بڑودہ ، نواب صاحبان جاورہ ، مالیر کوٹلہ ، ہز اگزالٹڈ نظام سے بہت زیادہ مراسم ہیں مہاراجگانِ گوالیار ، جام نگر ، کپورتھلہ ، ولیعہد میسور اور اعلیٰ حضرت نظام ہر ہائینس کے مہمان بھی ہو چکے ہیں ۔ ہر ہائینس بھی دو مرتبہ گوالیار میں اور ایک مرتبہ حیدرآباد میں مہمان ہوئی ہیں تقریباً سب مہارانیوں اور بیگمات سے بھی عزیزانہ بے تکلفی کے ساتھ ملاقات اور مراسم ہیں ۔

خطابات

ہر ہائینس کی ان ممتاز قابلیتوں کے اعتراف میں جو نظم و نسق ملکی میں نمایاں ہوئیں سنہ ۱۹۰۴ء میں ہز امپریل مجسٹی کنگ ایڈورڈ ہفتم نے خطاب جی ، سی ، آئی ، ای سے ممتاز فرمایا اور اس خطاب کا تمغہ ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز (شہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند) نے اندور میں اپنے دست مبارک سے عطا کیا ۔

جنوری سنہ ۱۹۱۰ء میں پھر شہنشاہ ممدوح نے جی ، سی ، ایس ، آئی کا خطاب عطا کیا ۔

پھر سنہ ۱۹۱۱ء میں اعلیٰحضرت شہنشاہ معظم جارج پنجم نے دربار کے موقع پر سی ، آئی (تاج ہند) کا اور سنہ ۱۹۱۷ء میں جی ، بی ، ای کا خطاب دیا ۔ آخر الذکر خطاب فوجی اعزاز کا ہے اور اُن امدادوں کے صلہ میں عطا ہوا ہے جو ہر ہائینس نے موجودہ زمانۂ جنگ میں سلطنتِ برطانیہ کو دی ہیں ۔

دنیا کے حصہ میں ان تمام اعزازات وخطابات کی لحاظ سے شاید ہی کوئی خاتون حضور ممدوحہ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح حضور ممدوحہ اپنے کمالات و فضائل کی لحاظ سے فرد فرید ہیں اُسی طرح اپنی شہرت و عظمت اور اعزاز و احترام کے اعتبار سے یگانۂ روزگار ہیں ۔

نظم و نسقِ حکومت کے متعلق مدبرینِ سلطنتِ ہند کی رائیں

ہر حکمران اور فرمان روائے مُلک کی لائف میں سب سے شاندار حصہ ملک کا بہترین نظم و نسق

ہوتا ہے اور اسکا اندازہ مدبرین ملک کے اعتراف اور رعایا کی شکرگذاری اور خوشحالی سے کیا جاتا ہے
ہندوستان مین جو خودمختار رؤسا ہین وہ بذریعہ عہود ومواثیق کے برطانیہ کی شاہی گورنمنٹ سے
تعلق رکھتے ہین اور برطانیہ کی شاہی گورنمنٹ اپنے قائم مقامون کے ذریعہ سے رؤسا کے
نظم ونسق کی نگران اور مشیر رہتی ہے اور یہی عہدہ دار نظامِ حکومت کے ہر کلیہ وجزئیہ کو
نظرِ تنقید سے دیکھتے ہین۔ اور ان ہی کی رائین رؤسا ہند کے نظم ونسق اور تدبیرِ مملکت وقابلیت
فرمان روائی کا بہترین موازنہ ہین پس ہر ہائنیس کی اُن قابلیتون اور اون قابلیتون کے نتائج کے
متعلق اُن ممتاز مدبّرین کی ارشادات کا اقتباس درج کردینا کافی ہے ان اقتباسات سے
جہان ہر ہائنیس کی صفت حکمرانی کی اعلیٰ شہادتین نظر سے گذرتی ہین وہان حضور ممدوحہ کے
اُن نوع بنوع اور گوناگون اوصاف جمیلہ کا بھی اعتراف ہوتا ہے جو نہ صرف خواتین اسلام کے
بلکہ کُل مشرقی خواتین کے لئے اور خود دنیا کے مشرقی حصہ کے لئے مایۂ ناز ہین۔

آنریبل میجر ڈیلی(۱) علاوہ اسکے کہ مجھے اُس موروثی دوستی کا فخر حاصل ہے جس کی طرف
سرکار عالیہ نے اپنی نہایت مہربانی سے اشارہ فرمایا ہے دوسری وجوہات
بھی ہین جن کی باعث بھوپال تمام انگریزی قوم کے لئے حد درجہ کی دلچسپی اسوجہ سے
رکھتا ہے کہ تقریباً چار پشتون سے اس ریاست کے نظم ونسق کو زنانہ فرمانرواؤن نے
نہایت قابلیت اور عمدگی کے ساتھہ انجام دیا ہے جب ہم اپنے ملک (انگلستان)
کی ملکہ الیزبیتھ، این اور وکٹوریہ کی حکومتون پر نظر کرتے ہین تو ہم کو اعتراف کرنا
پڑتا ہے کہ اُس ریاست کے کارنامے کس قدر شاندار ہونگے جسکی حکمران ایک
ایسی خاتون ہی جو مثل سرکار عالیہ کے اس سے واقف ہے کہ جو وفاداری اور خیرخواہی کے
خیالات اس کی رعایا کے دلون مین موجزن ہوتے ہین۔ اُن کا بہترین استعمال کس طرح
ہونا چاہیے جو شخص سرکار عالیہ کے مرتبہ پر ہو میرے نزدیک اُسکے لئے اس سے بڑھکر اور
کوئی حوصلہ اور آرزو نہین ہوسکتی کہ تاریخ مین اس کا نام وکٹوریہ آف بھوپال کی صورت مین

تحریر کیا جائے۔

آنریبل مسٹر بیلی[۲] "مین چند موقعون پر ہر ہائینس کے جام صحت نوش کرنے کی عزت حاصل کرچکا ہون اور ان کی صحت کا جام نوش کرنے کا کام ایسا ہے جس کو مین نہایت خوشی سے کرتا ہون کیونکہ جیسا میرا تجربہ ہے اُسی طرح ہر شخص کو جس کو ہر ہائینس کی شناسائی کی عزت حاصل ہو یہ تجربہ ہے کہ جسقدر حالات اُس شخص کو ہر ہائینس کے معلوم ہوتے جائین گے اُسی قدر اُسکے دل مین ہر ہائینس کی جانب سے دو طرح پر عزت بڑہتی جائیگی۔ ایک اس بات کی کہ اُس شخص کو معلوم ہوگا کہ یہ ایک ایسی عالیشان خاتون ہین جن مین تمام اوصاف حمیدہ جو مستورات کے واسطے زیبا ہین بھرے ہوئے ہین اور دوسری عزت اس بات سے ہوگی کہ وہ بحیثیت رئیس کے ایسی ہین جو قابلیت اور محنت مین اپنے مقابلہ کے جملہ رؤسا سے کسی طرح کم نہین ہین۔ حالانکہ مردون کو محاورے مین زیادہ قوی کہا جاتا ہے جس کی میری راے مین کافی وجہ نہین ہے۔"

لارڈ کچنر[۳] "مین سرکار عالیہ کو یقین دلا سکتا ہون کہ مین بھوپال کی بابت نہایت ہی خوشگوار خیالات اپنے ساتھ لیجاؤن گا جو نہ صرف ملک اور دارالسلطنت ہی کے متعلق ہونگے بلکہ جلیل القدر رئیس کے متعلق بھی ہون گے جو نہایت قابلیت سے ریاست پر حکمرانی کرتا ہے۔"

ارل آف منٹو[۴] وائسرائے ہند "آپ کی توجہ فقط انتظام افواج کی طرف ہی مبذول نہین ہے بلکہ آپ کے اعلیٰ منتظم ملک ہونے کی شہرت نہایت بجا ہے امور ریاست مین آپ کے اُن اعلیٰ خیالات کا جو آپ نے نواب نصراللہ خان کے ذہن نشین کئے ہین یہ نتیجہ ہوا کہ اُنھون نے آپ کے قابل امداد دی آپ کی ترقی تعلیم خاص کر رؤسا ہند کی اعلیٰ تعلیم سے دلچسپی آپ کا تعلیم مذہبی کا احساس آپ کی علیگڈہ کالج اور دیگر تعلیم گاہون کو امداد، آپ کی اپنی جنس کی تعلیم سے گہری ہمدردی آپ کا اپنے ہم مذہب غرباؤن کے ساتھ شاہانہ کرم اور فیاضی اور آپ کا یہ اصول کہ اعلیٰ زمیندارانِ ملک عوام الناس کی کامون مین زیادہ نمایان حصہ لیکر

آئندہ ریاست کی امداد کا باعث ہون یہ سب باتین ایسی ہین جو ایک بڑی فرمانروا کے فرائض کی بیش قیمت نظیر ہین۔ اور جن کا عملدرآمد آئندہ ہندوستان مین حکومتِ برطانیہ کی بہی امداد اور تائید کا باعث ہوگا"

آنریبل مسٹر اوڈوائر(۵) "یہ ایک بڑی خوشی اور بڑا فخر ہے کہ ہمین نے ایک ایسے حکمران سے ملاقات کی جس کی شہرت تمام سلطنتِ ہند مین پہیلی ہوئی ہے اور اس خوشنما شہر اور اُسکے دلکش نواح کو دیکہا جسکو یور ہائینس کی خوش مذاقی اور امور عامہ مین دلچسپی نے اس قدر آراستہ کر دیا ہے مین یور ہائینس کی زبانی یہ سنکر بہت خوش ہوا کہ امسال بہت اچہی فصل کی امید ہو اور مین بہروسہ کرتا ہون کہ آئندہ بہی ایسے ہی اچھے موسم رہین گے جس سے دس سال پہلے کے قحط کی تلافی ہو جائیگی۔ جو کچھہ کہ یور ہائینس نے مجہہ سے کہا ہے اُس سے مجھے یہ بہی علم ہوا کہ ریاست کی مالی حالت روز بروز بہتر ہوتی جاتی ہے اور یہان کا انتظام آپ کے لائق حکام مال و عدالت اور خود یور ہائینس کی سخت نگرانی سے بڑی قابلیت اور خوبی سے ہو رہا ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میری پہلی مرتبہ کی سیر بہوپال کیوقت مجھکو موقع ملا کہ مین یور ہائینس کو خطاب جی، سی، ایس، آئی کی سند جس کا نشان یور ہائینس کو گذشتہ مہینے مین وایسرائے بہادر نے عطا کیا تہا اور اُس شاندار اور بجا خطاب کی مبارکباد دون جو شہنشاہ ایڈورڈ آنجہانی نے یور ہائینس کی دیرینہ وفاداری اور ادائگی فرائض اور پبلک کامون مین دلچسپی لینے کے صلہ مین عطا کیا تہا۔ یہ ایسی صفتین ہین جن مین ایک صدی کے قریب سے بیگماتِ بہوپال ممتاز رہی ہین لیکن ان کو یور ہائینس نے ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیا ہے کہ اب ان سے بڑہنا تو کجا ان کی برابری بہی بہت مشکل ہے"

پہر دوبارہ فرماتے ہین کہ۔

"حضرات جن واقعات کو کہ مین نے مجملاً خاکہ کھینچا ہے ایسے ہین جن پر ہر فرمانروا خواہ مشرق مین ہو

---

(۵) سر مائیکل اوڈوائر لفٹنٹ گورنر پنجاب۔

یا مغرب مین ناز کرے گا۔ لیکن ہر ہائینس اپنی اس نام آوری پر اکتفا کرنا نہین چاہتین اور اپنی کوششون کو فقط اپنی رعایا کی ترقی کیلئے محدود کرنا نہین چاہتین بلکہ اپنی ریاست کے باہر بھی جو کوئی تحریک دربارہ رفاہِ عام ہوتی ہے اُس کی اعانت و امداد فرماتی ہین چنانچہ اس کی ایک عمدہ اور قابل یادگار نظیر ان کی وہ بہتین اعانت ہے جو انہون نے ہندوستان مین اسلامی یونیورسٹی کے قائم کرنیکے لئے فرمائی ہے یہ ایک ایسی اسکیم ہے جس کی تکمیل کی صورت اب نظر آنے لگی ہے اور جس وقت یہ اچھے پیمانہ پر قائم ہو جائیگی تو ہم کو یقین ہے کہ ہندوستان مین ایک ایسی تعلیم گاہ ہو گی جو غرناطہ اور قرطبہ کی شان کو دوبارہ زندہ کردے گی یہ بیان کرنے کی مجھکو کوئی ضرورت نہین کہ ہر ہائینس نے تخت اور سلطنت برطانیہ کے حق مین اپنا فرض کس طرح ادا کیا ہے بس اسی قدر اس کا اظہار باعث مسرت ہے کہ رؤسا بھوپال کی وفا شعاری ضرب المثل ہے"

لارڈ ہارڈنگ (۲) وایسرائے ہند | سکندر بیگم صاحبہ کی اولاد جن سے کہ اُنکی خوشنما دارا سلطنت مین اس وقت مجھکو ملنے کا افتخار حاصل ہوا ہے قدم بہ قدم اپنے نامور مورث کے ہین اور اپنے خیر خواہانہ کارنامون کو انہون نے بدستور قائم رکھا ہے بلکہ اپنی رعایا کی اصلاح مین اُنھون نے جو فکرین کی ہین وہ مزید ہوگئی ہین۔ یور ہائینس کو جی۔ سی۔ آئی۔ ای و جی۔ سی۔ ایس۔ آئی کے خطابون کا افتخار حاصل ہی اور سال گذشتہ مین خود شہنشاہ معظم نے دہلی مین آپ کو تمغہ کرون آف انڈیا عطا فرمایا ہے۔ یہ شہنشاہ معظم کی دوستی اور لحاظ کی نشانیان ہین اور آپ کے عمدہ نظم و نسق کا اعتراف ہی اندرونی انتظاماتِ ملکی مین بھی یور ہائینس کا نام ویسا ہی مشہور ہے جیسی کہ آپ کی خیر خواہیِ تاج و تخت آپ نے اپنی ریاست اور رعایا کے فائدہ کیواسطے ان وسیع معلومات کے نتائج کو وقف کر دیا ہے جو آپنے انگلستان اور دیگر وسیع ممالک یورپ

اور ایشیا مین سفر کرنے سے حاصل کئے ہین اور جن کی زندہ شہادت وہ کتاب موجود ہی جو حال مین آپنے شائع کی ہی نظم و نسق ملک کی اصلاح مین جو ترقیان زمانۂ حال مین کی گئی ہین اُن کا اعادہ چندان ضروری نہین ہی مگر دو خاص مہتم بالشان امُور کا ذکر کرنا ضروری ہی جس سے کہ یور ہائینس نے ایک نظیر درخشان قائم کر دی ہی میرا اشارہ اُن احکام کیطرف ہے جو ترقیِ تعلیم نسوان کے متعلق آپنے جاری فرمائے ہین اور اُس دلچسپی کیجانب ہے جو اہم مسئلہ تعلیم اعلیٰ روساء و سرداران کی بابت آپنے لی ہی بعض حصہ جات ہندمین تعلیم نسوان کا اسقدر کم انتظام کیا گیا ہے کہ بعض اوقات یہ امر قریب قریب فراموش کر دیا جاتا ہی کہ عورتین مردون کی مان ہین۔ ایک خطرناک تعداد مین ہر سال بچون کا ملک مین ضائع ہونا اور ہر طبقہ کی عورتون کا تعلیم سے معرّا ہونا یہ عام طور پر سب کو معلوم ہے اور مجھے اُسکے صراحت کرنیکی ضرورت نہین ہے مگر ساتھ ہی اسکے مین یہ کہونگا کہ اہل ہند کی زندگانی مین یہ دونون امور جزو اعظم ہین ترقی مین جو مشکلات ہین وہ بے حد ہین مگر بحیثیت ایک خاتون اور والیہ ہونیکے یور ہائینس کو جو مواقع مل سکتے ہین وہ دوسرون کو نہین مل سکتے اور آپ نے جو ان مواقع کا عمدہ استعمال کیا وہ اُس کام سے ظاہر ہوتا ہے جو لیڈی لینسڈون ہسپتال اور مدرسہ سلطانیہ اور وکٹوریہ گرلس اسکول مین ہو رہا ہے۔

لارڈ چیمسفورڈ (۲) حال ہی (۳۱ جولائی ۱۹۱۸ء) مین ویسرائے کسلنسی لارڈ چیمسفورڈ اور لیڈی چیمسفورڈ بھوپال تشریف لائے تھے اس تقریب عالی کے موقع پر اسٹیٹ ڈنر مین ہزاکسلنسی نے جو تقریر فرمائی تھی وہ اس سلسلہ مین پڑھنے کے قابل ہے جو تمام و کمال ذیل مین درج ہے۔

"یور ہائینس لیڈیز و جنٹلمین! میرے دونون معزز پیشروون نے جب اس ریاست کا دورہ کیا تھا تو خوش قسمتی سے اُنکو ریاست بھوپال سے قدیم خاندانی تعلقات کی تجدید کا موقع مل گیا تھا مین اس رعایت کا مستحق نہین ہو سکتا ہون

ہان اتنا ضرور کہون گا کہ مین اور لیڈی چیمسفورڈ یہ معلوم کرکے بیحد خوش ہین کہ ہمارا شمار
آپ کے حلقۂ احباب مین ہے۔ اور آپ کی اس گرمجوشی سے خیر مقدم کا ہمکو کافی احساس ہے
آپ نے اپنی تقریر مین اُس روز افزون دلچسپی کا حوالہ دیا ہے جو ہندوستان موجودہ جنگ مین
ہمارے دشمنون کے مقابلہ مین لے رہا ہے۔ کاش میرے پاس اتنا وقت ہوتا کہ مین آپ سے اُس شاندار
تائیدی جواب کا جو ہندوستان کو والیان ریاست اور عام باشندون سے وزیر اعظم
کی اپیل کا دیا ہے مفصل حال بتاتا اور آپ سے اُس حیرت انگیز جنگی مشین کی ترقیون کا ذکر
کرتا جو ہمنے طیار کی ہے ہندوستان نے اسوقت تک اپنی پوری طاقت استعمال نہین
کی ہے اور ابھی ضرورت ہے کہ ہم ہر ممکن کوشش اُس کام مین خرچ کرین جس کو ہمنے ہاتھ مین
لیا ہے لیکن ہماری کوششین متحدہ ہین اور ہم جانتے ہین کہ ہم راستی پر ہین اُس مشہور
صلح کو جو پنڈارون کے خلاف بھوپال و حکومت برطانیہ کے مابین ہوئی تھی ایک
صدی سے زیادہ زمانہ گذرا اور وہ دوستی جو اُس زمانہ مین قائم کی گئی تھی وہ ہمیشہ کیلئے
مستحکم ہوگئی ہے وہ وفادارانہ و شاندار خدمات جو حکومتِ برطانیہ کی آپکے خاندان نے
انجام دی ہین تاریخ مین ثبت ہین اور مجھے انکے متعلق کچھ کہنے کی چندان ضرورت نہین ہے
مگر مین اس مدد کو حاضرین کے گوش گذار کرنیکے لئے ضرور ذکر کرونگا جو موجودہ زمانۂ
جنگ مین آپنے مختلف صورتون مین گورنمنٹ برطانیہ کو پہنچائی ہے۔ چار سال کا زمانہ
گذرا جب آپنے ریاست کے تمام وسائل گورنمنٹ برطانیہ کے زیر تصرف کردیے تھے اور
اُسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپنے ہز اگزالٹڈ ہائینس حضور نظام کی شرکت مین ایک
اعلان شائع کیا تھا جو گورنمنٹ کے لئے بہت زیادہ قابل وقعت تھا اس لئے کہ اُس سے
عام طور پر اُن وفادارانہ جذبات کا اظہار ہوتا تھا جو شاہی طاقت اور دوسرے
درجہ کی اسلامی ریاست ہند کے درمیان قائم ہین اُسوقت سے ابتک آپنے
بیش قیمت موٹر کار، کشتیان اور ایک مسلح ہوائی جہاز دیا ہے اور ان کے علاوہ

کثیر المقدار فیاضانہ امداد یں مختلف جنگی قرضوں میں کی ہیں۔ ان سب پر مستزاد ۲۵ لاکھ کی
وہ کثیر رقم ہے جو آپنے اسپتال کے جہاز "لائلٹی" کے لیے دی ہے۔ آپ نے اپنے توپخانہ کے
سب گھوڑے بھی عنایت کردیے اور اسکے علاوہ ریاست نے اور بہت سے گھوڑے ہمارے لئے
طیار کئے جو مختلف محاذوں پر روانہ کردیے گئے ہیں۔ آپ کی امپیریل سروس گھوڑ چڑھی
رجمنٹ نے ۳ سال تک شمالی ہندوستان میں کام کیا۔ اور اب سرحد فلسطین پر مصروف کار ہے
میں میجر جنرل پاٹ کی وہ رپورٹ پڑھکر جو اس رجمنٹ کے معائنہ کے بعد انہوں نے لکھی ہے
نہایت محظوظ ہوا ہوں۔ آپنے قرضہ جنگ میں بہت کثیر رقم عنایت فرمائی ہے اور بھوپال کے
عوام و خواص کو بھی آپنے اسکی ترغیب دی کہ وہ اس میں فراخ دلی کیساتھ روپیہ دیں۔ آخری
مدد جو آپنے کی ہے وہ میری ریاست میں آنیکے موقع پر ہوئی ہے آپنے مجھے اخراجات جنگ کیلئے
پچاس ہزار روپیہ عنایت فرمایا اور اسکا وعدہ کیا کہ تا قیام جنگ آپ اتنی ہی رقم سالانہ
عنایت فرماتی رہینگی جنگی خدمات کے ذیل میں اس کا ذکر کئے بغیر نہ رہوں گا کہ باوجود
چند در چند وقتوں کے آپ جنگی کانفرنس کے موقع پر ماہ اپریل میں دہلی تشریف
لے گئیں یہ بھی آپ کی بے مثل وفاداری کا ایک زبردست ثبوت ہے۔

مذکورۂ بالا اور نیز دیگر طریقوں سے آپنے گورنمنٹ برطانیہ کی مدد جنگ کے
معاملات میں کی ہے مگر اسی کے ساتھ آپنے ہندوستان و اپنی ریاست کے معاملات کو
ایک منٹ کے لئے بھی فروگذاشت نہیں کیا۔ والیان ملک کی کانفرنسوں کے
موقعوں پر آپ برابر دہلی تشریف لاتی رہیں اور ہم لوگوں کو آپ کی پختہ مغز اور تجربہ سے
فائدہ اٹھانیکا بہت کافی موقع ملا اور میں نے بہت دلچسپی کے ساتھ وقتاً فوقتاً
آپکے ان خیالات کو پڑھا ہے جو آپنے اہم پبلک معاملات کے متعلق ظاہر کئے ہیں
یہ امر میرے لئے باعث مسرت ہے کہ آپ میری اور صاحب وزیر ہند کی ان کوششوں
کی داد دیتی ہیں جو ہم نے برطانوی حکومت کے حسب ہدایت ہندوستان کی

آئینی اصلاحات کی مسئلہ کو سلجھانے میں مصروف رہ کر کی ہیں اور یہ اطلاع میرے لئے دل خوش کن ہے کہ ریاستوں کے معاملہ پر ہماری تجاویز کو آپ خاص طور سے بنظر پسندیدگی دیکھتی ہیں۔

آپ کی شہرت ایک بیدار مغز و دانشمند حکمران کی حیثیت سے دُور دُور پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس کا ثبوت اُن اعلیٰ درجہ کے مدرسوں میں ملتا ہے جو آپ کی ریاست کی زینت ہیں نئے دفاتر اور کتب خانے واقعی ایسی بڑی ریاست کی شان کے شایان ہیں اور حفظان صحت کی جو تجاویز آپ کے ہاں زیر بحث ہیں میں امید کرتا ہوں کہ اُنکے عملدرآمد سے اس شہر کو کافی فائدہ پہونچے گا۔ اور طاعون کا کافی تدارک ہو جائیگا۔ جو مسلسل دلچسپی آپنے سانچی ٹوپ کی کھدائی اور درستی کے کام میں ظاہر کی ہے وہ اُس قیمتی رپورٹ سے ظاہر ہے جو سر جان مارشل نے طیار کی ہے اور جس میں آپنے اُنکو فیاضانہ مدد دی ہے۔ اُس کی وجہ سے میرا اور لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ کا صبح کا وقت بودہ کی قابل قدر یادگاروں کے معائنہ میں نہایت مفید دلچسپی و لطف سے گذرا۔ آپ کی دلچسپی تعلیمی معاملات میں اور عورتوں کے مسائل کے متعلق مشہور آفاق ہے۔ ہندوستان کی عورتوں نے ہمیشہ اپنے فرقہ کی ایک اعلیٰ حکمران کی نظر سے ہر امداد و سرپرستی کے موقع پر آپ کو دیکھا ہے اور اُنکا یہ خیال بالکل درست بھی ہے جو ذمہ داری آپنے اپنے سر لی ہے وہ بہت بھاری ہے مگر آپنے اپنے فرض کو نہایت خوب صورتی سے ادا کیا ہے جس کی شاندار نظیریں لیڈی لینسڈاون اسپتال، مدرسہ سلطانیہ، وکٹوریہ گرلس اسکول اور وقف کا وہ فنڈ ہے جسکی بنیاد سنہ ۱۹۱۲ء میں بھوپال گرلز اسکول کے مصارف کے لئے پڑی تھی آخر میں میں اُس مدد کا بھی ذکر کرونگا جس کا علم مجھے ہر ایکسلنسی لیڈی چیمسفورڈ سے ہوا ہے۔ کہ آپ یہاں کی شاہی نقرئی شادی کے نذرانہ کی اسکیم میں

اُن کو بہت قیمتی مدد دے رہی ہین۔ اور اسکے ضمن مین آپ نے اُن سپاہیون کے بچون کے لئے جو اس لڑائی مین کام آے ہین کچھ وظائف منظور کئے ہین۔ حضور ملک معظم نے اپنے اظہار قدردانی مین آپ پر چند در چند مراحم خسروانہ کئے ہین۔ اور یہ امر میرے لئے بہت باعث مسرت تھا کہ پہلی جنوری کو آپ کو حضور شہنشاہ معظم کی پیش گاہ سے آرڈر آف برٹش ایمپائر کا زنانہ گرینڈ کراس (تمغہ) عطا کیا گیا ہے۔ آپکے ان تمام شاندارانہ کامون مین آپ کو اپنے تینون صاحبزادون سے گہری مدد ملی آپکے سب سے بڑے صاحبزادے نواب نصراللہ خان فرانس مین اپنی رجمنٹ کے ساتھہ بہت کافی مدد کرتے اگر اُن کی صحت اُن کو اس امر کی اجازت دیتی۔ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ باوجود اپنی کمزوری کے اُنھون نے طاعون کے زمانہ مین آپ کی رعایا کی بہت کافی مدد کی۔ آپ کے دوسرے تیسرے صاحبزادے نواب زادہ عبیداللہ خان و نواب زادہ حمیداللہ خان صاحبان نے ریاست کی فوج کے جنیل اور چیف سکریٹری ہونیکی حیثیت سے ریاست کے انتظام مین کافی مدد کی ہے اور یہ امر میرے لئے بہت قابل مسرت تھا کہ مین میجر نوابزادہ عبیداللہ خان کا بحیثیت اپنے آنریری ایڈیکانگ کے خیر مقدم کرتا ہون آپکا مین اپنی اور لیڈی چیمسفورڈ صاحبہ کی طرف سے اُن خوشگوار اور شاندار الفاظ کی بابت جن سے آپنے ہم دونون کا جام صحت تجویز کیا ہے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون اور اس کا یقین دلاتا ہون کہ ہم ہمیشہ نہایت خوشی کے ساتھہ اپنے اس سفر کو یاد کرینگے جس مین یہ آپ کا خوبصورت شہر دیکھنے کا ہم کو موقع ملا اور یہ فیاضانہ مہمان نوازی ہمیشہ یادگار رہے گی۔

لیڈیز و جنٹلمین! اب مین آپ لوگون سے درخواست کرونگا کہ آپ لوگ میرے ساتھہ میری میزبان ہرہائینس نواب بیگم صاحبہ بھوپال کا جام صحت نوش کرین۔

رعایا کا جوشِ عقیدت اور راعی کا اظہارِ شفقت

ان مدبرین کی رائوں کے مطالعہ کے بعد اب یہ دیکھنا ہے کہ اپنے شفیق فرمان روا کے متعلق عقیدتمند رعایا کس قدر احساسِ امتنان و شکر گذاری رکھتی ہے اور کس درجہ ممنون و شکر گذار ہے۔ ۱۹۱۶ء مین ہر ہائینس کی سالگرہ کے موقع پر بلدہ بھوپال کی رعایا کے تمام طبقات نے جشن منایا اور مختلف اوقات مین سپاسنامے پیش کئے جن مین خلوصِ عقیدت کا اظہار اور ہر ہائینس کی شفیقانہ طرزِ حکومت اور عہدِ میمنت مہد کی برکات کا اعتراف تھا اور یہ پہلی مثال تھی جو بھوپال مین قائم ہوئی۔ پھر جنوری ۱۹۱۸ء مین سالگرہ جلوس میمنت مانوس کے موقع پر ایک جشن ترتیب دیا گیا اور وسیع پیمانہ پر اُس کا انتظام ایک کمیٹی نے کیا حسن اتفاق سے اس موقع پر کئی تقریبات کا شمول ہو گیا۔ سالگرہ جلوس کے علاوہ اسی سال ہر ہائینس کی ولادتِ باسعادت کی ساٹھوین سالگرہ بھی تھی اور مملکتِ بھوپال و سلطنت برطانیہ کے معاہدۂ دوستی کو بھی ایک صدی پوری ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ سے زیادہ ان تقریبات کی دھوم دھام رہی لیکن ہر ہائینس کے منشائے مبارک کے لحاظ سے اس دھوم دھام مین اسراف اور فضولیات کا پتہ تک نہ تھا جسکو عام طور سے ایسے جشنون مین روا رکھا جاتا ہے بلکہ سراسر خیر و برکت اور ذرہ ذرہ فلاح وسعادت تھی۔ رعایا و متوسلین کی طرف سے ان تقریبات کے لئے جو چندہ ہوا تھا اُس مین مجروحانِ جنگ اور مختلف یتیم خانون کو امداد دی گئی غریب مزدورون کے بچون کی آسائش کے لئے ایک عمارت کی بنیاد ڈالی گئی غربا اور محتاجین کو اغذیۂ لذیذہ کھلائی گئین۔ طلبائے مدارس کو شیرینی تقسیم کی گئی اور انکے کھیلون کا دلچسپ مقابلہ ہوا غربا کو رضائیان اور کمبل تقسیم کئے گئے ہزار سے زیادہ مختلف مضامین کی کتابین جو عورتون کے لئے مفید تھین غریب عورتون کو تقسیم ہوئین۔

۱۲ جنوری = ۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو بعد عصر قصر سلطانی کے باغ ضیاء الابصار مین جملہ طبقاتِ رعایا اور متوسلین و امانِ دولت کا عظیم الشان اجتماع تھا ایک وسیع اور سرسبز لان پر ایک خوبصورت

نفیس پیولین بنایا گیا تھا جس مین ارکان خاندان اور مسٹر ڈیوس پولٹیکل ایجنٹ اور یورپین لیڈیز کی نشست تھی اور ان کے ستونون مین سب سے آگے ہر ہائینس کی مطلا کرسی تھی وقتِ معینہ پر ہر ہائینس اپنی مشہور سادگی کے ساتھ تشریف لائین۔ البتہ بر قع پر خطابات کے وہ تمغے آویزان تھے جو ہر ہائینس کی گوناگون قابلیتون کے اعتراف مین شہنشاہ برطانیہ کے حضور سے عطا ہوئین ہر ہائینس کی آمد کے وقت رعایا کے دیدہ و دل فرش راہ تھے قلبی مسرت کا نور چہرون پر چھایا ہوا تھا جب ہر ہائینس شاہی کرسی پر متمکن ہوئین تو رعایا کی جانب سے ایڈریس پیش ہوا یہ ایڈریس اول سے آخر تک جذباتِ دلی کا ترجمان تھا۔ اور نہایت پُرزور اور پرجوش لفظون مین یہ ترجمانی تھی جس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

"حضور عالیہ ہم مین سے ہر شخص واقف ہے کہ جس زمانہ مین اس ملک کی قسمت احکم الحاکمین نے علیا حضرت کے دستِ مبارک مین تفویض فرمائی اُسوقت مختلف اسباب سے اسکی مادی و اقتصادی حالت نہایت سقیم ہو چکی تھی قحط و وبا کی صعوبات نے سخت صدمہ پہنچایا تھا۔ مزروعہ رقبہ کا ثلث حصہ غیر آباد تھا اور تقریباً ۲۵ فیصدی آبادی کم ہو گئی تھی اور اسی طرح عموماً دوسرے تمام انتظامات اور خصوصاً تعلیم مین ملک بہت بڑی اصلاحی تدابیر کا محتاج تھا لیکن حضور عالیہ نے اعلیٰ فراست، اصابت رائے اور کمال تدبر و بیدار مغزی سے اُن تمام مشکلات اور دقتون کو جو اصلاحات کے راستے مین حائل تھین دور فرما دیا اور اعلیٰ ترین اصول حکومت سے ایک قلیل عرصہ مین ملک کی سرسبزی و آبادی مین کامیابی حاصل کی حضور عالیہ کا بہ نفس نفیس ملکِ محروسہ کا دورہ اور زرعی و تمدنی حالات کا بنظر خود معائنہ فرمانا گویا ان اصلاحات و ترقیات کے لئے فتح الباب تھا اور اب منازلِ قمری کے سترہ دور طے کرنیکے بعد جب ابتدائی زمانہ سے ہم مقابلہ کرتے ہین تو کوئی شعبہ ایسا نظر نہین آتا جس مین اصلاح و ترقی کے آثار نمایان نہ ہون

حضور عالیہ! ہم اُن امور کا اعتراف کرتے ہوے اپنی قسمتوں پر فخر کرتی ہین کہ ہم کو اُس وجودِ ہمایوں کا ظلِّ عاطفت نصیب ہوا ہے جس کی فطرت کا جوہر اعظم مخلوقِ الٰہی پر شفقت و رحمت ہے اور جس کی قلب مبارک مین ہمارے جذبات کا کامل احساس اور ہمارے ساتھہ انتہائی ہمدردی ہے اور جسکی ذات شاہانہ اعلیٰ اوصاف حکمرانی کا مجموعہ ہے اور اُس مین تمام وہ خصوصیات مجتمع ہین جن کے باعث متقدم فرمان روایانِ بھوپال خاص طور پر ممتاز و معروف رہے ہین۔

جس وقت یہ ایڈریس پڑہا جارہا تہا ہر ہائینس ان جذبات سے خود متاثر معلوم ہوتی تہین ایڈریس ختم ہونے کے بعد ہر ہائینس نے اپنے خاص اندازِ خطاب مین جوابی تقریر ارشاد فرمائی ہر ہائینس کی تقریر اُس اثر اور احساس مین ڈوبی ہوئی تہی جو ایک فرمان روا کو اپنے مساعی بہبودیِ رعایا اور ترقیِ ملک کے نتائج پر غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے ہر ہائینس نے فرمایا۔

"حاضرین! آپ نے جس مفید و دلچسپ طریقے اور پرجوش و مؤثر الفاظ مین اپنے اُن جذبات کو ظاہر کیا ہے جو میری ذات اور میرے عہد حکومت کے متعلق آپ کے دلون مین موجود ہین اُن سے ایک خاص قسم کا اثر میرے دل پر ہوا ہے مین اُس احکم الحاکمین کا شکریہ ادا کرتی ہون جس نے مجھے رعایا کی فلاح و بہبود کی کوششون مین مصروف رہنے کی ہمت و توفیق عطا کی اور پہر اُن کوششون کو بار آور اور مشکور کیا۔ اگر یہ کسی فخر و مباہات کا سبب ہو سکتا ہے تو مجھے حق حاصل ہو کہ مین اس امر پر فخر کرون کہ مین ایسی رعایا پر حکمران ہون جو اپنے فرمان روا کی اطاعت ہا وفاداری اور امن پسندی مین موروثی طور پر امتیاز رکہتی ہے اور نہایت سخت آزمائشون کے موقع پر بہی اُس کا قدم استقلال کے ساتھہ ثابت و قائم رہا اور مجھے یقین ہے کہ یہ امتیاز نسلاً بعد نسلٍ اسی طرح قائم رہیگا نیز یہ امر بجنسہ

میرے لئے بہت کچھ باعث اطمینان اور امید افزا رہا ہے کہ ارکین ریاست اور عامۂ رعایا مین باہمی اعتماد اور ہمدردانہ طرز عمل ہو جو حقیقت مین ایک فرمان روا کی کوششون کے بارآور ہونے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور یہ مشترک اور قائم مقام جماعت بجائے خود اُس باہمی اعتماد و ہمدردی کا ایک نمونہ ہے جس مین مختلف طبقات کے قائم مقام ایک مقصدِ واحد کے لئے شریک ہین"

بقیہ حصۂ تقریر مین طریقۂ اظہارِ مسرت پر خوشنودی مزاج شاہانہ کا اظہار اور بقایائے مالگذاری و لگان کی معافی، لازمی تعلیم کے اجرا اور دیگر مراعات کا اعلان اور موجودہ جنگ پر اظہارِ خیال معاہدۂ فیما بین بھوپال و سلطنتِ برطانیہ کی ایک صدی پورے ہونے پر مسرت اور سلطنت برطانیہ کی برکات کا اعتراف تھا۔

یہ جشنِ مسرت اور اس کی بہرہ اندوزیان مردون کے ہی حصہ مین نہ تھین بلکہ مختلف اوقات مین زنانہ پارٹیان اور جلسے بھی ہوے اور اس موقع پر زنانہ ٹریننگ کلاس، زنانہ بورڈنگ ہاؤس اور کنڈرگارٹن کلاس کا افتتاح ہوا۔ لیڈیز کلب اور سلطانیہ اسکول مین ایڈریس پیش ہوے اور ہر ہائینس نے جوابی تقریرین فرمائین۔ ان تقریبات مین ہر مذہب و ملت کی خواتین مدعو تھین جن خواتین نے بھوپال کے اُن بے نظیر مجمعون اور جلسون کو دیکھا ہے وہی اُن کی دلچسپیکا اندازہ کر سکتی ہین۔ تمام ہندوستان مین سواے بھوپال کے عورتون کے لئے ایسے شاندار دلچسپ مناظر کہین نظر نہین آتے۔ یہ فخر صرف بھوپال ہی کو نصیب ہے اور خواتین بھوپال ہی کے حصہ مین یہ خوش قسمتی ہے۔

قومی و ملکی ہمدردی

قومی ترقی و بہبودی کا خیال اور سعی و عمل

ہر ہائینس کو بہ لحاظ اخوتِ اسلامی مسلمانوں کی قومی فلاح و بہبود کا جس درجہ خیال ہے اُس کا اندازہ صرف وُہی شخص کر سکتے ہین جن کو قومی مسائل پر ہر ہائینس سے گفتگو کرنے اور تبادلۂ خیالات کا موقع ملا ہے اور یہ ہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے تمام مشہور مسلمانوں نے ہر ہائینس سے شرفِ نیاز حاصل کرنے کو قومی سعادت سمجھا ہے ہر ہائینس ان معاملات مین ہمیشہ نہایت صائب رائے ظاہر فرمایا کرتی ہین اور جو رائے ظاہر فرماتی ہین وہ عموماً واقعات و حالات پر غور کرنے اور نتائج اخذ کرنے کے بعد ہوتی ہے اور پھر نہایت آزادی سے اُس کو جس طرح پرائیویٹ ملاقاتون مین ظاہر کرتی ہین اُسی طرح قومی مجمعون مین بھی بیان فرما دیتی ہین لیکن ہر صورت مین مصالح قومی پر نظر رہتی ہے۔ ہر ہائینس نے ۱۹۱۴ء مین ٹرسٹیان کالج کے سپاس نامے کے جواب مین اور ۱۹۱۵ء مین سلطان جہان منزل کے افتتاح کے وقت کانفرنس اور کالج کے نظام عمل اور مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ پر آزادی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور جس طرح کہ حضور ممدوحہ نے نوجوانون کو نصیحت کی اعیانِ کالج کو توجہ دلائی اُسی طرح یورپین اسٹاف کے طرزِ عمل اور فرائض کے متعلق بھی صاف صاف رائے کو بیان کر دیا شیعہ و سنّی کے اختلافات پر دونون کے جذبات سے اپیل کی اور دونون کو ہدایت کی کانفرنس کی تقریر کے بعد چند صاحبون نے بعض حصون پر پرائیویٹ طور سے اعتراض کیا اور اصرار کیا کہ اس کو شائع نہ کیا جائے لیکن حضور ممدوحہ نے اسپر بحث کی اور اپنی رائے پر قائم رہین۔ ہر ہائینس نے اُن اختلافات کو جو بدقسمتی سے اس زمانہ مین قومی معاملات مین پیدا ہو گئے ہین ہمیشہ افسوس کے ساتھ دیکھا اور مختلف پارٹیون کے ممبرون کو جب کبھی وہ باریاب ہوئے ہمیشہ نصیحتین کین اور اتحادِ عمل پر زور دیا۔ اسمین شک نہین

کہ ہر ہائینس نے قومی کام کرنے والون کے غلط طریق عمل پر تہدید و تنبیہ کی لیکن اپنی امداد بدستور قائم رکھی باوجودیکہ کالج و کانفرنس اور زنانہ اسکول علیگڈھ پر ہر ہائینس نے ایک زبردست معترض کی حیثیت سے اعتراض فرماے۔ مگر ہر ضرورت کے وقت مدد دی۔ البتہ ۱۳ و ۱۹۱۴ء مین دارالعلوم ندوہ کے معاملات جب بہت سے بدتر ہوگئے تو حضور ممدوحہ کو بہت افسوس ہوا اور جب اصلاح کا کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو جب تک کہ اصلاحی تجاویز عمل مین نہ آجائین اپنے دربار کی گران قدر امداد ملتوی فرمادی اور جب اصلاح ہوگئی تو امداد بدستور جاری کردی گئی اور ملتویہ رقم بھی عطا فرمادی گئین جب ہر ہائینس کو یہ علم ہوا کہ بعض وجوہ سے ہز ہائینس آغاخان نے اپنی گرانٹ اِن ایڈ جو کالج کو دیا کرتے تھے بند کردی ہے اور ضروریات کالج پر اس کا برا اثر پڑ رہا ہے تو حضور ممدوحہ سے نے بہ لحاظ اُن عزیزانہ تعلقات کے جو ان دونون خاندانون مین ہین ہز ہائینس آغاخان کو نہایت پُرزور خطوط مین توجہ دلائی اور سفارش کی اور بالآخر ہز ہائینس نے اپنی امداد جاری کردی اور سنین گذشتہ کی بابت بھی ایک بڑی رقم عطا کی سنین گذشتہ مین جنگ بلقان و ٹرکی کے زمانہ مین کالج کے متعلق بہت کچھ غلط فہمیان پھیلین اور حکام کو بدظن کرنے کی کوششین کی گئین اور اس مین شک نہین کہ ان کارروائیون کا اثر بھی محسوس ہونے لگا اُس زمانہ مین علیا حضرت کے فرزند اصغر کالج مین تعلیم پا رہے تھے لیکن علیا حضرت ان تمام افواہون کو جو معیار صداقت سے گری ہوئی تھین لغو اور بے سروپا تصور فرماتی رہین اور بدستور نوابزادہ ممدوح الشان کالج مین تعلیم پاتے رہے اور خود علیا حضرت کالج مین باضابطہ طور پر تشریف لے گئین اور ٹرسٹیون کا ایڈریس قبول فرمایا اور اس طرح اُن افواہون کو حقیر ثابت کیا جو کالج کے دشمن پھیلا رہے تھے کیونکہ بہ لحاظ ان تعلقات کے جو حکمران بھوپال اور بالخصوص حضور ممدوحہ اور سلطنت برطانیہ مین ہین حضور ممدوحہ کا اس طرح کالج کے معاملات مین حصہ لینا بجاے خود اس امر کی دلیل تھی کہ کالج کے اُس اعتماد مین جو ابتدا سے اُس کو حاصل ہے کوئی فرق پیدا نہین ہوا۔

جس طرح ہر ہائینس خود کالج کی اعانت و امداد کے لیے ہر وقت آمادہ رہتی ہین اُسی طرح

دوسرون کو بھی توجہ دلاتی رہتی ہین مسلم یونی ورسٹی فنڈ مین جب خود ایک لاکھ کی گرانقدر رقم مرحمت فرمائی تو لیڈیز کلب مین خواتینِ بھوپال کو بھی متوجہ کیا اور اس موقع پر ایک یادگار تقریر فرمائی اور خواتین نے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اس چندہ مین شرکت کی۔

سالِ حال مین جب ہز اگزالٹڈ حضور نظام دہلی تشریف لے گئے ہین اعیانِ کالج کے توجہ دلانے پر ہر ہائینس نے اعلیٰ حضرت نظام کو معائنہ کالج کے لئے ایک پر زور سفارش لکھی۔

ہر ہائینس اپنی قوم کی اُس عقیدت کو جو تاج وتختِ برطانیہ کے ساتھ ہے مذہبی چٹان کی بنیاد پر سمجھتی ہین اور قومی ترقی کو حاکم و محکوم کے تعلقات کی صفائی و استواری پر مبنی تصور فرماتی ہین ہر ہائینس نے اس عقیدہ کو ہمیشہ قوم اور سلطنت کے سامنے آزادی سے بیان کیا ہے اور ارکان سلطنت کو یقین دلایا ہے کہ مسلمانون کی قوم وفاداری وجان نثاری کا خاص جوہر رکھتی ہے اور حاکم عادل کی اطاعت و فرمان برداری مذہبِ اسلام کی عین تعلیم ہے چنانچہ ۱۹۰۳ء کے دربار دہلی مین جو مبارک بادپیش کی تو اُس مین بھی مسلمانون کی وفاداری کا یقین دلایا۔ اور ۱۹۰۷ء مین جب کہ ہز اکسلنسی لارڈ منٹو سرکاری طور پر بھوپال تشریف لائے تو ڈنر کی تقریر مین ہر ہائینس نے کہا تھا کہ۔

یور اکسلنسی!

مین بحیثیت ایک مسلمان کے بلا خوفِ تردید اس بات کے ظاہر کرنے کا استحقاق رکھتی ہون کہ تاج وتخت برطانیہ کے ساتھ مسلمانون کی وفاداری اور اُن کی محبت کسی عارضی مصلحت پر مبنی نہین ہے بلکہ اُن کی مقدس کتاب مین اس کی ہدایت موجود ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

ہر ہائینس تعلیم غربا کی بہت حامی ہین اور چاہتی ہین کہ جہان تک ممکن ہو تعلیم یافتہ نوجوان ایثار سے کام کرین اور قوم مین تعلیم کی روشنی پھیلائین چنانچہ جب سلطانیہ کالج کی

اسکیم بلاحظۂ اقدس مین پیش کی گئی اور ہر ہائینس سے عرض کیا گیا کہ یہ کالج معقول اصول کفایت شعاری اور ایثار پر ہوگا تو بہت مسرور ہوئین اور اسکے متعلق متعدد مرتبہ مبادلۂ خیالات کیا اور اُس تجویز کی ہمدردی فرمائی اور جب کمیٹی کی باقاعدہ درخواست پیش ہوئی تو نہایت حوصلہ افزا اور شفقت آمیز جواب مرحمت کیا۔ یہ جواب نوابزادہ میجر حاجی محمد حمیداللہ خان صاحب بہادر کے نام ہے جو اس تجویز کے مجوّز اور اس اسکیم کے روحِ روان ہین۔

"قرۃ باصرہ نواب زادہ حمیداللہ خان طال عمرہٗ۔

مین نے مجوزہ کالج کی تجویز کو بہ نظرِ غور دیکھا، جن اصولون پر یہ کالج قائم کیا جاتا ہے بلاشبہ قابل ستائش ہے اور قوم کے اُن مقتدر حامیانِ تعلیم کی جو کالج کمیٹی کے ممبر ہین، شرکت اور اعانت اس کا مزید ثبوت ہے۔

اس تجویز سے ثابت ہوتا ہے کہ نوجوانون مین عملی کام کرنے کی قابلیت کیساتھ ایثار کی صفت نمایان موجود ہے۔ اور مین اس کو آئندہ ترقی کے لئے فالِ نیک خیال کرتی ہون انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ نوجوانون کا صحیح جوش اور بزرگونکا وسیع تجربہ اس کالج کے قیام و استحکام کا کفیل ہوگا دنیا مین نوجوانون اور بزرگون کی متحدہ قوت ہی ترقیون کا اصلی راز ہے۔

مین حسبِ استدعا تمہارے نہایت خوشی سے کالج کو اپنے نام سے منسوب ہونا منظور کرتی ہون اور اجازت دیتی ہون کہ منظوری کی اطلاع ممبر صاحبان کمیٹی کو دیدیجائے نیز میری جانب سے اُن جذبات و خیالات کی نسبت جن کی بنا پر کالج کو میرے نام سے منسوب کرنے کی خواہش کی ہے۔ میری شکریہ کا دلی دعاے کامیابی کے ساتھ اظہار کیا جاے اور یقین دلایا جاسے کہ مین ایسی درسگاہ کی جو تمام قوم مین بزرگانِ قوم کی حوصلہ افزائی اور نوجوانون کے ایثار کی مثال ہوگی ہر امکانی امداد کے سلئے ہمہ وقت آمادہ ہون"

ہر ہائینس کے اس عطوفت آمیز جواب نے کالج کمیٹی کے ساتھ ابرِ رحمت کا کام کیا ہے اور یقین ہے کہ یہ کالج (جس کی اسکیم کے تمام ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں اور اب یونیورسٹی کی منظوری کے آخرین درجہ میں ہے) جب جاری ہو جائیگا تو مسلمانوں کے ایثار اور حقیقی جوشِ اسلامی کا نمونہ ہوگا اور ہمیشہ ہر ہائینس کی حوصلہ افزائی اور غریب قوم کے ساتھ شفقت وہمدردی کی ایک بے نظیر یادگار رہیگی۔

قومی فیاضیاں | ہر ہائینس بالطبع نہایت فیاض ہیں اور قومی معاملات میں تو بقول نواب وقار الملک مرحوم کے "ہر ہائینس کی فیاضی خود موقع کی متلاشی رہتی ہے" لیکن ہر ہائینس کی فیاضی کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ وہ محض ان کے ذاتی شوق اور مفید کاموں کے براہِ راست احساس کا نتیجہ ہے سفارشوں، درخواستوں اور باروسوخ اشخاص کی اثر کو اس میں کوئی دخل نہیں حضور ممدوحہ پہلے کام کی ضرورت واہمیت کا اندازہ ذاتی طور پر فرمانے کی کوشش کرتی ہیں اور پھر کامل غور فرماتی ہیں تو فوراً فیاضی کا رخ اس طرف ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات حالات سے اس درجہ متاثر ہوتی ہیں کہ گفتگو کرنے والے کو حیرت ہو جاتی ہے۔ ہر ہائینس کو جب محمڈن کالج کے فوائد اور اس کی حالت کا اطمینان ہو گیا اور نواب وقار الملک (مرحوم سے) دو تین مرتبہ قانون میں آزادی کے ساتھ گفتگو ہوئی تب ہر ہائینس نے کالج کی طرف دستِ جود وسخا بڑھایا اور اس طرح کہ آج کالج کا ہر حصہ ہر ہائینس کی فیاضیوں سے بہرہ یاب ہے اور کالج کے در ودیوار سے ہر ہائینس کی شکر گذاری نمایاں ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر ہائینس نے اپنے نورِ نظر کو کالج میں تعلیم کے لیے بھیجا جہاں ممدوح الشان نے پورے چھ سال تعلیم پائی اور اپنے قومی کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کی اور اس طرح پورے طور پر کالج کی قومی مرکزیت قائم ہو گئی جس کے کلاسوں میں ایک غریب اور ایک اولی العزم شاہزادہ دونوں ایک ہی صف میں نظر آنے لگے۔

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو جو شاہانہ مدد دی اس نے کانفرنس کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا اور پھر اس کی شاندار عمارت کے لئے گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا۔ ہر ہائینس نے پہلے عمارت کی فنڈ میں

پندرہ ہزار روپیہ کا وعدہ فرمایا تھا لیکن جب آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان نے بھوپال آکر وہ ڈائی گرام اور نقشے جو مسلمانوں کی تعلیمی پستی کا آئینہ تھے ملاحظہ میں پیش کئے اور عمارت[1] کی ضرورت کو بیان کیا تو ہر ہائینس کے دل پر ایک خاص اثر ہوا اور فوراً رقم مطلوبہ پوری کر دی گئی۔

دسمبر ۱۹۱۰ء کی کانفرنس میں جب یہ طے ہو گیا کہ مسلم یونیورسٹی کی تحریک کو قوم کے سامنے پیش کیا جائے تو ہر ہائینس آغا خان اور نواب وقار الملک بطور ڈپوٹیشن کے ہر ہائینس کے پاس آئے اس وقت ہر ہائینس نمائش دیکھنے کے لئے الہ آباد میں تشریف فرما تھیں جن لوگوں نے ہر ہائینس اور ہز ہائینس آغا خان کو گفتگو کرتے سنا وہ ہرگز اس وقت کو نہ بھولیں گے۔ ہر ہائینس نے فرمایا کہ "ایک لاکھ میں اس وقت دیتی ہوں۔ مگر کچھ دیتی ہوں کر اور بھی دوں گی اسکے علاوہ میں نے خود دیکھا ہے کہ علیگڈھ میں ہماری قوم کے بچے گرمی میں سخت تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ انہیں بجلی[2] کی روشنی اور پنکھے بھی دوں گی اور ریاست کی جاگیرداروں اور عمال سے بھی روپیہ دلاؤں گی اور اگر ہز ہائینس نظام سے بھی ملاقات ہوگی تو ان سے بھی مدد لونگی"

اس وقت حاضرین اور خود سرکار عالیہ کی آنکھوں میں محبت اسلام کے باعث آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ہز ہائینس آغا خان نے بھرائی ہوئی آواز سے اپنے شکریہ کو ان الفاظ میں ادا کیا

"دلِ بندہ را زندہ کردی، دلِ اسلام را زندہ کردی، دلِ قوم را زندہ کردی،
خدا تعالیٰ بطفیل رسول اجر تش بدہد"

یہ سماں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں اب تک ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

ہر ہائینس کی امداد و دلچسپی صرف اس عطیہ پر ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ جب وصولی چندہ کی کارروائی باقاعدہ شروع ہو گئی اور بھوپال میں پراونشیل کمیٹی قائم ہوئی تو ہر ہائینس نے نہایت حوصلہ افزائی کے ساتھ عمائدین کو ترغیب دی اور خود بہ نفس نفیس پرنسس آف ویلز لیڈیز کلب میں

---

[1] یہ عمارت پچاس ہزار میں تیار ہوئی ہے بقیہ ۱۲ ہزار ہر سہ صاحبزادگان جلیل الشان اور ان کی عالیقدر بیگمات نے عطا فرمایا۔

[2] چنانچہ برقی روشنی اور برقی پنکھے طلبا کی راحت و آسائش کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

خواتین بھوپال کے سامنے ایک پُرجوش تقریر فرمائی دیوبند کے معینہ وظیفہ مین دو ہزار سالانہ کا بلا درخواست اضافہ فرمایا ندوہ کو ابتداءً پچہتر سو سالانہ عطا کئے تھے لیکن چند سال کے بعد یہ امداد خودبخود دو ہزار چھ سو تک بڑھا دی۔

سیرۃ نبوی کے لئے جس طرح مدد دی وہ ہز ہائینس ہی کے الفاظ مین بیان کیجاتی ہے

"چونکہ اردو مین اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی مفصل اور مستند سوانح عمری موجود نہین ہے اس لئے جب مجھے معلوم ہوا کہ شمس العلماء مولانا شبلی جو تاریخ اسلام کے ایک باکمال اور مستند عالم ہین سیرۃ نبوی مرتب کرنا چاہتے ہین لیکن مالی امداد سے مجبور ہین اور اُنھون نے ایک اپیل امداد کے لئے شائع کی ہے مین نے اس اپیل کو دیکھا اور افسوس ہوا کہ ایک ایسی ضروری اور مذہبی تصنیف کے لئے پبلک سے اپیل کرنے کی نوبت پہنچی ہے مینے اُن کو مطلع کیا کہ وہ فوراً کام شروع کردین اور جس قدر روپئے کے لئے اپیل کی گئی ہے وہ مین دون گی لیکن اپیل مین اُن کتابون کے متعلق ذکر نہ تھا جو تالیف سیرۃ نبوی مین ضروری تھین جب حمید اللہ خان کو یہ ضرورت معلوم ہوئی تو اُنھون نے اس ثواب مین حصہ لینے کے لئے فوراً دو ہزار روپئے خرید کتب کے لئے مولانا موصوف کے پاس بھیجدیئے اور اجازت دی کہ جس قدر مزید کتابون کی ضرورت ہو وہ بھی خرید لی جائین ان کی قیمت بھی ادا کی جائے گی۔"

مولانا شبلی مرحوم اکثر ہز ہائینس سے ملاقات کو آتے تھے اور کئی کئی دن مہمان خاص کے طور پر رہتے تھے۔ گھنٹون قومی و مذہبی معاملات پر ہز ہائینس سے گفتگوئین ہوتی تھین۔ ایک مرتبہ جب وہ تشریف لائے تو صحت بہت خراب تھی اور غالباً بھوپال آنے کا بھی یہی آخری موقع تھا۔ سیرۃ کے مصارف کا تخمینہ اندازے سے بہت بڑھ گیا تھا لیکن جب مولانا نے عرض کیا تو ہز ہائینس نے فرمایا کہ:-

"آپ مطمئن رہیے جو مصارف ہون گے وہ مین دون گی اور اسیوقت فوراً حکم دیدیا۔

پھر مولانا سے فرمایا کہ "لیجئے میں نے تو اپنا فرض پورا کر دیا اور یقیناً میں اُس ثواب کی مستحق ہو گئی جو اس نیک کام میں مجھے ملیگا لیکن آپ کی صحت تو اتنی خراب ہے کہ دو دو وقت آپ کھانا نہیں کھاتے اگر آپ نہ رہے تو کتاب کیونکر پوری ہو گی"

مولانا نے کہا کہ۔

"کتاب ضرور پوری ہو گی میں نے دو آدمی تیار کر دئیے ہیں حمید الدین[1] اور سید سلیمان[2] وہ پوری کر لیں گے"

ہر ہائینس کی اس فیاضی اور جوش و حوصلے سے مولانا پر ایک خاص اثر ہوا اور اسی اثر میں مولانا نے یہ قطعہ نظم فرمایا۔

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں بہر صورت	کہ ابر فیض سلطان جہان بیگم زر افشان ہے
یہی تالیف و تنقید روایت ہائے تاریخی	تو اس کے واسطے حاضر مرا دل ہے مری جان ہے
غرض دو باتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل	کہ جس میں اک فقیر بے نوا ہے ایک سلطان ہے

غالباً اس ملاقات میں یا اس سے پہلے مولانا نے خواجہ کمال الدین صاحب کے تبلیغی مشن کی امداد پر ہر ہائینس کو توجہ دلائی اور ایک مفصل گفتگو کے بعد ہر ہائینس نے اُس کو بھی امداد دینا منظور فرمایا اور پھر جب خواجہ صاحب موصوف ہندوستان آئے اور باریاب ملازمت ہوئے تو ہر ہائینس نے اور بھی امدادیں فرمائیں اور ان ہی امدادوں کے بدولت یہ تبلیغی مشن لندن میں بڑی حد تک کامیاب ہوا ہے۔

جب مولانا کا انتقال ہو گیا تو سیرۃ کا کام جاری رہنے کے متعلق مخصوص طور پر اطمینان حاصل کیا مولانا حمید الدین صاحب اور مولانا سید سلیمان صاحب کو یاد فرمایا اور جب وہ بہرہ اندوز خدمت ہوئے تو اُن کی حوصلہ افزائی کی اور فرمایا کہ۔

"اطمینان کے ساتھ کام جاری رکھا جائے اور جس امداد کی ضرورت ہو فوراً درخواست کیجائے"

---

[1] مولانا حمید الدین صاحب بی اے۔ [2] مولانا سید سلیمان ندوی۔

الحمد للہ کہ سیرۃ کا کام دار المصنفین میں برابر جاری ہے اور ہز ہائینس کا عطیہ اس کا کفیل ہے ثم الحمد للہ کہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں سیرۃ کا پہلا حصہ طبع ہو گیا سب سے زیادہ اس کتاب کی اشاعت کا اشتیاق علیا حضرت کو تھا چنانچہ جس وقت مولوی سید سلیمان صاحب اور مولوی عبد السلام صاحب ندوی نے اس کو علیا حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو وہ علیا حضرت کے مذہبی جذبات کے اظہار کا نہایت ہی مؤثر وقت تھا شکر الٰہی میں مصروف ہوئیں اور نہایت عقیدتمندانہ لہجہ میں فرمایا "یہ تو بڑا کام ہوا" سیرۃ کے پیش ہونیکے بعد جب دار المصنفین کے کاموں کی رپورٹ سنائی گئی اور اسکو سنکر جب سرکار عالیہ کو معلوم ہوا کہ سیرۃ کے اور حصے بھی تیار ہیں اور اس سلسلہ کی اور دوسری کتابیں مثلاً سیرۃ عائشہ، سیر الصحابہ اور سیر الصحابیات وغیرہ بھی مکمل ہیں لیکن طبع و اشاعت کی مشکلات کے باعث طبع نہیں ہو سکتیں، صرف ایک مشین پریس ان مشکلات کو حل کر سکتا ہے تو اُن کی مذہبی و علمی فیاضیوں کا بادل اُمنڈ آیا اور زبانِ مبارک سے فرمایا کہ "ایسے نیک کام کے لئے تین ہزار کیا چیز ہیں ابھی حکم لکھے دیتی ہوں"، چنانچہ فوراً رپورٹ کی پیشانی پر یہ حکم لکھدیا کہ

تین ہزار روپے مولوی سید سلیمان صاحب کو بشکریہ کتاب سیرۃ نبوی دیے جائیں تاکہ ایسی کتب خیر کا سلسلہ جاری رہ کر قوم کو استفادہ حاصل ہو"

یہ رقم دوسرے ہی دن موصول ہو گئی اس لئے تمام عاشقانِ رسول کو سرکار عالیہ کا شکر گذار ہونا چاہیے کہ جس جلوۂ پاک کے وہ منتظر ہیں وہ علیا حضرت کی بدولت برسوں کے بدلے مہینوں میں نظر آئے گا۔

انجمن ترقی اُردو کو نہ صرف یک مشت چار ہزار کی امداد دی بلکہ ماہانہ امداد بھی جاری فرمائی اور مولوی عبد الحق صاحب سکریٹری کی درخواست پر انجمن کی مجوزہ کتاب "ہمارا ملک" میں ایک باب تعلیم نسوان کے متعلق تحریر فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ خواجہ سجاد حسین صاحب جب حالی میموریل اسکول کے چندہ کے لئے بھوپال آئے اور ہز ہائینس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیر تک قومی تعلیم پر باتیں ہوتی رہیں اور رخصت ہوتے وقت ان سے ارشاد فرمایا کہ مدارس بھوپال کا معائنہ کریں معائنہ کے بعد جب دوبارہ گئے تو انتظامِ مدارس پر گفتگو رہی۔ چونکہ اس گفتگو میں وقت زیادہ گذر گیا تھا لہٰذا

بخیال تکلیف خواجہ صاحب نے اجازت چاہی لیکن اُس وقت تک حالی میموریل اسکول کے متعلق کوئی گفتگو نہین آئی تھی ہر ہائینس نے خود فرمایا کہ :-

"خواجہ صاحب جس مقصد سے کہ آپ نے بھوپال کا سفر کیا ہے ابھی اُس پر تو گفتگو ہی نہین ہوئی مین مولانا حالی مرحوم کی یادگار قائم کرنا ہر مسلمان کا فرض سمجھتی ہون مین نے اُنکی قومی نظمون کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ قومی اصلاح مین ان نظمون کا کیا اثر ہے۔ مین ضرور اس میموریل مین مدد دون گی "

اسکے بعد خواجہ صاحب اجازت لے کر واپس آئے اور شام ہی کو معلوم ہوگیا کہ ہر ہائینس نے بارہ سو روپیہ سال کی گرانٹ مرحمت فرمائی۔

غرض ہر ہائینس کی قومی و تعلیمی فیاضی کے خوانِ کرم سے دور و نزدیک رعایا و غیر رعایا سب ہی بہرہ اندوز ہین اور موجودہ زمانہ مین مسلمانانِ ہند کی کوئی تعلیمی تحریک ایسی نہین جو بقدر ہمت اس فیضِ عام سے مالامال نہ ہوئی ہو اور علاوہ یکمشت امدادون کی بہت سے مدارس و انجمن وغیرہ سالانہ امدادون سے بہرہ ور ہین۔ ابھی حال ہی مین ہر ہائینس نے سلطانیہ کالج کی امداد مین دو لاکھ روپیہ مرحمت کیا ہے اور اسی دو لاکھ پر اکتفا نہین کیا بلکہ ہر قسم کی امداد کا وعدہ فرمایا ہے۔ حرمین شریفین مین علاوہ اُن مذہبی خیراتون کے جو رباطون کے مصارف اور دیگر صورتون مین جاری ہین مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کو بھی امداد دی جاتی ہے۔ ان فیاضیون کی علاوہ ہر ہائینس عموماً مصنفین کی حوصلہ افزائی بھی فرماتی رہتی ہین کبھی اشاعت کتب کے لئے مدد فرماتی ہین اور کبھی کثیر التعداد نسخے خرید فرمالیتی ہین اور انعام عطا کرتی ہین۔

ہر ہائینس نے جب دورانِ سفر یورپ مین قسطنطنیہ کی سخت آتش زدگی اور اس مصیبت کا حال سنا تو تین ہزار پونڈ (۴۵ ہزار روپیہ) ان مصیبت زدون کی امداد مین عطا فرمایا جنگ بلقان کی زمانہ مین تین لاکھ روپیہ کے ٹرکش بانڈ خرید فرمالئے اور زخمیون کی امداد مین گرانقدر رقم مرحمت کی زنانہ انسٹی ٹیوشن سے دلچسپی اور ان کی امداد تو ہر ہائینس کا مدعائے زندگی قرار پا گیا ہے سالہ

ظل السلطان جو مولف تذکرہ کی ادارت مین بھوپال سے شائع ہوتا ہے اسی دریائے کرم کا ایک قطرہ ہے۔

قومی فیاضیون کا ایک مجمل تذکرہ ہے اگر خدا نے چاہا تو جب ہر ہائینس کی مفصل لائف
مرتب ہوگی تو اُن فیاضیون کی تفصیل دی جائیگی اور پھر اُس وقت دنیا کو معلوم ہوگا کہ ہمارے
احیاے قومی مین ہر ہائینس کی ان فیاضیون کا کیسا عظیم الشان حصہ شامل ہے۔

رؤسائے ہند کی اعلیٰ تعلیم کی اصلاح و ترقی

ہر ہائینس کے عظیم الشان کامون مین رؤسائے ہند کی اعلیٰ تعلیم کی ترقی و اصلاح ایک ایسی
یادگار ہے جسکے احسان سے نہ صرف طبقہ رؤسا بلکہ اہل ملک کا کوئی گروہ بھی کبھی سبکدوش نہین
ہوسکتا کیونکہ بلحاظ اس درجہ اور مرتبہ کے جو ہندوستان مین اس طبقہ کو حاصل ہے اسکی تعلیم و جہالت سے
بالواسطہ اور بلاواسطہ سارے ہندوستان کا متاثر ہونا ایک قدرتی امر ہے۔

اس طبقہ کی تعلیم کے لئے ایک عرصہ سے اجمیر، اندور، اور لاہور مین چیفس کالج قائم کئے
گئے ہین لیکن ان کا تعلیمی معیار عام یونیورسٹیون کے کالجون اور اسکولون کے برابر بھی نہ تھا
اور صحیح معنون مین وہ کچھ زیادہ مفید نہ تھے۔ ہر ہائینس نے ابتداءً جب اپنے خلف اصغر نوابزادہ
میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بی اے کو چیفس کالج اندور کے نصاب کی تعلیم دلوائی
تو چونکہ قدرت سے تعلیم کا مذاقِ سلیم عطا ہوا ہے اور ہر معاملہ پر طبع شاہانہ کو غور و فکر کی عادت ہے
نصاب و معیار تعلیم کا ہندوستانی یونیورسٹیون کے نصاب و معیار سے مقابلہ کیا اور انگلستان کے
ایٹن اور ہیرو کالجون کے طریقہ تعلیم پر غور فرمایا تو اُن کالجون کی خامیون اور تعلیم و تربیت کے
نقائص پر ذہن شاہانہ نے عبور حاصل کیا اور ان کی اصلاحات پر توجہ منعطف ہوئی۔ نواب
زادہ ممدوح الشان کی تعلیم کے لئے الہ آباد یونیورسٹی کے نصاب کو پسند فرمایا اور جیسا کہ
طبع شاہانہ کا خاصہ ہے کہ جب کسی اصلاح کا عزم بالجزم فرمالیتی ہین تو ہمہ تن اُس کیطرف
متوجہ ہوجاتی ہین چیفس کالجون کی اصلاح کا عزم مصمم فرمایا اور کوشش کی کہ اُن کا نصاب

و معیار بلند درجہ کا ہو اور اُن کو تکمیل کے اعلیٰ درجہ تک بہ اسلوبِ جدید پہنچایا جائے اور تعلیم و تربیت کا ایسا انتظام کیا جائے کہ رؤسا ہند کی آئندہ نسلیں تمام تعلیم یافتہ ہند مین بہ لحاظ اپنے علم و اخلاق اور ارتقاء ذہنی و دماغی کے اولین گروہ نظر آئے چنانچہ ہر ہائینس نے اپنے خیالات و تجویزات کو وقتاً فوقتاً متعدد رسالوں کی صورت مین امرا ور رؤسا برٹش حکام اور ماہرین تعلیم کی توجہ اور غور کے لئے شائع کیا جن پر تمام ہندوستانی اور اینگلو انڈین پریس نے عرصہ تک بحثین کین اور ہر ہائینس کی تجاویز سے بڑی حد تک اتفاق کیا۔ ان کی نسبت بعض ماہرین فن تعلیم کی رائین بھی شائع ہوئی ہین جنکے مطالعہ سے ہر ہائینس کی دماغی قابلیت، قوتِ فیصلہ، تعلیمی شغف اور اس احسانِ عظیم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ہر ہائینس اُن تمام جلسون مین جو اندور و دہلی مین اس کے متعلق ہوتے ہین شریک ہوتی ہین اور اُن سب بحثون اور تحریکون مین بڑی سرگرمی سے حصہ لیتی ہین جو اس کے متعلق پیش کی جاتی ہین۔

رؤسا ہند کے علاوہ قائم مقامانِ سلطنت بھی ان تجاویز پر ہمدردی آمیز اعتراف کیساتھ متوجہ ہوئے اور ہر ہائینس کی ان مساعی جمیلہ کو سراہتے ہین چنانچہ آنریبل میجر میو ڈیلی نے جنکے نامور باپ سر ہنری ڈیلی نے اندور مین ڈیلی کالج قائم کیا تھا ایک دعوت کی تقریر مین کہا تھا کہ۔

"یور ہر ہائینس نے ڈیلی کالج کے متعلقہ امور کی جانب اشارہ کیا ہے لیکن جس بات کو مین پہلے کہہ چکا ہون اسے پھر دوہراتا ہون کہ فی الحقیقت کالج کا انتظام اور ترمیم بالکل امرا کا کام ہے اور کالج کی آئندہ حالت کا دارومدار بھی ان ہی پر رہیگا مین جانتا ہون کہ اس معاملہ مین یور ہائینس اپنے حصہ کو پورا کرنیکے لئے کسقدر قابل ہین۔ یور ہائینس کی تجویز ہے کہ ایک یونیورسٹی قائم کر کے تمام چیفس کالجون کے باہم اتحاد و انتظام کا سنگِ بنیاد رکھا جائے۔ یور ہائینس سے بہتر کسی شخص نے اس بات کو محسوس نہین کیا کہ ایسے اہم معاملہ مین نہایت احتیاط سے کارروائی

کرنی چاہیے لیکن میں جانتا ہوں کہ گورنمنٹ ہند یور ہائینس کی تجویز پر پوری ہمدردی سے غور کرے گی اور میں امید کرتا ہوں کہ میرے ملک کو خیرباد کہنے سے پہلے اس کا اجرا ہو جانا ممکن ہے۔"

اسی طرح ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ نے سنہ ۱۹۱۲ء میں اسٹیٹ بینکوئٹ کے موقع پر جو تقریر کی تھی اُس میں ارشاد کیا تھا کہ:۔

"تعلیم رؤسا و والیانِ ملک پر جو پمفلٹ یور ہائینس نے لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس اہم مسئلہ پر آپ نے نظرِ غائر ڈالی ہے جس سے کہ تحریک تعلیم کا ایک جوش پیدا ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مجھکو ذاتی دلچسپی ہے اور میں اس میں ہر طرح مدد دینے کو تیار ہوں۔"

مارچ سنہ ۱۹۱۳ء میں بمقام دہلی اسی مقصد کے لیے جو چیفس کانفرنس منعقد ہوئی تھی اور جس میں اکثر والیان ملک شریک تھے ہز اکسلنسی نے فرمایا تھا کہ:۔

"ہز ہائینس پہلی فرمان روا ہیں جنہوں نے چیفس کالجوں کی تعلیمی اصلاح کے معاملہ کی اہمیت محسوس کر کے ایک خاص اسکیم پیش کی ہے۔"

ہر ہائینس کی یہ کوششیں جاری ہیں اور بتدریج اپنی تجاویز میں کامیاب ہو رہی ہیں بہت سی اصلاحات عمل میں آچکی ہیں اور اس تعلیم کا معیار بمقابلہ پہلے کے بہت بلند ہو گیا ہے اور امید ہے کہ بالآخر ہر ہائینس کی کوششوں کی بدولت ہندوستان میں ایک ایسی یونیورسٹی وجود میں آجائے گی جو اپنی نوعیت میں مخصوص ہوگی اور والیانِ ملک کی نسلوں میں ہر ہائینس کے اس تعلیمی احسان کو ہمیشہ تازہ رکھے گی۔

ترقی نسواں کے لیے مساعیِ جمیلہ

ہر ہائینس کو اپنی صنف کے مسائلِ تعلیم و ترقی میں جو شغف ہے۔ اور گزشتہ ۸ اسال میں

ہر موقع پر بھوپال اور بیرونِ بھوپال میں سفر و حضر میں والیانِ ملک، اکابرینِ قوم اعلیٰ افسران
گورنمنٹ ہند، یورپین لیڈیز، مہارانیوں اور بیگمات اور معزز خواتین کی ملاقاتوں میں قوم
و ملک کے مردانہ و زنانہ جلسوں میں اس نصفت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور جن متعدد اور گوناگون
طریقوں سے ہر ہائینس نے صنفی بہبودی میں اپنے اثر کا استعمال کیا ہے وہ اس زمانہ کی
تحریکات اور مسائل نسوان کی تاریخ میں ایک مستقل باب بن گیا ہے جس کے بیان کے لئے ایک
مبسوط کتاب کی ضرورت ہے۔ یہ مختصر تذکرہ اس کی وسعت کا احاطہ نہیں کر سکتا تاہم
اختصاراً و اجمالاً اُن چند حالات و واقعات کو اس تذکرہ میں درج کیا جاتا ہے جو کتاب کا
سلسلہ قائم رکھنے کے لئے ضروری ہیں اور اس سلسلہ میں پہلے ان حالات کو جو بھوپال سے
متعلق ہیں اور پھر اون حالات کو جن کا تعلق بیرونِ بھوپال سے ہے بیان کیا جائیگا۔

ترقی تعلیم | ہر اکسلنسی لیڈی منٹو نے "سلطانیہ اسکول" کے معائنہ کے بعد جو تقریر کی تھی اُس میں
ارشاد کیا تھا کہ:-

> "کہیں ہندوستان میں عورتوں کی حالت بھوپال سے بہتر نہ ہونی چاہئے کیونکہ
> حُسنِ اتفاق سے یہاں مسلسل چار بیگمات فرمان روا رہی ہیں۔ ایسی صورت
> حالت میں یہ بات ضروری ہے کہ فرمانروائے بھوپال کا دل اپنی ہم جنسوں کی
> تعلیم سے ہمدردی کرے"

یہ الفاظ دراصل اُس حقیقت پر مبنی ہیں جس کا اظہار ہمیشہ اُس دلچسپی اور ہمدردی سے
ہوتا ہے جو سرکار عالیہ کو اپنی ہم جنسوں کی تعلیم و ترقی کے ساتھ ہے اور جس کے مظاہر
بھوپال کے وہ متعدد انسٹی ٹیوشن ہیں جو عورتوں کی تربیت و تعلیم اور تہذیب و تمدن کا
چشمہ بنے ہوئے ہیں اور حضور ممدوحہ کی رہنمائی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

علیا حضرت کو ابتداءً باقاعدہ تعلیم کے رواج اور اس کی اشاعت میں چند در چند
مشکلات بھی پیش آئیں یہاں تعلیم سے تو نفرت نہ تھی اور نہ زنانہ تعلیم کوئی اجنبی چیز تھی

کیون کہ سرکار خلد نشین اور سرکار خلد مکان کے زمانہ مین یہان تعلیم کا چرچا پھیل چکا تھا دو مدرسے وکٹوریہ اور بلقیسیہ کے نام سے جاری ہی تھے لیکن یہ تمام تر تعلیم جو پرائیویٹ طور پر ہوتی تھی وہ صرف قرآن مجید کے ناظرہ پڑھانے پر محدود تھی البتہ بعض گھرانون مین اردو کی تعلیم اچھی خاصی تھی مگر اس تعلیم کو بہت ہی معمولی کتابون تک ختم کر دیا جاتا تھا۔ سرکاری مدرسون مین بھی اسی قسم کی تعلیم تھی، کوئی ترقی یافتہ نظام تعلیم نہ تھا، دست کاری پر بیشک زیادہ توجہ تھی مگر وہ اس قسم کی دستکاری رہ گئی تھی جو خاص خاص اشخاص کے پسند طبع ہوتی ہے۔ لیکن عام گھرون اور بازارون مین اُس کی کوئی پرسش نہین ہوتی۔

سرکار عالیہ کو جدید مدارس کا اجرا اور ان دو قدیم مدرسون کی اصلاح مد نظر تھی چنانچہ حضور ممدوحہ نے اپنی مسند نشینی کے تیسرے ہی سال سلطانیہ اسکول جاری فرمایا اور قدیم مدرسون کی اصلاح پر توجہ کی اور وقتاً فوقتاً دوسرے مدارس جاری کیے اس ۱۶ سال کے عرصہ مین باوجود اُن تمام دقتون کے جو عموماً ہندوستانیون اور خصوصاً مسلمانون مین عورتون کی تعلیم مین حائل ہین ان مدارس نے کافی طور پر ترقی کی۔ اسٹاف کی عمدگی کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہین کیونکہ علیا حضرت کا انتخاب و الطاف اور بیش قرار مشاہرات اس عمدگی کے ضامن ہین طالبات کی تعداد بھی کافی طور پر معقول رہی ہے دستکاری مین یہان کے مدارس نے مختلف نمائشون سے تمغے اور سندین حاصل کی ہین۔ وقتاً فوقتاً زنانہ فینسی بازارون مین جو یہان قائم کیے جاتے ہین ان لڑکیون کی دستکاری کی چیزین رکھی جاتی ہین جو قبولیت عام کے ساتھ فروخت ہوتی ہین اور اس طرح اس دستکاری سے عملی فائدہ بھی اٹھایا جاتا ہے چنانچہ ۱۹۱۲ء مین یتیمون کی امداد کے لیے اور ۱۹۱۴ء مین اَور ڈے کے موقع پر صرف مدرسہ سلطانیہ کی ہی لڑکیون کی بنائے ہوئے سامان سے ۱۳ سو روپیہ چندہ مین دیے گئے تھے۔ ان مدرسون کو ہمیشہ حضور عالیہ کی معزز مہمان خواتین جو تقریباً ہر قوم و ملت کی ممبر ہوتی ہین ایسے سادہ طریقے پر معائنہ کرتی رہتی ہین جس سے معائنہ کا منشا بخوبی حاصل ہوتا ہے۔

اور کبھی ان مہمانون کے ہاتھون سے انعام بھی تقسیم کرلے جاتے ہین اکثر خاص مہمانون کی آمد کے موقع پر ان مدرسون مین خاص اہتمام بھی ہوتا ہے۔ اسکول بڑے تکلف سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ ایڈریس پیش ہوتے ہین، تقریرین کی جاتی ہین لڑکیان ایک ہی قسم کے لباس مین ہوتی ہین ان مین سے بعض ریسٹیشن بھی کرتی ہین بعض اردو انگریزی کی نظمین سناتی ہین، تمثیل اینتھم گاتی ہین۔ غرض ان تمام باتون مین اپنے مدرسہ کی تربیت وتہذیب کا ایک نہایت زبردست مگر دلچسپ ثبوت دیتی ہین جس سے معائنہ کرنے والون کے دل پر ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے اس پندرہ سال کے زمانہ مین ان مدرسون کو اور خصوصاً سلطانیہ اسکول کو معزز وزیٹرون کے استقبال کے متعدد موقعے مل چکے ہین، جن مین لیڈی منٹو، لیڈی ہارڈنگ، لیڈی چیمسفورڈ بیگم صاحبہ جنجیرہ، مہارانی صاحبہ پدوکوٹہ، لیڈی مسٹن، لیڈی اڈوائر، لیڈی ڈین، مسز نائیڈو کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہین، ان خواتین نے ہمیشہ اسکول کی تعریف اور لڑکیون کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ہر ہائینس کی اس فیاضانہ ہمدردی کا اعتراف کیا ہے جو ان سب نتائج حسنہ کا سرچشمہ ہے

ان وزیٹرون کے علاوہ لیڈی انسپکٹریس اور ایسی خواتین جن کو تعلیمی دلچسپی ہوتی ہے بحیثیت ایک معائنہ کنندہ کے معائنہ کرتی ہین۔

اکثر اوقات خود علیا حضرت اچانک معائنہ کے لئے تشریف لاتی ہین اور کامل طور پر ذرا ذرا سی بات کو نقادانہ نظر سے ملاحظہ فرماتی ہین علیا حضرت کو ان مدرسون کے ساتھ ایک عجیب قسم کا شوق و شغف ہے اور جب موقع ہوتا ہے تو سرکاری تفریحات مین یہ طالبات شریک کیجاتی ہین، نمائش وغیرہ کے موقعے پر والنٹیر بنتی ہین کبھی کبھی علیا حضرت اسکول مین مدعو کی جاتی ہین اور لڑکیان اپنی عقیدت و محبت کا جہانتک ممکن ہوتا ہے پُرجوش استقبال کی صورت مین ایک پُر لطف نظارہ دکھلاتی ہین۔

علیا حضرت تمام طالبات سے ذاتی طور پر تعارف رکھتی اور شفقت و عطوفت مبذول فرماتی رہتی ہین اور نہ صرف موجودہ حالت بلکہ آئندہ زندگی کے سود و بہبود کا بھی خیال

رکھتی ہین اور اس مین اگر ضرورت ہوتی ہے تو اپنے اثر و اقتدار کو بھی کام مین لاتی ہین۔

بلدۂ خاص مین اسوقت پانچ مدرسے ہین جن کو علیا حضرت کی نگرانی کا خاص امتیاز حاصل ہے ان سب مین نہایت قابل لیڈیز کا اسٹاف ہے۔ تمام فرنیچر نہایت عمدہ مضبوط اور باسلیقہ ہے۔ اور طالبات کی معقول تعداد ہے۔

(۱) مدرسۂ وکٹوریا | اس مین قرآن مجید۔ انگریزی (مڈل تک) اردو، حساب، خانہ داری دستکاری کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور علی گڈہ کی کمیٹی نصاب نے جو نصابی کتابین تیار کی ہین وہ گذشتہ سال سے تعلیم مین داخل کی گئی ہین۔ اس مدرسے مین عموماً غریب لڑکیان تعلیم پاتی ہین جن کو کم و بیش پورے مصارف مختلف شکلون مین حضور عالیہ کی فیاضی سے پورے ہوتے ہین۔

(۲) مدرسۂ بلقیسی | غریب لڑکیون کو قرآن مجید، اردو و حساب کی تعلیم دیجاتی ہے اور عملی طور پر چیزون کی ترتیب اور صفائی، ترکاری، پھول اور پھل دار درختون کے بیج بونے پودون کی نگرانی وغیرہ کا کام سکھایا جاتا ہے۔ عقب مدرسہ مین ایک خوش قطع چمن ہے جس مین لڑکیان یہ کام کرتی ہین۔ تمام لڑکیون کو علیا حضرت وظیفے عنایت فرماتی ہین۔

(۳) مدرسۂ سلطانیہ | اس مین انگریزی و اردو مڈل تک پڑہائی جاتی ہے۔ اور الہ آباد کے سنہ نہایت ہے ملحق ہو منظور شدہ نصاب کے علاوہ قرآن مجید با ترجمہ کی تعلیم قرارت کی التزام کے ساتھ لازمی ہے۔ دستکاری کی تعلیم ضروری ہے۔ امبولینس اور فرسٹ ایڈ یعنی زخمیون کی تیمارداری اور فوری امداد کی تعلیم کا بھی ایک درجہ ہے جو سنہ ۱۹۱۵ع سے کھولا گیا ہے۔ اس مدرسہ کی ایک خاص خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی چند تعلیم یافتہ لڑکیان اب اُستانی کی حیثیت سے کام کرتی ہین۔ ہر سال اس مدرسہ کا اوسط کامیابی بہت اچھا رہتا ہے سنہ ۱۹۱۶ع مین منجملہ چند طالبات کے ایک نے انگریزی مڈل مین ذہانت و قابلیت کا وظیفہ حاصل کیا اور دوسری لڑکی سنہ ۱۹۱۳ع مین درجۂ دوم مین کامیاب ہوئی اور بھوپال امتحانون کے لیے سینٹر بھی بنادیا گیا

اس مدرسہ مین ٹریننگ کی ایک شاخ کھولی گئی ہے تاکہ معمولی نوشت وخواند جاننے والی عورتون کو بھی مکتبون اور مدرسون کے قابل بنایا جاسکے اور اس طرح مکتبی تعلیم کے لئے معقول تعداد مین ہر وقت استانیان مہیا رہین تاکہ نشر واشاعت تعلیم مین آسانی ہو اور جو مشکلین استانیون کی عدم موجودگی سے اجرائے مدارس نسوان مین پیش آرہی ہین وہ دور ہو جائین اس درجہ مین داخل ہونے والی عورتون کے لئے علیا حضرت نے خاص وظائف بھی مقرر فرمائے ہین اور دو سال ضروری مضامین کی تعلیم کے لئے اور ایک سال طریقہ تعلیم کی اصولی اور عملی تعلیم کے لئے رکھا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک بورڈنگ ہاؤس بھی قائم کیا گیا ہے۔

اس مدرسہ کو جب ۱۹۱۱ء مین لیڈی اُڈوائر نے معائنہ کیا تو تحریر کیا کہ:۔

"اس مدرسہ سے علیا حضرت کی گہری دلچسپی امرائے ریاست کے آئندہ نونہالون کے لئے تعلیم یافتہ اور تمیز دار بیویان مہیا کرنے مین بہت مفید ہوگی اور اس اسکول کے افتتاح مین علیا حضرت کی دُور اندیشی اس لحاظ سے اور بھی زیادہ قابل قدر ہے کہ ریاست ہائے ہندوستان مین ابھی اس مدرسہ کی کوئی نظیر ملنی مشکل ہے۔"

گذشتہ یکم اگست ۱۹۱۰ء کو ہر اکسلنسی لیڈی چیمسفورڈ نے مدرسہ سلطانیہ کا معائنہ فرمایا تھا اس موقع پر اسکول کی عمارت (جو ایک نہایت عالیشان محل ہے) بڑی خوبصورتی سے آراستہ کی گئی تھی اسکے صحن اور وسیع دالانون کو پھول پتون جھنڈیون اور پردون سے زنانہ مذاق کے ساتھ سجایا گیا تھا وسط مین ایک بلند پلیٹ فارم پر علیا حضرت اور ہر اکسلنسی کی زرنگار کرسیان تھین۔ اس کے دونون طرف درجہ بدرجہ بیگمات اور معزز لیڈیز کے لئے صوفے کوچین اور کرسیان تھین اور اون کے عقب مین تمام طالبات مدرسہ ایک ہی لباس مین بیٹھی تھین۔ پلیٹ فارم کے قریب دو میز انعام کی قیمتی اشیاء سے آراستہ تھین مسز بخش لیڈی سپرنٹنڈنٹ نے ایک مختصر ایڈریس ہر اکسلنسی کے سامنے پڑھا اور اس امر کا اعلان کیا کہ "ہز امپیریل مجسٹی کنگ اور ہر امپیریل مجسٹی کوئن کی تقریب شادی کی نقرئی جوبلی پر لڑکیون نے ماشاللہ کا تحفہ پیش کیا ہے۔"

پھر اردو انگریزی کی نظمیں سنائی گئیں ریسیٹیشن کیا گیا اور اس دلچسپ نظارہ کے بعد ہر اکسلنسی نے انعام تقسیم کیا۔ سب سے پہلے ایک جاگیردار کی لڑکی پیش ہوئی جو مڈل کے امتحان میں عمدہ نمبروں سے کامیاب ہوئی تھی اس کو ایک سند اور مرصع پہنچیاں دی گئیں۔ دوسری لڑکی کو جو اسی سال سیکنڈ گریڈ مڈل میں کامیاب ہوئی ہے طلائی پہنچیاں عطا ہوئیں اور پھر درجہ بدرجہ دوسری لڑکیوں کو زنانہ ضرورتوں کی کتابیں تقسیم ہوئیں (جن میں بڑا حصہ علیا حضرت اور علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ کی مصنفات و مؤلفات کا تھا) ان کتابوں کی طلائی جلدیں نہایت خوبصورت تیار کرائی گئی تھیں۔

انعام سے فارغ ہونے کے بعد ہر اکسلنسی نے ایک مختصر تقریر کی جس میں لڑکیوں کے اُن کاموں پر جو اُنھوں نے پروگرام کے مطابق انجام دیے تھے خوشنودی کا اظہار کیا اور لڑکیوں نے تحفہ کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور یہ پرلطف "ورث" "گاڈ سیو دی کنگ" کے پرجوش گیت پر ختم ہوئی۔

(۴) برجیہ کنیا پاٹ شالا۔ ہنود کی لڑکیوں کا خاص مدرسہ ہے ہندی، انگریزی اور حساب کی تعلیم دیجاتی ہے۔

اس مدرسہ کو علیا حضرت نے جن وجوہ سے مختص القوم بنالیا ہے وہ علیا حضرت ہی کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں جن سے مذہبی رواداری کے جذبات صحیحہ کا اندازہ ہوگا۔

"ہندو لڑکیوں کے لئے جداگانہ مدرسہ قائم کرنے کی مجھے ایک عرصہ سے فکر تھی کیونکہ میں اپنی رعایا کو بلا امتیاز مذہب عزیز رکھتی ہوں اور فی الواقع کسی فرماں روا کو زیبا نہیں ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مابین مذہبی رواداری یا امتیاز کو جہاں تک ترقی و اصلاح اور انصاف و امن کا واسطہ ہے جائز رکھے بلکہ ہر صورت میں مساوات قائم رکھنا چاہیے۔ اس لیے جس طرح مسلمان لڑکیوں کی تعلیم میں مجھے شغف ہے اُسی طرح ہندو لڑکیوں کی تعلیم بھی میرا نصب العین ہے اور اگر میں خاص مذہبی ضرورتوں سے مجبور نہ ہوتی تو کبھی جداگانہ مدرسے قائم نہ کرتی۔

اگرچہ تعلیم دونوں کے لئے ایک ہی پیمانے اور طریقہ پر ہے مگر چونکہ ابتدائی
درجوں میں مذہبی تعلیم کا حصہ زیادہ ہے پس لامحالہ دونوں کو ملا کر تعلیم نہیں
دی جا سکتی لہٰذا میں نے اس سال پرنسس جہان بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ کے عزیز
نام سے موسوم کر کے ہندو لڑکیوں کے لئے ایک پاٹ شالا قائم کیا۔"

(۵) مدرسۂ سکندری | نواب سکندر بیگم صاحبہ خلد نشین کے نام نامی کی طرف منسوب ہے
جو قصر سلطانی کے احاطہ میں بالکل زنانہ محل کے قریب واقع ہے۔ اس کی ایک خاص عمارت ہے
میدان نہایت وسیع ہے اور سبزہ و خوش نما پودوں سے تازگی بخش ہے اس مدرسہ میں صرف خاندانی
لڑکیاں یا خال خال کسی مخصوص متوسل ریاست کی لڑکیاں قرآن مجید، اردو، انگریزی اور دستکاری کی
تعلیم پاتی ہیں اور مدرسہ کے بورڈنگ ہاؤس میں ان کے لئے رہنا لازمی ہے۔ ہندوستانی
اور یورپین خواتین اس کی معلمات ہیں اردو خوشنویسی بھی خاص طور پر سکھائی جاتی ہے
اُن مدرسوں میں جہاں قرآن مجید پڑھایا جاتا ہے مفتی صاحب ریاست مع دو ایک اور
عالموں کے امتحان لیا کرتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ درس میں "ذکر مبارک" بھی شامل کیا گیا ہے
اور آئندہ تاریخ اسلام پر جو کتابیں تیار ہوں گی وہ بھی جاری کی جائیں گی۔

تذکرہ مدارس نسوان کے سلسلہ میں علیا حضرت کی ایک تقریر کا جو جنوری ۱۹۱۱ء میں
بجواب سپاسنامہ ممبران اشاعت سلطانیہ اسکول ارشاد فرمائی تھی اقتباس درج کیا جاتا ہے جو عام
طور پر ہر جگہ غور کرنے کے قابل ہے خصوصاً خواتین کرام کو تو بہت غور کے ساتھ دیکھنا چاہئے
کیونکہ جن دقتوں کا تذکرہ علیا حضرت نے بھوپال میں کیا ہے وہی ہر جگہ ہیں اور ان دقتوں کو
عورتوں اور مردوں کی متفقہ کوشش ہی دور کر سکتی ہے حضور ممدوحہ فرماتی ہیں کہ:۔
"جہاں تک میں نے غور کر کے نتیجہ نکالا ہے مفید و موزوں نصاب تعلیم کا نہ ہونا
اور استانیوں کا میسر نہ آنا اس پسماندگی کا بڑا سبب ہے مجھے پہلے اسکی

سلہ مولفہ علیا جناب شاہ بانو بیگم صاحبہ بالقابہا۔

قائم کرتے وقت یہی دقتیں محسوس ہو رہی تھیں اور ابھی تک میری حسب مرضی تعلیم کی عام اشاعت نہ ہونے میں یہی مشکلات درپیش ہیں اگر اُستانیوں کی تعلیم کا انتظام ہوتا اور عمدہ نصاب تیار کر لیا جاتا تو بڑی حد تک یہ مشکلیں رفع ہو جاتیں۔ تاہم بھوپال میں مدارس شہر کے لئے مسز بخش نے خود اسی مدرسہ کی لڑکیوں کو ٹرینڈ کر لیا اور ایک حد تک اس میں دقت نہیں ہوئی۔

خواتین! تمام پیشوں میں جو عورتیں اور مرد کرتے ہیں معلمی کا پیشہ سب سے زیادہ شریف اور اعلیٰ ہے۔ کیونکہ اس میں ایک انسان کو بہت سے انسانوں کی سیرت اور عادات و اخلاق اور آئندہ زندگی درست کرنے کا موقع ملتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اُستانی کا لفظ ہی حقیر سمجھ لیا گیا ہے اور شریف و ذی رتبہ خواتین اس پیشہ کو اپنے مرتبہ اور شرافت کی توہین سمجھتی ہیں حالانکہ اگر وہ خواتین جو زندگی کی ضروریات سے مستغنی ہیں اور ان کو وقت و فرصت حاصل ہے اس پیشے اور کام کو اختیار کریں تو وہ اپنی بہنوں اور اپنی صنف کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتی ہیں اور وہ عورتیں جو اپنی مدد آپ کرنے کے لئے مجبور ہیں اس پیشہ کو اختیار کر کے ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہو سکتی ہیں۔

خواتین! میں سمجھتی ہوں کہ جو نصاب تعلیم عام طور سے زنانہ مدارس میں رائج ہے وہ ہماری قومی و ملکی ضروریات کے لئے ناکافی ہے اور ہم کو ایک ایسا نصاب درکار ہے جو تمام ضرورتوں پر حاوی ہو لیکن یہ کام ملک کے قابل ترین اصحاب کا ہے اور افسوس ہے کہ باوجود ضرورت سمجھنے کے مسلمانوں نے تو اس کے متعلق توجہ نہیں کی۔ البتہ دس سال کی کوشش کے بعد چند کتابیں تیار ہوئی ہیں جو کچھ غنیمت معلوم ہوتی ہیں مگر جب تک سلسلہ مکمل نہ ہو جائے ضرورت پوری نہیں ہو سکتی تاہم جو کچھ تیار ہو گیا ہے اُس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(۲) صنعت و حرفت اناث | ان مدارس کے علاوہ عورتون کے لیے ایک صنعتی مدرسہ بھی جاری کیا گیا ہے جس کے اغراض و مقاصد خود علیا حضرت کے ہی الفاظ مین یہ ہین کہ:-

"وہ جاہل اور بے ہنر عورتین جو وارث اور والی کے نہ ہونے سے اپنے اور اپنے بچون کے گذارے کے لیے محتاج ہو کر اپنی زندگی بے انتہا مصیبتون مین بسر کرتی ہین دراصل بہت زیادہ قابلِ رحم ہوتی ہین اور ایسی عورتین اُس طبقہ مین کثرت سے پائی جاتی ہین جن کے مردون کا دارومدار محنت و مزدوری یا ملازمت پر ہوتا ہے ظاہر ہے کہ مردون کے مرنے یا ناقابل کار ہوجانے کے بعد کثیر العیالی کے سبب کوئی اور ذریعہ روزی کمانے کا باقی نہین رہتا اس لیے مجبوراً گرسنگی اور فاقہ کشی برداشت کرنی پڑتی ہے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کی ایک تعداد کثیر یا تو جرائم پیشہ ہو جاتی ہے یا فاقہ کشی کی مصیبتین اُس کو موت کے کنارے کھینچکر ڈالدیتی ہین۔

بھوپال مین بھی اس قسم کی بے ہنر عورتون کی کمی نہ تھی لیکن اُن پر وہ صعوبتین نہ تھین جو عام طور پر دوسری جگہ پائی جاتی ہین اور اُس کی وجہ صرف زنانہ حکومت کی فیاضی اور بالخصوص نواب قدسیہ بیگم اور والدہ مکرمہ سرکار خلد مکان کی وہ اعلیٰ اور مشہور فیاضی و رحم دلی تھی جس کی یاد ہمیشہ باقی رہیگی مگر فقر و فاقہ کو کسی فیاض کی فیاضی نہین روک سکتی اور نہ داد و دہش وہ اصلی مصیبتین جو افلاس کا نتیجہ ہین دور کرسکتی ہے کیونکہ اس قسم کی فیاضی اور داد و دہش سے لوگ اپنے آپ کو خود نکما اور اپاہج بنا لیتے ہین اور معاش کا بار خزانہ پر ڈالنا چاہتے ہین اور یہی سبب تھا کہ مین نے ریاست مین ایک بڑا گروہ اس قسم کی عورتون کا پایا اس لیے مجھے سخت ضرورت محسوس ہوئی کہ مین اور اصلاحات کے ساتھ اس طبقہ کی بھی اصلاح کرون تاکہ آئندہ ان کی

حیثیتوں میں کچھ ترقی کی ہو۔

میں نے بھوپال کی ایسی عورتوں کے لئے ایک ایسا مدرسہ جس میں ضروریات
روزمرہ میں کام آنے والی چیزوں کی صنعتی تعلیم دی جائے قائم کرنا تجویز کیا
تاکہ وہ اس میں صنعت و حرفت سیکھ کر کچھ نہ کچھ اپنی مدد کر سکیں۔"

یہ مبارک و اعلیٰ جذبات ہمدردی دراصل رحمت خداوندی ہیں جن سے خوش قسمت
مخلوق ہی بہرہ مند ہوتی ہے۔

طبی تعلیم و امداد بھوپال میں سرکار خلد مکان نے ۱۸۹۲ء میں عورتوں کو طبی امداد میسر ہونے
اور لیڈی لینسڈون کی یادگار صحبت قائم رکھنے کے لئے ایک شفاخانہ جاری کیا جو کامیابی
کیساتھ قائم ہے لیکن عورتوں اور بچوں کی طبی امداد کے متعلق علیا حضرت کی نظر بڑی وسیع ہے
ان مسائل پر صدہا کتابیں مطالعہ اقدس سے گذر چکی ہیں اور زیر مطالعہ رہتی ہیں ڈاکٹر اور اطباء سے
اکثر ان کے امراض پر گفتگوئیں ہوئی ہیں بہت سے ایسے حادثات کا علم ہوا جو محض عورتوں کی
غفلت و جہالت اور اصول تیمارداری سے ناواقفیت کا نتیجہ تھے۔ اس لئے کیونکر ممکن تھا کہ
وہ دل جس کو اپنے صنف کی ہمدردی سے قدرت نے مملو کر دیا ہو ان حالات سے مضطرب
نہ ہو۔ علیا حضرت نے ان ضرورتوں کو محسوس کر کے نہایت فیاضی و توجہ کیساتھ ایسے مختلف
انتظامات کئے کہ عورتیں اور بچے ان تکالیف سے محفوظ رہیں سب سے پہلے ایک نرسنگ اسکول کا
اضافہ کیا کیونکہ حضور ممدوحہ کی رائے ہے کہ دراصل نرسنگ کی ہی تعلیم صحت انسانی کی کفیل
ہو سکتی ہے اور ہر جگہ اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

اختر اقبال میں فرمایا ہے کہ:۔

"مریضوں کے لئے جس طرح قابل طبیب ڈاکٹر اور بہتر ادویات کی ضرورت ہے
اسی طرح باقاعدہ اور عمدہ تیمارداری ضروری چیز ہے لیکن ہندوستان میں
اس ضروری چیز پر بہت کم توجہ ہوتی ہے اور عموماً دیکھا جاتا ہے کہ تیمارداری

نہایت بے قاعدہ اور خراب طریقہ سے کیجاتی ہے۔

مین نے جہان تک غور کیا ہے اس کی وجہ طریقۂ تیمارداری سے عدم واقفیت ہے۔ تیمارداری کو یورپ نے بجائے خود ایک مستقل فن بنا دیا ہے جس کو عورتین باقاعدہ طور پر حاصل کرتی ہین اور وہ امرا اور خوش حال آدمیون کے گھرون مین نرس کی خدمت بجالاتی ہین اور چونکہ وہ اسی کے ساتھ اور دوسرے زنانہ فنون مین دستگاہ رکھتی ہین اس لئے اکثر بچون کی پرورش و تربیت بھی اُن ہی کے سپرد کی جاتی ہے اسکے علاوہ تمام یورپین عورتین خواہ وہ کسی درجہ کی ہون اس کام سے کچھ نہ کچھ واقف ہوتی ہین اور یہ واقفیت زیادہ تر ان کی تعلیم کا نتیجہ ہوتی ہے اور اعلیٰ مرتبہ کی لیڈیان اُس کو نہایت شوق سے سیکھتی ہین لیکن ہندوستان مین یہ قابلیت مفقود ہے نہ یہان نرسنگ اسکول ہین اور نہ عورتون کی تعلیم اس درجہ عام اور ترقی پر ہے کہ وہ بطور خود واقفیت پیدا کرلین۔ اس لئے تیمارداری کی خرابی کا آخری نام موت ہے!!

یہ مدرسہ نہایت عمدہ کام کر رہا ہے اور اس مین پانچ برس سے زیادہ عمر کی لڑکیان داخل ہوتی ہین اور عموماً سب کو وظیفہ عطا کیا جاتا ہے اور لیڈی منٹو کے نام سے موسوم ہے۔

اسی اسکول کے ساتھ دائیون کی تعلیم کا انتظام کیا اور ایک درجہ وکٹوریہ میموریل اسکالرشپ کلاس کے نام سے قائم فرمایا۔ اس انتظام مین بہت مشکلات پیش آئین۔ انتظام کی تو فوری ضرورت تھی کیونکہ ولادت تو روز ہی ہوتی ہے۔ اور تعلیم کے لئے ایک عرصہ درکار تھا لہذا یہ انتظام کیا گیا کہ وہ دائیان جو موروثی طور پر پیشہ کرتی ہین روزانہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس حاضر ہو کر کچھ زبانی تعلیم حاصل کرین اور اپنی لڑکیون کو ابتدا سے کلاس مین داخل کرائین۔ سنہ ۱۹۰۹ء سے سنہ ۱۹۱۳ء تک ایک سو پیشہ ور دائیون نے اس اسکول مین تعلیم حاصل کی

اور اب یہ سلسلہ برابر قائم ہے یہ انتظام نہ صرف شہر کے لئے کیا گیا بلکہ مفصلات سے بھی پیشہ ور دائیون کو طلب کر کے واخل کیا گیا۔ ایسی زبانی تعلیم کے بعد دائیون کو سند بھی دی جانے لگی اور غیر سند یافتہ دائیون کو کام کرنے کی قطعی ممانعت کر دی گئی اس طرح تھوڑے عرصہ مین دائیون نے اچھی خاصی تعلیم کر لی۔ ان دائیون کو ماہانہ وظائف بھی دیے گئے۔

دائیون کے امتحان مین ریاست کی لیڈی ڈاکٹر کے علاوہ ایجنسی سرجن بھی شریک کئے جاتے ہین اور اسی طرح مفصلات مین بھی یہ سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے اور ہر ضلع مین اور ہر بڑے مقام مین گشتی لیڈی ڈاکٹرون کا انتظام ہے جو عام حفظان صحت کو دیکھتی، علاج معالجہ اور دائیون کی نگرانی کرتی ہین۔

دائیون کے اس انتظام سے جس قدر فائدہ عورتون کو ہوا ہو گا اُس کا اندازہ وہی کر سکتی ہین لیکن مردون نے بھی اس انتشار سے نجات حاصل کی جو جاہل دائیون کے باعث ہر گھر مین پیدا ہوتا ہے۔ علیا حضرت اسی تذکرہ مین فرماتی ہین کہ:-

"مستورات ہند کو فی الواقع جاہل دائیون کے ہاتھ سے بھی کچھ کم نقصان نہین پہونچتا۔ اکثر مہلک امراض تھوڑی سی بے احتیاطی سے پیدا ہو جاتی ہین اور پھر تمام عمر اُن کا ازالہ مشکل ہوتا ہے عموماً ولادت کے وقت اور نسائی امراض کے معالجہ مین ہوشیار دائیون کی سخت ضرورت رہتی ہے"

اسی سلسلہ مین غریب بچون کی پرورش اور اون کی صحت کی نگرانی کے لیے ۱۹۱۲ء مین انفینٹ ہوم قائم فرمایا جو زنانہ ہسپتال کے ہی سلسلہ مین ہے لیڈی ہارڈنگ نے اسکا سنگِ بنیاد رکھا تھا اور وہ ان ہی کی یادگار مین بنایا گیا ہے۔

شہر مین علاوہ بڑے زنانہ ہسپتال کے متعدد چھوٹے چھوٹے زنانہ شفا خانے بھی ہین جن مین پردہ کا بھی پورا التزام ہے۔ زنانہ ڈاکٹری شفا خانون کے علاوہ ایک زنانہ مطب طب یونانی کا بھی ہے جس مین مدرسہ طبیہ دہلی کی تعلیم یافتہ خاتون مامور ہین۔ ان زنانہ

شفا خانوں سے عورتوں کے لئے ہر وقت طبی امداد حاصل ہوتی رہتی ہے۔

اخلاقی اصلاح

ان تعلیمی طبی ہمدردیوں اور امدادوں کے علاوہ ہر ہائینس صنف نسواں کی اخلاقی اصلاح کا بھی کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتیں، زنانہ انجمنوں میں، سوسائیٹیوں میں، عید کے موقعوں پر، اسکول کے ہال میں، تقریبات کے موقع پر اپنی اس مشن کو پورا فرماتی ہیں۔ ایسی متعلقہ تدابیر میں جہاں ضرورت دیکھتی ہیں شاہی اقتدار و اثر کو بھی کام میں لانے سے دریغ نہیں فرماتیں۔ اور ان ہمدردیوں کے دائرہ اثر کی وسعت میں ہر طبقہ کی عورتیں شامل ہوتی ہیں عموماً ہر جگہ بہت سے اشخاص جو بیویوں کے حقوق کی پروا نہیں کرتے اور اونکو مصیبت میں مبتلا رکھتے ہیں اور بعض اوقات سب سے بڑی تکلیف یہ ہوتی ہے کہ شادی کے بعد بیوی کو چھوڑ کر غائب ہو جاتے ہیں۔ اور تمام عمر یہ غریب اپنی زندگی کو عسرت و پریشانی میں بسر کرتی ہیں یا اُن کے بد اخلاقی و ارتکاب جرائم میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ سرکار عالیہ نے اس مسئلہ پر غور فرمانے اور علماء سے مشورہ حاصل کرنیکے بعد ایسی زنانِ فاقدۃ الازواج کے نکاح ثانی کے لئے قواعد مرتب فرمائے اور محکمہ قضا کے ذریعے سے اُن غریبوں کی اس مصیبت کو دور کرنے کا انتظام فرمایا۔

اسی طرح ہر ہائینس نے مہر کے متعلق بھی توجہ فرمائی شریعتِ اسلام نے مہر کو عورت کا ایک خاص حق مقرر کیا ہے جس کا مردوں پر ادا کرنا لازم ہے لیکن اس کی ادائی کا دستور اس قدر کم ہو گیا ہے کہ یہ حق رفتہ رفتہ معدوم ہوتا جاتا ہے۔ اور صرف برائے نام باقی ہے۔ پھر اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ محض حیلۂ شرعی پر مہر کی بڑی بڑی رقمیں باندھی جاتی ہیں جن کی ادائی شوہر کی موجودہ حالت کے اقتضا سے ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ ہر ہائینس نے محکمہ قضا کو توجہ دلائی کہ عموماً مہرِ مؤجل جو ایک سنتِ نبوی ہے اُس کی پیروی کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا جائے اسی کے ساتھ یہ دو باتیں بھی زیرِ غور رہیں کہ مہر شوہر کی حیثیت پر باندھا جائے اور عورت کے والدین جو غریب ہوں اُن کو نصف مہر پہلے دلوا دیا جائے تاکہ وہ جہیز تیار کر سکیں۔

پرنس آف ویلز لیڈیز کلب

بھوپال میں چونکہ پرنس آف ویلز لیڈیز کلب علیا حضرت کی صنفی مساعی کی نہایت وقیع یادگار ہے اور زنانہ دلچسپیوں کا مرکز ہے لہذا اس کے حالات بھی پوری تفصیل کے ساتھ لکھنے ضروری ہیں لیکن چونکہ خود مؤلفِ تذکرہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا اس لئے اُس کے التماس پر کلب کی سکریٹری (آبرو بیگم) صاحبہ نے تحریر فرمائے ہیں۔

یوں تو بھوپال میں سرکار عالیہ کی زنانہ ہمدردیوں اور عنایتوں کی بہت سی یادگاریں ہیں جو حضورِ ممدوحہ نے قائم فرمائی ہیں لیکن ان یادگاروں میں پرنس آف ویلز لیڈیز کلب ایک ما بہ الامتیاز یادگار ہے یہ یادگار ہماری ہر دلعزیز ملکہ میری شہنشاہ بیگم کی اولین سیاحتِ ہندوستان کی یاد تازہ کرتی ہے جب کہ وہ سنہ ۱۹۰۴ء میں اعلیٰ حضرت ملک معظم کے ہمراہ بزمانہ ولیعہدی ہندوستان میں تشریف لائی تھیں حضور سرکار عالیہ نے اس کلب کو عورتوں کے لئے ایک بہترین زنانہ سوسائٹی کے نمونہ کے طور پر قائم فرمایا کیونکہ حضور ممدوحہ ایک ایسی سوسائٹی کی ضرورت سمجھتی تھیں، جیسا کہ خود فرماتی ہیں:۔

"یہ امر مسلمہ ہے کہ بنی نوع انسان کی ترقی و شائستگی کا بہت کچھ انحصار عمدہ صحبت اور شائستہ سوسائٹی پر ہے جس قدر سوسائٹی بہتر ہوگی اُسی قدر وسیع الخیالی پیدا ہوگی اور یہی وسیع الخیالی ترقی و شائستگی کی بنیاد ہے انگلستان میں بھی تھوڑے عرصہ سے عورتوں کی سوسائٹیاں قائم ہوگئی ہیں اور اس میں شک نہیں کہ ان سے وہاں کی خواتین کو نہایت گراں قدر فوائد حاصل ہوئے ہیں بد قسمتی سے ہندوستانی عورتیں چونکہ تعلیم سے بے بہرہ ہیں اس لئے سوسائٹی کی فوائد سے بھی محروم ہیں میں نے سوسائٹی نہ ہونے کا نقصان یوں اور بھی محسوس کیا

کہ عموماً جاہل اور لکھی پڑہی عورتین یکسان فضول مراسم اور بعض رواجات کی گرویدہ ہین اور ان کی نسلون پر بطور ورثہ کے اس کا خراب نتیجہ مترتب ہو رہا ہے۔

پھر جب ۱۹۱۵ء مین حضور ممدوحہ پرنسس موصوفہ سے اندور مین ملین تو یہ خیال اور بھی پختہ ہوگیا اور اُن کے نام سے اس سوسائٹی کو منسوب فرمایا تاکہ اس سے عورتون کی تمدن و معاشرت مین جو ترقی ہو اس مین ان نام کی برکت شامل ہو اور ہمیشہ خواتینِ بھوپال کے دلون پر انکا نامِ نامی عزت و محبت کے ساتھ منقوش رہے -

حضور عالیہ نے اس کلب کو عالی منزل مین قائم کیا جو دو طبقون مین منقسم ہے چھوٹی چھوٹی اور بھی متعدد عمارتین ہین نہایت فرح بخش اور سر سبز و شاداب باغیچے ہین دونون طبقون مین میدان بھی وسیع ہے اونچے اونچے شاندار درخت ہین چلنے پھرنے اور مختلف قسم کے کھیلون کے لئے وسیع صحن ہین اوپر کے طبقہ مین ایک بڑی فراخ بارہ دری ہے اور ہر قسم کے سامان سے آراستہ ہے پردہ کے لئے اونچی اونچی دیوارین ہین برقی روشنی اور برقی پنکھے بھی لگا دیئے گئے ہین اگرچہ کلب ۱۹۰۵ء مین قائم ہوگیا تھا لیکن اس کی افتتاح کی باضابطہ رسم ۱۹۰۸ء مین لیڈی منٹو کے دستِ مبارک سے ادا ہوئی۔ اس موقع پر کلب خاص طور سے آراستہ کیا گیا تھا اور مشرقی و مغربی آراستگی کی ترکیب نے ایک عجیب نظارہ پیدا کر دیا تھا۔

ہر اکسلنسی کو باضابطہ ایڈریس دیا گیا اور اونھون نے ایک مختصر تقریر مین جواب دیکر افتتاح کیا[1]

---

[1] ذیل مین زہرا بیگم فیضی صاحبہ کے ایک مضمون سے جو اُنھون نے اپنے قیامِ بھوپال کے متعلق الناظر جنوری ۱۹۱۰ء مین شائع کرایا تھا اقتباس کر کے افتتاح کلب کے دلچسپ حالات درج کئے جاتے ہین بیگم صاحبہ موصوفہ مع عطیہ بیگم صاحبہ (بیگم رحمٰن فیضی صاحبہ) علیا حضرت کی مہمان خاص تھین اور عالی منزل ہی مین قیام تھا اور عطیہ بیگم تو کلب کے انتظامات مین مدد دینے کے لئے خاص طور پر مدعو کی گئی تھین -

۱۱ نومبر آج سویرے منھ اندھیرے ہم لوگ تیار ہوگئے اور بیگمات رنگ برنگ کے لباسون سے مزین

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اور کلب ہال یعنی بارہ دری میں تمام خواتین کا سلام قبول کیا۔

دراصل یہ کلب صرف خواتین بھوپال کی دلچسپیوں کا مرکز ہے بلکہ وہ خواتین جو سرکار عالیہ کی مہمان ہوتی ہیں خواہ کسی قوم و مذہب سے تعلق رکھتی ہوں اسمیں بڑی دلچسپی لیتی ہیں اور ممتاز خواتین کو

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۷۳) ہو کر آئیں اور اپنی اپنی جگہ قرینے سے بیٹھ گئیں۔ دونوں دولہنیں بھی بڑی آن بان سے آگئیں۔ عطیہ سارے بارہ بجے رات تک کام کرتی رہی دو تین دن اُس نے خوب محنت کی۔ لیڈی منٹو صاحبہ کے لئے باغ کے ایک گوشہ میں ایک زربفتی شامیانہ چار سونے کے ستونوں پر نصب کیا گیا تھا۔ اور اس شامیانہ میں اُنکے اور بیگم صاحبہ کے لئے چاندی کی اور مہمانوں کے لئے زربفتی چوکیاں رکھی گئی تھیں۔ اسکے مقابل قنات تھی جسکے کنارے ممبران کلب قرینے سے چوکیوں پر بیٹھی تھیں۔ تمام باغ جھنڈیوں، نشانوں اور پھریروں سے معمور ہو رہا تھا۔ پھاٹک پر خیر مقدم کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ وہاں سے کچھ فاصلہ پر کمان کی آڑ میں دونوں دولہنیں اور دوسری معزز بیگمات سب ملا کر نوی بیان اس غرض کے لئے بیٹھی تھیں کہ لیڈی منٹو صاحبہ کا خیر مقدم کریں۔ اسکے بعد وکٹوریہ گرلس اسکول (جو نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کا جاری کیا ہوا ہے) کی لڑکیاں فیروزی لباس پہنے قطار باندھے کھڑی تھیں تاکہ لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر ترانۂ خوش آمدید اور دوسری چیزیں گائیں۔ اسی حالت میں نو بجے تک قرینہ سے سب اپنی اپنی جگہ حالتِ انتظار میں ہیں پہلے لیڈی منٹو صاحبہ مدرسہ سلطانیہ میں داخل ہوئیں اور خیر مقدم کا ترانہ (جو کورس کی وضع پر تیار کیا گیا تھا) عطیہ کے ساتھ سب لڑکیوں اور اُستانیوں نے مل کر گایا۔ یہ ترانہ نہایت خوش الحانی اور عمدہ لَے سے گایا گیا جس میں لیڈی صاحبہ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت کیا گیا تھا۔ زیور علم سے ان سب لڑکیوں کے آراستہ ہونیکی آرزو کی گئی تھی اور سرکار عالیہ جو اس مدرسہ کی بانیہ ہیں اور جن کی بدولت یہ جلسہ ہوا اُن کے لئے افزونیِ دولت اور فراوانیِ اقبال کی دعا مانگی گئی تھی اسکے خاتمہ پر مسز بخش نے ایڈریس پڑھا۔ زاں بعد چند لڑکیوں نے گیند کا گیت انگریزی میں گایا اور رسیٹیشن سنایا۔ ان سب کے بعد لیڈی صاحبہ نے انعامات تقسیم کئے اور لڑکیوں نے پھول نثار کئے اور گلدستے نذر دیئے اختتام پر "گاڈ سیو دی کنگ" (خدا بادشاہ کو سلامت رکھے) کا گانا ہوا یہاں سے سواری پرنسس آف ویلز کلب کی طرف چلی چونکہ کلب مدرسہ سلطانیہ سے قریب تھا لیڈی صاحبہ کے سوار ہونیکی خبر فوراً پہونچ گئی اور سب اپنی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گئیں۔ جیسے ہی سواری

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

تو خصوصیت کے ساتھ حضور سرکار عالیہ اس کلب مین مدعو فرماتی ہین لیڈی ہارڈنگ لیڈی چیمسفورڈ بھی اس کلب مین تشریف لا چکی ہین جنکا تمام ممبرون نے نہایت پرجوش استقبال کیا تھا کُل زنانہ جلسے بجز خاص درباری تقریبات کے سب یہان ہوتے ہین اس تھوڑی

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۷۳) پھاٹک پر پہونچی اور لیڈی صاحبہ مع بیگم صاحبہ اپنی صاحبزادی لیڈی ایلین لیسٹ اور ہمشیر کاؤنٹس آف انٹریم کے اُترین اور بینڈ نے بھوپال انتھم (بھوپال کا قومی گیت) بجانا شروع کیا عجیب مؤثر وقت تھا آہستہ آہستہ یہ لوگ چل کر کمان تک آئین جہان دونون دولہنین اور دوسری بیگمات خیر مقدم کے لئے کھڑی تھین۔ ان سبھون سے تعارف حاصل کر کے اور ایک دو باتین کر کے یہ سب آگے بڑہین۔ ایک مقام پر عطیہ کھڑی تھی جس نے پروگرام پیش کیا۔ یہان سے آہستہ آہستہ شامیانہ تک آئین اور پہلے سکریٹری صاحبہ سے اور پھر سب مہمانون سے مل کر مقررہ نشست گاہ پر بیٹھ گئین۔ وکٹوریہ گرلس اسکول کی ہیڈ مسٹرس (معلمہ اول) مسز اسکل تھارپ نے بیگم صاحبہ کی اجازت حاصل کر کے اپنی دونون لڑکیون کے باجے کی مدد سے لڑکیون کو گیت گوایا اور بعد ازان سلمہ ستارہ اور مصنوعی پھول ٹکے ہوئے خوبصورت ہار پہنائے۔ پھر آفتاب بیگم صاحبہ سکریٹری کلب نے نہایت خوبی اور شائستگی سے اردو مین ایڈریس پڑھا جس کا انگریزی ترجمہ عطیہ نے لیڈی صاحبہ کو دیا۔

ایڈریس ایسی خوش اسلوبی سے پڑھا گیا کہ لیڈی صاحبہ بھی بغیر تعریف کئے نہ رہ سکین معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدتون سے اسکے پڑھنے کی عادی تھین۔ افسوس کہ لیڈی منٹو صاحبہ کا جواب بھول آئی تھین اسلئے زبانی چند فقرے کہے جس کا ترجمہ اُن کی خواہش سے عطیہ نے تمام بیگمات کو مخاطب کر کے نہایت خوبی سے سنایا۔ اسکے بعد سکریٹری صاحبہ نے کلب کی طرف سے ایک خوبصورت کاسکٹ پیش کیا اور بیگم صاحبہ کو کلب کی کنجی دی جسے لیکر اُنھون نے لیڈی صاحبہ کو دیا اور کہا کہ آپ اس کلب کا افتتاح کر کے ممنون کرین (بیگم صاحبہ خاصی طرح انگریزی مین اپنا مطلب ادا کر سکتی ہین) بیگم صاحبہ کے یہ کہتے ہی لیڈی صاحبہ کلب کی طرف چلین آگے آگے یہ لوگ اور پیچھے پیچھے سارا مجمع تھا دروازہ پر لیڈی صاحبہ نے ٹھہر کر کنجی سے قفل کھولا اور جون ہی کہ یہ دروازہ کھلا کلب کے تمام دروازے ایک ساتھ کھُل گئے جو اُسوقت بہت ہی بھلا معلوم ہوا۔ اس کا بندوبست یون کیا گیا تھا کہ دروازہ کے اندر ایک ایک ملازمہ رکھی گئی تھی اُن سبھون نے عطیہ کی

عرصہ مین علاوہ ایسے جلسون اور تقریبون کے اس کلب مین اکثر قومی و ملکی جلسے بھی ہوئے حضور سرکار عالیہ کی سالگرہ کے دن تو خاص دہوم دہام ہوتی ہے سب سے پہلے اس کلب مین مسلم یونیورسٹی کا جلسہ ہوا اور غالباً ہندوستان بھر مین اس شریف مقصد کے لئے یہ ہی پہلا زنانہ اجتماع تھا پھر لیڈی ہارڈنگ نے

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ) تاکید سے وقت پر ایک ساتھ سب دروازے کھول دیئے۔ لیڈی صاحبہ بیگم جنتا مہمان اور دولھنین یہان سے داخل ہوکر اپنی اپنی جگھون پر بیٹھ گئین۔ حضور عالیہ اور لیڈی صاحبہ اُس ڈیس پر بیٹھین جو اُن کے لئے تیار کیا گیا تھا اُن کے ایک طرف مہمانون کے کوچ کرسیان اور دوسری طرف دولھنون کی نشست تھی۔ ڈیس کے سامنے کی طرف ایک حصہ کھلا گیا تھا جہان رشتہ دار بیگمات جوڑی جوڑی آتین اور تسلیم بجا لاکر لیڈی منٹو صاحبہ سے ہاتھ ملاتین اور دوروبہ کوچون پر بیٹھ جاتین پہلے نو جوڑیان گلابی اور کپاسی رنگ کے لباس پہنے ہوے آئین اور اُس کے بعد ۲۲ جوڑیان اور ایک علیحدہ بیگم فیروزی اور دھنک کے رنگ کے لباسون مین آئین جملہ بیگمات تہین جس وقت یہ تسلیم بجا لاتین تو عطیہ ان کے نام پکارتی اور تب لیڈی منٹو صاحبہ ہاتھ ملاتین بیگمات کے پیش ہو چکنے کے بعد عطر گلاب اور الائچی سے ضیافت کی گئی اور سکریٹری صاحبہ نے لیڈی صاحبہ اور حضور عالیہ کو گوٹے کے ہار پہنائے اور ہم لوگون نے باقی سب لوگون کو تقسیم کیے۔ اسکے بعد بیگم صاحبہ نے ملکہ وکٹوریا آنجہانی کا مرقع اور اپنی مرحومہ والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ کی تصویرین دکھائین۔ بعد ازان کلب کے کمرہ پر ایک نظر ڈالی گئی۔ ہر میز پر کچھ نہ کچھ رکھا ہوا تھا کہین رسالے۔ کہین اخبار تھا کہین پینگ پانگ۔ کہین دوسرے کھیل، غرضکہ آدھا کمرہ انہین چیزون سے بھرا ہوا تھا جس سے کلب کی حیثیت ظاہر ہوتی تھی بقیہ نصف مین نشست گاہ رکھی گئی تھی۔ پھرتے پھراتے حضور عالیہ ایک میز کے قریب آئین اور چھوٹی دولھن اور پرنسس جہان بیگم صاحبہ سے فرمائش کر کے انگریزی مین ریسائیٹ کروایا۔ ان بچون نے ایسی خوبی سے پڑھا کہ لیڈی صاحبہ دنگ رہ گئین۔ ایک نہایت عمدہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی نقشی تصویر لیڈی ایلیٹ کو دی اور دوسری دست کاری کے نمونے بھی پیش کئے جسکے بعد رخصتی ہوئی پھاٹک کے قریب کوئی بیس سکنڈ ٹھہر کر لیڈی منٹو صاحبہ نے اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا، اور دو ایک باتین ادا کین ۱۲

ترکی یتیموں اور بیواؤں کی امداد کے لئے جو تحریک کی تھی اس کی تائید مین جلسہ ہوا۔

جون ۱۹۱۳ء مین لارڈ ہارڈنگ کے حادثہ بم سے صحت پانے پر اس کلب مین مدارس نسوان بھوپال کا ایک بڑا جلسہ منعقد ہوا تھا۔ اور اس جنگ عظیم کے شروع ہونیکے وقت بھی ہر ہائینس نے کلب مین ایک تقریر فرمائی تھی جس مین اس جنگ کے وجوہ و اسباب پر بحث تھی اور ان مظالم کا تذکرہ تھا جو جرمنی نے ضعیف قومون پر کئے ہین۔ اور مختلف امور کے بیان کرنے کے بعد ہندوستانی سپاہیون کی ہمدردی و اعانت پر جذبات کو مشتعل کیا تھا چنانچہ ان کی امداد مین اس کلب نے معقول حصہ لیا۔

جنوری ۱۹۱۶ء کے آخری ہفتہ مین اس مقصد کیلئے ایک مینا بازار قائم کیا گیا تھا جس مین زنانہ مدارس بھوپال کی دستکاری کی چیزین رکھی گئی تھین ہر مدرسہ کی دوکان کے لئے جدا جدا شامیانے لگائے گئے تھے بالائی حصہ مین مشرق کی طرف چند چوبی دوکانین ہین وہ نہایت آراستہ کی گئی تھین۔ باغات ریاست کے پھل پھول اور ترکاریون کی بھی ایک دوکان تھی یہ بازار صبح سے رات کے دس بجے تک کھلا رہتا تھا اور شب کو بجلی کی روشنی عمارت کو بقعۂ نور بناتی تھی سرسبز درختون کی شاخون اور پتون مین رنگ برنگ کے چھوٹے چھوٹے برقی قمقمے آویزان تھے جن سے روشنی کی کرنین پھوٹ پھوٹ کر دلفریب منظر سامنے کر دیتی تھین اس موقع پر حسن اتفاق سے لیڈی مسٹن بھی سرکار عالیہ کی مہمان تھین وہ بھی کلب مین تشریف لائین اور مینا بازار کی محویت کیساتھ سیر کی۔ اس وقت خواتین بھوپال کا بڑا مجمع تھا اور مینا بازار کی رونق اپنے کمال پر تھی مصنوعات کی ترتیب نفاست خواتین بھوپال کا مجمع انکی تہذیب اور پردہ کا انتظام دیکھکر لیڈی مسٹن نے بے ساختہ فرمایا کہ "مینے اس سے پہلے اس قدر شائستہ مہذب زنانہ جلسہ ہندوستان مین کہین نہین دیکھا"!

حال ہی مین ہر اکسلنسی لیڈی چمسفورڈ کی اس دلچسپ و مقبول عام تحریک مین جو ڈیر امپیریل مجسٹیز کنگ جارج و کوئین میری کی سلور جوبلی ویڈنگ کی تقریب مین بطور یادگار کی گئی ہے کہ جان نثاران ہندوستان کے

بچون کے لئے ایک تعلیمی فنڈ قائم کیا جا کلب نے ۳۱۰ پاؤنڈ یعنی پانچہزار دس روپیہ کا ہدیہ پیش کیا ہے
اس روپیہ مین تینون بیگمات خاندان شاہی کا ایک ایک ہزار روپیہ بھی شامل ہے اور ہر ہائینس نے
بحیثیت پیٹرن کلب ہونیکے علاوہ چندہ ریاست کے اس کلب کے چندہ مین بھی ۵۰۰ اروپے
عنایت فرمائے ہین۔

یہ ۵۰۰ اروپے نہایت قابل الذکر اور ایک ایسی خصوصیت رکھتے ہین جو شاید ہی اور عطیہ مین
نظر آئے یہ روپیہ علیا حضرت کی تصنیف وتالیف کی وہ آمدنی ہے جو حضور ممدوحہ کی ذاتی محنت
اور علمی قابلیت سے حاصل ہوئی ہے یہ عطیہ جس طرح اپنی ندرت کے لحاظ سے قابل یادگار ہے
اُسی طرح ممبران کلب کو اس عطیہ کے شمول پر ہمیشہ ناز رہے گا۔

غرض اسی قسم کے جلسے یہان ہوتے رہتے ہین خاندان شاہی کی بیگمات اور دیگر ممتاز خواتین کی
طرف سے یہان زنانہ پارٹیان بھی دیجاتی ہین وقتاً فوقتاً مختلف مضامین پر تقریرین ہوتی ہین
حضور سرکار عالیہ دام اقبالہا مقاصد و مسائلِ نسوان پر عموماً یہان معرکۃ الآرا تقریرین فرماتی ہین
جو حفظانِ صحت، اصلاح رسوم، عام حالات قومی وملکی اور مذہب پر مشتمل ہوتی ہین مذہب کے متعلق
تو چند مہینون تک برابر ایک سلسلہ قائم رہا اور پھر ان تقریرون کو حضور ممدوحہ نے یکجا طور پر "سبیل الجنان" کے
نام سے شائع فرمایا۔ علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ کی بھی متعدد تقریرین ہوئی ہین
جو ہر لحاظ سے طبقۂ اناث کے لئے مفید و موزون ہین۔ مشہور مقررہ مسز سروجنی نائڈو نے بھی یہان تقریر کی ہے
تقریرون کے سلسلہ مین عام شوق پیدا کرنے کے لئے حضور سرکار عالیہ نے مقابلہ کا امتحان
تحریری بھی لیا اور تمام ممبر خواتین اس مین شریک ہوئین اور انعامات عطا ہوئے۔

عورتون کو حفظانِ صحت پرورش اولاد اور دوسری ضروریات کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کے
لئے لیڈی ڈاکٹر وقتاً فوقتاً لیکچر دیتی ہین اور ایسے لیکچرون مین ممبر خواتین کی شرکت لازمی تصور
کیجاتی ہے چند دن ہوئے کہ حضور عالیہ نے براہِ شفقت کلب مین مدرس ٹریننگ کلاس
دتربیتِ مادری کا درجہ) جاری فرمایا ہے جسکی وقعت و ضرورت خود اسکے نام سے ظاہر ہے۔

کلب مین تقریباً کل معزز تعلیم یافتہ خواتین اور خاندان شاہی کی بیگمات ممبر ہین برائے نام فیس بھی ہے لیکن اخراجات کثیرہ محض سرکار عالیہ کی فیاضی سے پورے ہوتے ہین۔

اس کلب کی ممبر خواتین کے لئے خواہ وہ بلحاظ امارت و ثروت کسی درجہ کی کیون نہ ہون لازم کردیا گیا ہے کہ جلسون مین ان کا سادہ لباس رہے۔ خود بیگمات محترم سادہ وضع رکھتی ہین اور بے تکلفانہ برتاؤ رہتا ہے۔ حضور سرکار عالیہ ہمیشہ اس مجمع مین نہایت شگفتہ نظر آتی ہین اور ہر خاتون سے شگفتگی کے ساتھہ تکلّم فرماتی ہین۔

حضور سرکار عالیہ نے اس کلب کو صرف تفریح و دلچسپی کا ذریعہ نہین بنایا بلکہ عملاً عورتون کی ایک مفید سوسائٹی بنائی ہے اور ہمیشہ اس خیال کو ظاہر فرمایا ہے جنوری ۱۹۱۷ء مین جب اٹھارہوین سالگرہ جلوس کے موقع پر خواتین کلب نے ایڈریس پیش کیا ہے تو اوسکے جواب مین حضور ممدوحہ نے اپنی تقریر مین ایسی سوسائٹیون اور کلب کا اصل مقصد خواتین کے ذہن نشین کیا تھا۔

"خواتین! عمدہ سوسائٹی ہمیشہ انسانی اخلاق کو جلا دیتی ہے اور اگر اسی کے ساتھہ تعلیم بھی ہو تو نورٌ علیٰ نورٍ ہو جاتی ہے مین خود محسوس کرتی ہون کہ اس کلب نے آپکے گروہ مین ایک عظیم تغیر پیدا کردیا ہے اور مجھے کوئی شبہہ نہین ہے کہ خواہ رفتار ترقی تیز نہ ہو لیکن اس سے ایک حد تک تو وہ اغراض پورے ہو رہے ہین جو اسکے قائم کرتے وقت قرار دیے گئے تھے اس بات کو بھی کبھی بھولنا نہین چاہئے کہ کلب اور سوسائٹیان عموماً کسی اصلاح یا ترقی یا کسی اور عمدہ مقصد کے لئے قائم کی جاتی ہین اور وہ عموماً شریفانہ مقصد ہوتے ہین لیکن اگر اس کو نمود و نمائش فیشن اور خود بینی کا مرکز بنا لیا جاے تو وہ مقاصد پورے نہین ہوتے بلکہ برعکس نتائج نکلتے ہین یا اگر صرف سیر و تفریح کا ہی مقام قرار دے لیا جاے اور اوس مین ہمدردانہ کامون کی متعلق تبادلۂ خیالات نہ کیا جائے یا کوئی اور مقصد پیش نظر نہ رکھا جائے تو وہ تضیع اوقات کی جگہہ ہو جاتی ہے"

حقیقت مین ہمارے کلب کی یہ دلچسپ زندگی بجاے خود ایک تاریخ رکھتی ہے جو تفصیل کی محتاج ہے

سے مختصراً ان حالات کو تحریر کیا ہے۔

(آبرو بیگم)

بھوپال سے باہر خواتین کی اصلاح و تعلیم پر توجہ

ہندوستان میں آغاز تعلیمِ نسوان اور تحریکِ ترقیٔ نسوان کو تقریباً ایک صدی کا زمانہ گذرتا ہے اور اس میں شبہہ نہیں کہ ہندو، پارسی اور عیسائی عورتوں نے اس سے کم و بیش فائدہ اُٹھایا۔ بہت سی اصلاحات کے لئے ان قوموں میں انجمنیں جاری ہوئیں اور ان انجمنوں نے سرگرم کوششیں کیں اور وہ کہیں کم اور کہیں زیادہ کامیاب ہوئیں مگر مسلمان عورتوں کے تعصبات کو خواہ وہ خود ان میں ہوں یا مردوں میں تین چار نسلیں گذر گئیں اور اس طرح نہ توان میں قدیم طریقے سے تعلیم باقی رہی اور نہ جدید طریقہ سے اس کا اجرا ہوا اس لئے علیا حضرت کی توجہ کو بھوپال سے باہر سب سے پہلے اسی طبقہ کی اصلاح کی طرف فطرۃً مبذول ہونا چاہئے تھا۔

علیگڈھ میں تحریک نسوان کی امداد چنانچہ امور مہمات ریاست سے قدرے اطمینان ہوتے ہی علیا حضرت نے قومی حالت پر نظر غائر ڈالی اور قومی مرکز کو تقویت پہنچائی۔ جہاں تعلیم و تحریکِ نسوان کے بڑے بڑے خاکے ماہرین تعلیم کے دل و دماغ تیار کر رہے تھے یعنی محمڈن گرلس اسکول علیگڈھ جو بے یار و مددگار تھا اس کو گران قدر عطیہ سے مستحکم فرمایا اور چونکہ سرکاری نصاب مسلمان عورتوں کے لئے مفید و حسب حال نہ تھا قوم میں ایک مخصوص نصاب کی طلب و خواہش تھی لیکن سرمایہ نہ تھا۔ علیا حضرت بھی اس ضرورت کو محسوس فرما رہی تھیں مطلوبہ سرمایہ مرحمت فرما دیا۔ اور پھر بہ نفس نفیس مسئلۂ نصاب پر توجہ فرما کر قوم کے سامنے خود ایک خاکہ مرتب کر کے پیش کیا۔

صدارت شعبۂ تعلیم نسوان ۱۹۱۱ء میں دربار شاہنشاہی کے موقع پر آل انڈیا کانفرنس کے شعبۂ تعلیم نسوان کی صدارت فرمائی اور اپنے مرتبہ خاکۂ نصاب کو بھی پیش کیا۔

اس قومی دربار کی یہ چھبیسوین سالانہ نشست تھی، ہر سال کانفرنس کی کرسی صدارت کو بڑے بڑے عالمانِ قوم جلیل القدر حاکمانِ وقت و امرائے ملت، اور وہ گرامی اصحاب جن کا علم و فضل، دولت و ثروت اقتدار و وجاہت قوم اور ملک مین مسلّم ہے، زینت بخش چکے تھے اور اپنی اعلیٰ قابلیت اور پاکیزہ خیالات سے قوم اور ملک کو فائدہ پہونچانیکی کوشش کر چکے تھے، لیکن جو زینت کا سمان اس سال دیکھا گیا اور جن بلند خیالات کا اظہار جس عالی رتبہ ذات سے اس اجلاس مین ظہور مین آیا وہ اس کانفرنس کی تاریخ مین، بلکہ مسلمانانِ ہندوستان کے دورِ ترقی کی جدید تاریخ مین ایک بے مثال و بے نظیر واقعہ سمجھا جائیگا۔ ہماری قوم کی وہ تمام قوتین، جو ہمارے بقا کے لئے نہایت ضروری ہین۔ زمانہ دراز سے پژمردہ اور کمزور ثابت ہو رہی ہین۔ یہ کمزوری رفتہ رفتہ جسم کے رگ و ریشہ مین اس درجہ سرایت کر گئی کہ ہندوستان کے جس صوبہ کے مسلمانونکی حالت پر نظر اُٹھا کر دیکھا جاویگا۔ کیا بہ اعتبارِ علم و فضل، اور کیا بہ لحاظ دولت و ثروت اور صفاتِ عامہ کے ہر مقام پر اُن کی قومی حالت کا تنزل رو بہ ترقی نظر آتا ہے اور با وصف خاص قسم کی کوششون کے جو عرصۂ دراز سے جاری ہین وہ ہی کچھ بہت امید افزا نہین ہین، لیکن سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کی بہ نفس نفیس اجلاس کانفرنس مین تشریف آوری اس امر کا ثبوت تھی کہ جو کوششین قومی ترقی کی تحریک مین چوتھائی صدی سے جاری ہین وہ بیکار نہین گئین اور اب اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ موجودہ مسلمانانِ ہند کی زندگی مین ایک عظیم الشان ترقی کا جدید دور شروع ہونے والا ہے۔[۱]

۵۔ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کی رات مسلمانون کے لئے شبِ برات اور شبِ قدر سے کم نہ تھی۔ وہ لوگ جو ایک ربع صدی سے اپنی ناچیز کوششین اور قوتین قوم کی بہتری کے لئے استعمال مین لا رہے ہین اور جن کو ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہے کہ امتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہندوستان مین عزت اور عظمت کے ساتھ قائم رہے ایسے افسردہ اور رنجیدہ لوگون کی

---

[۱] ماخوذ از رپوٹ سالانہ۔

مجلس مین حضور عالیہ کا تشریف لانا اور دستگیری اور امداد کے لئے ہاتھ بڑہانا۔ اور بھرے مجمع مین عالی خیالات، اور حکیمانہ ارشادات کا ظاہر کرنا جو قومی مرض کے لئے نسخۂ شفا اور اکسیر کی خاصیت رکھتا ہو، ایک ایسا نادر واقعہ اور ایسا دلکش منظر تھا جو دیکھنے اور سننے سے تعلق رکھتا تھا۔ اور قومی کام کرنے والون کے دل محسوس کر رہے تھے کہ ہمارے ارادے پست اور ہماری قوت کمزور نہین ہے بلکہ ہمارے ساتھ ایسی قوت موجود ہے جو ہر مشکل مین ہماری مدد کرنے والی اور ہماری امیدون کی حوصلہ افزا ہے اور کانفرنس کی مجلس شکستہ دلون کی مجلس نہین ہے بلکہ یہ مجلس اُن لوگون کی مجلس ہے جن کے ارادے بلند اور ہمتین وسیع ہین اور جنکی نظر کے سامنے امیدون اور کامیابیون کا وسیع میدان موجود ہے اور جن کی خدمت قومی پر ملک اور قوم کو فخر ہے۔

سرکار عالیہ دام اقبالہا کی تشریف آوری کا وقت ۸ بجے شب کو پروگرام کے ذریعے مشتہر ہوچکا تھا، اور سر شام ہی سے کیمپ کانفرنس مین عجیب چہل پہل اور رونق شروع ہوگئی تھی پنڈال کے وسیع اور فراخ اسٹیج پر خواتین اسلام کی نشست کے لئے پورے پردہ کی حفاظت کے ساتھ نہایت خوشنما اور معقول انتظام کیا گیا تھا، اور مغرب کے وقت سے ہی ڈولیون، گاڑیون، اور موٹرون کی آمد کا تانتا بندھ گیا تھا۔ کانفرنس کیمپ کی ترتیب، پنڈال کی آرائش، روشنی کی پُرلطف کیفیت اور حاضرین کی کثرت اور ہجوم سے پنڈال مین شاہانہ دربار کی کیفیت نظر آتی تھی جس قدر اصحاب جمع تھے بقول معزز اخبار البشیر "عوام الناس نہ تھے بلکہ عموماً معزز اصحاب تھے اور علاوہ معززین کے نامور اور مقتدر اصحاب کی کافی تعداد موجود تھی،، اور بقول البشیر "یہ اجلاس اس مرتبہ کی کانفرنس کی گویا جان تھا،، اور جیسا کہ دوسری جگہہ بھی معزز اخبار لکھتا ہے "سچ تو یہ ہے کہ یہ اجلاس ایسا تھا جسے دیکھکر دہلی کے اجلاس کو کامیاب اجلاس کہا جا سکتا ہے،،

الغرض آٹھہ بجتے بجتے تمام ہال حاضرین اور اسٹیج کا زنانہ حصہ خواتین اسلام سے

جن کی تعداد ۲۰۰ کے قریب تھی ہو گیا۔

ہر ہائینس سرکار عالیہ وقت مقررہ پر بغیر کسی قسم کی نمائش کے نہایت سادہ طریقہ سے بہ سواری موٹر تشریف فرما کیمپ کانفرنس ہوئیں۔ جس وقت موٹر پنڈال کے دروازہ پر ٹھہری عالیجناب نواب وقار الملک بہادر آنریبل صاحب زادہ آفتاب احمد خاں و دیگر امرائے قوم مراسم آداب بجا لائے اور جس وقت برقع کے اندر سرکار عالیہ ہال میں رونق افروز ہوئیں تمام حاضرین نے سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم ادا کی اور دلی جوش اور مسرت آمیز چیرز سے خیر مقدم ادا کیا۔ حضور محتشمہ کی جلو میں چھوٹے صاحبزادہ نواب حمید اللہ خاں صاحب بہادر، جو مدرسۃ العلوم علی گڈھ کے ممتاز طالب علم ہیں بہ حیثیت ایڈیکانگ شریک اجلاس ہوئے اور ہندوستان کی مشہور تعلیم یافتہ خاتون اور انگریزی شاعرہ مسز نائیڈو اور پنڈت سرلا دیوی چودھرانی۔ بی۔ اے بھی تشریف لائیں جب تک سرکار عالیہ اپنی زرنگار کرسی پر تشریف فرما نہ ہوئیں تمام حاضرین مؤدب کھڑے رہے۔

اس موقع پر علیا حضرت نے جس طریقہ سے اپنی صنفی تعلیم کے مسائل پر بحث فرمائی اور جس طرح قومی مجمع سے اپنے ایڈریس میں اپیل کی اس کی مثال کسی فرمانروا اور والی ملک کی زندگی میں نہیں مل سکتی۔ ہر ہائینس اس وقت اپنے درجہ و اقتدار شاہانہ کو فراموش کر گئی تھیں اور ایک سادہ مسلمان خاتون کی طرح سے اس عظیم الشان اجتماعِ قومی میں اپنی صنف کی وکالت فرما رہی تھیں اور قوم کو اُن خطروں سے تنبیہ اور اُن فوائد سے آگاہ کر رہی تھیں جو عورتوں کی جہالت و تعلیم کا نتیجہ لازمی ہیں۔

مسلم زنانہ کانفرنس کا انعقاد و صدارت — ۱۹۱۵ء میں علیا حضرت نے علیگڈھ تشریف لے جا کر زنانہ اسکول کا افتتاح فرمایا اور ایک بورڈنگ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر اپنے خطبہ جوابی میں بہر قوم کو غیرت و ہمت دلائی اور عام مسائلِ نسواں پر بحث فرما کر اپنے خیالات عالی سے رہبری کی۔

اس خطبہ میں مشکلات تعلیمِ اُناث کا تذکرہ، اُن پر بحث اور ان کا حل، تعلیم یافتہ طبقہ سے توقعات کی وابستگی، لڑکیوں کی تعلیم سے بے توجہی اور ضرورت کے عدم احساس پر افسوس، تعلیمی

وسائل کی کمی اور اس کی تکمیل کی ضرورت، مسائلِ نصاب پر بحث، سررشتہ تعلیم کی مروجہ نصابون مین انتخاب و تراجم کے ذریعہ سے جلد از جلد اس کی تکمیل پر زور، انگریزی کی تعلیم اور اسکے داخلِ نصاب ہونے کی بحث اور اعلیٰ مدارج تعلیم مین اس کے داخل کئے جانیکی تحریک، طریقہ تعلیم، استانیون اور قومی مدرسون کی ضرورتین، پردہ کے انتظام کی تاکید، یورپین اور عیسوی کرسچین لیڈیز سے تعلیمی فائدہ اُٹھانیکی ترغیب، قوم کو عملی قوم بننے کی ہدایت، مدرسہ کی حالت پر ریمارک، گیارہ بارہ برس کی لڑکیون کو مدرسہ سے اُٹھاے جانے پر افسوس، لیڈی پورٹر کا شکریہ غرض تمام مسائلِ حاضرہ زیر بحث لاے گئے تھے، اور ان پر اپنی رائے ظاہر فرمائی تھی۔

اسی زمانہ مین مسلم لیڈیز کانفرنس کا ابتدائی اجلاس بھی اسکول کی عمارت مین ہوا علیا حضرت صدرِ جلسہ منتخب ہوئین اور گویا یکم مارچ ۱۹۱۴ء کو مسلمان عورتون کے ایک خاص اور خالص اجتماع صنفی کی بنیاد علیا حضرت کے دستِ مبارک سے قائم کی گئی۔

علیا حضرت نے افتتاحی تقریر ارشاد فرمائی جس مین جن پُرجوش الفاظ مین جذباتِ ہمدردی کا اظہار ہے، خواتین اسلام کو جس طرح غیرت دلائی ہے جن الفاظ مین اُن کو اجتماعی و انفرادی طور پر قومی و صنفی کام کرنے کی نصیحتین کی ہین وہ بار بار خواتین اسلام کے مطالعہ کے قابل ہین۔

یہ اجلاس اگرچہ ایک ہی دن ہوا لیکن تقریباً تمام دن اسی مین صرف ہوا اور ۸ بجے صبح سے ۵ بجے شام تک خواتین اسلام اپنے صنفی مسائل کی بحث مین مشغول رہین جب اجلاس ختم ہوا ہے تو علیا حضرت نے ارشاد فرمایا۔

خواتین!

"آج کے دن اس زمانہ کی مسلمانون کی تاریخ مین ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے اور جب کبھی آئندہ زمانہ مین اس دور کی تاریخ لکھی جائیگی تو اس مین ہماری اس جلسے کا انعقاد ایک روشن باب ہوگا چار سال قبل جب کہ مین یہان آئی تھی، اور اس رواروی کے قیام مین جن جن خواتین سے مجھکو موقع ملاقات ملا تھا اور اُس وقت

جبکہ مینے انکو دیکھا تو مجھکو ان کے خیالات مین بیّن فرق معلوم ہوا ہر ایک کا تعلیم کی طرف رجحان ہے۔ ہر ایک اپنی، اور اپنی اولاد کی تعلیم پر دل دادہ ہے یہ ہی آثار ہین جو ہماری قوم کے اقبال کو نمایان کر رہے ہین ایے خواتین! مین تم کو یقین دلاتی ہون کہ مین تمہاری اس بیّن ترقی کو دیکھکر بہت خوش ہوئی اور تمہارا وہ احساس جو اپنے نقصانات معلوم کرنے کا تم مین پیدا ہو گیا ہے اُس نے میری امیدون کو دوبالا کر دیا ہے مجھکو امید ہے کہ تم اپنی اولادون اور آئندہ نسلون پر ترحم کر کے اپنی تعلیم کی جانب دل سے کوشش کرو گی مین تم کو یقین دلاتی ہون کہ تمہاری تعلیم و تربیت تمام مسلمانون کی بہبودی کا باعث ہو گی مین نہین بیان کر سکتی کہ مجھے آج کے دلچسپ مباحثون اور سرگرمی سے کس قدر مسرت ہوئی ہے۔ میری دعا ہے کہ تمام مسلمان عورتین تعلیم کی حقیقی مسرت حاصل کرین اُن کی تعلیم اُون کی خوشیون کا ذریعہ بنے۔ اور یہ کانفرنس بہت سی برکتون کا باعث ہو۔

مجھے یقین ہے کہ آج جو خواتین اس کانفرنس کی رکن اور عہدہ دار منتخب ہوئی ہین وہ اور بھی زیادہ استقلال سے کام کرین گی۔

خواتین! اب مین آپ سب کی اس تکلیفِ سفر برداشت کرنے پر شکریہ ادا کر کے اس دعا کے ساتھ تقریر ختم کرتی ہون کہ خداوند کریم اس ضعیف طبقے کی کوششون مین مدد دے تاکہ وہ اتحاد و اتفاق کے ساتھ اپنی صنف کی خدمتین بجا لاے اور اُس کا دل علم کی روشنی سے منور ہو۔"

علیا حضرت اس کانفرنس کی کارروائیون کو بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرماتی ہین اور وقتاً فوقتاً اپنے مفید مشورون سے بھی امداد دیتی ہین گیارہ سو روپیہ سالانہ کانفرنس کے نظم و نسق کے لئے بھی عطا کئے جاتے ہین۔

لاہور مین سلطانیہ ہال کا سنگِ بنیاد سنہ ۱۹۱۲ء مین لاہور کے قیام مین مسلمان خواتین لاہور کی درخواست پر ایک زنانہ ہال کا سنگ بنیاد قائم کیا جو حضور ممدوحہ کے نام سے منسوب کیا گیا تھا اور اس کو پانچ ہزار روپیہ مرحمت فرمائے اور اس موقع پر زنانہ جلسہ مین ایک تقریر بھی ارشاد کی۔

نصاب تعلیم نسوان کی تیاری آج کل ہندوستان مین جس قدر زنانہ تعلیم کے نصاب جاری ہین انکے نقائص اس قدر زبان زد ہین کہ کسی بیان کی حاجت نہین اور اس تعلیم سے عورتین ان خوبیون سے محروم رہ جاتی ہین جن کا ذاتِ نسوانی مین موجود ہونا ازحد ضروری ہے۔

علیا حضرت نے اس مسئلہ پر ابتدا ہی سے غور فرمایا اور تقریباً اپنی تمام تقریرون مین اس کا اظہار کیا۔ مسلمان لڑکیون کے لئے ایک جداگانہ نصاب بنانے کے واسطے علیگڈھ مین نہ صرف مالی امداد عطا کی بلکہ جب اس نصاب کی چند کتابین ملاحظۂ اقدس مین پیش کی گئین تو اُن پر نہایت گہری تنقید فرمائی۔ پھر ایک کمیٹی نے جو سنہ ۱۹۱۵ء مین بمقام اٹاوہ منعقد ہوئی تھی اور جس مین مسلمانون کے علاوہ وہ یورپین لیڈیز جن کو تعلیمِ نسوان کا تجربہ حاصل ہے اور سررشتہ تعلیم مین عہدہ دار ہین شریک تہین ایک کریکولم تیار کیا اس پر بھی حضور ممدوحہ نے اپنی رائے ظاہر فرمائی سنہ ۱۹۱۵ء مین گذشتہ تجربون اور انگلستان و ہندوستان کے نصابون پر غور کرنے کے بعد علیا حضرت نے ایک جدید نصاب عام مدارسِ نسوان کے لئے بذات خاص تیار کیا جو ہندوستان کے تمام ڈائرکٹران سررشتۂ تعلیم اور دیگر اہل الرائے کے پاس بغرض تنقید بھیجا گیا ہے۔ اس نصاب مین جس مضمون پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ اخلاقی مضمون ہے اور یہ مضامین اس طریقہ سے ترتیب دیے گئے ہین کہ ابتدا سے آخیر جماعتون کے طلبا کی فہم و فراست کے مطابق ہون اُن مین اخلاقی جوش پیدا ہو اور سبق کا اثر اُن کی جذبات، اُن کے عادات اور قوتِ ارادہ پر بھی پڑے۔

علیا حضرت کا ارادہ مبارک ہے کہ تنقید و تبصرہ کے بعد جب یہ آخری صورت مین مکمل ہو جائے تو امتحانی طور پر اس کا اجرا مدارسِ اناثِ بھوپال مین کیا جائے۔

مسلمان لڑکیون کی خانگی تعلیم کے لئے کتابین | اس نصاب کے علاوہ علیا حضرت نے اس ضرورت کو بھی محسوس کیا کہ ابھی تک بعض مسلمان خاندان مدارس کی موجودہ تعلیم کو پسند نہین کرتے اور نہ ان مین لڑکیون کو بھیجنا گوارا کرتے ہین۔ تعلیم چاہتے ہین لیکن گھر کے اندر۔ اس لئے علیا حضرت نے ایک ایسے نصاب کی بنیاد ڈالی جو لڑکیون کے لئے خانگی تعلیم مین مفید ہو۔

حضور ممدوحہ نے اس کریکولم کو جو آ اوہ مین تیار ہوا تھا پیش نظر رکھکر ضروری کتابون کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔

یہ کتابین مختلف اصحاب تیار کر رہے ہین۔ اور جس وقت تیار ہو جائین گی تو علیگڈہ کمیٹی کے پاس بغرض تنقید بھیجی جائین گی۔ اور پھر ان کو عام طور شایع کیا جائے گا اس طرح گھرون مین تعلیم کے لئے ایک مکمل نصاب مہیا ہو جائیگا۔ اس سلسلہ کی پہلی کتاب خود جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ نے ذکر مبارک کے نام سے تیار کی ہے۔ جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا بیان ہے۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ متعدد مدارس اسلامی مین لڑکون کے لئے بھی منظور کی گئی۔

مختلف مساعی اور فیاضیان | ان مساعی جمیلہ کے علاوہ علیا حضرت متعدد زنانہ مدارس، انسٹی ٹیوشن، انجمنون وغیرہ کو بھی امدادین عطا فرماتی ہین۔

مدرسہ طبیہ دہلی کی شاخ تعلیم دائیان، کلکتہ کا مدرسۂ نسوان الہ آباد و لکھنؤ کے زنانہ کلب، سداسیون بمبئی، لیڈی ہارڈنگ کالج دہلی وغیرہ حضور ممدوحہ کی فیاضی سے بہرہ ور ہین۔

حضور ممدوحہ اس علمی و قلمی فیاضی کے علاوہ جو بذات خود فرماتی ہین زنانہ مصنفین و مؤلفین کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتی رہتی ہین اور زنانہ مقاصد پر اردو مین جو کتابین شایع ہوتی رہتی ہین اُن کی مربی و سرپرست ہین۔

ایک زنانہ کالج کی تحریک | سنہ ۱۹۱۲ع مین علیا حضرت نے ملک کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ ہز امپریل مجسٹی کوئن میری کی تشریف آوری کی یادگار مین دار السلطنت دہلی مین تمام اقوام ہند کا ایک زنانہ

کالج بنایا جائے۔ اور اس تجویز کو کثرت کے ساتھ تنقید اور اہل ملک کی رائے معلوم کرنیکے لئے شائع کیا، والیان ملک اور مہارانیوں اور بیگمات کے پاس پرائیویٹ خطوط کے ساتھ بھیجا، ملک کے تمام اخبارات اور تمام اقوام نے برمحل اور ضروری تصور کیا اور ہر طرف سے اسکی تائید کی گئی۔ کچھ اعتراضات بھی ہوئے اور اُن کے جوابات بھی شائع کئے گئے۔

اکثر والیان ملک، مہارانیوں اور بیگمات نے بہت پسند کیا۔ ہز اگزالٹڈ نظام اور دیر ہائینس مہاراجہ کشمیر و گوالیار، راجگڈھ، نرسنگڈھ، دہار کی مہارانی صاحبات اور بیگم صاحبہ جنجیرہ نے اور خود علیا حضرت اور خاندان کی بیگمات محترم نے گران قدر چندے اس متحدہ مقصد کیلئے عطا کئے لیکن موجودہ جنگ کی وجہ سے اس تجویز کی رفتار ترقی رُک گئی لیکن علیا حضرت کا عزم مصمم اختتام جنگ کے بعد اس تجویز کو عمل میں لانے کا ہے۔ ساڑھے چار لاکھ کے قریب اس فنڈ میں روپیہ موجود ہے۔

آل انڈیا لیڈیز ایسوسی ایشن | اس میں شک نہیں کہ بیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان کی عورتوں نے اپنی تعلیم کی جانب خود توجہ شروع ہو گئی تھی کہ ہز اکسلنسی ویسرائے و گورنر جنرل کشور ہند کو بھی اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ عورتوں کے تعلیمی معاملات میں عورتوں کی امداد حاصل کی جائے[1] علیا حضرت نے بھی اس ضرورت کو محسوس فرمایا کہ نہ صرف تعلیم میں بلکہ ان مسائل نسواں میں جن میں اختلاف مذہبی نہ ہو ہندوستان کی جملہ اقوام کی عورتیں متفقاً کوشش کریں۔ چنانچہ علیا حضرت نے ایک ایسی انجمن کے قیام کی تجویز کی جس میں کل اقوام ہند کی عورتیں شریک ہو کر اپنی ترقی و تعلیم اور حفظ صحت کے ذرائع اور دیگر مسائل پر تبادلہ خیالات اور غور و بحث کریں

اس تجویز کو علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ نے علیا حضرت کے معاون کی حیثیت سے عام طور پر شائع کیا اور خاص طور پر مہارانی صاحبات، بیگمات اور ملک کی تمام تعلیم یافتہ خواتین کے پاس بطلب رائے وحصول ہمدردی ارسال کی۔

---

[1] تقریر جنوری ۱۹۱۷ء کانفرنس ڈائرکٹران سررشتہ تعلیم ۱۲

اس تجویز کے شائع ہوتے ہی اکثر مہارانیوں، بیگموں اور جلیل القدر تعلیم یافتہ خواتین نے اتفاق ظاہر کیا۔ بعض کو مختلف وجوہ سے اس کے کامیاب ہونے میں شک پیدا ہوا۔ کہیں کہیں اس کو یورپین تقلید کے نام سے موسوم کر کے قطعی اختلاف کیا گیا۔ لیکن یہ تجویز روز بروز عملی شکل اختیار کرتی رہی۔

ہر اکسلنسی لیڈی چیمسفورڈ نے اس کا پیٹرن ہونا منظور کیا۔ ہر اکسلنسی لیڈی ولنگڈن (بمبئی) ہر اکسلنسی لیڈی پینٹلینڈ (مدراس) ہر اکسلنسی لیڈی رونالڈشے (کلکتہ) لیڈی او ڈوائر (پنجاب) علیا حضرت قیصر دولہن صاحبہ و علیا حضرت شہریار دولہن صاحبہ (بھوپال) نے وائس پیٹرن کا عہدہ قبول کیا اور خاص طور پر ہمدردی ظاہر کی۔

آخر مارچ ۱۹۱۸ء میں اس کا ایک ابتدائی جلسہ بمقام بھوپال ایوانِ صدر منزل میں آل انڈیا لیڈیز ایسوسی ایشن کے نام سے منعقد ہوا جس میں ہندو مسلمان، عیسائی، پارسی اقوام کی خواتین اور یورپین لیڈیز شریک تھیں ۲۶ مارچ سے ۲۹ مارچ تک برابر اجلاس ہوئے اور مختلف مسائل اور رزولیوشنوں پر بحثیں ہوئیں۔

علیا حضرت نے اس ایسوسی ایشن کے اجلاسِ اولین کا اپنی صدارت سے افتتاح فرمایا اور ایک نہایت زوردار اور پُر از معلومات ایڈریس کیا۔ یہ ایڈریس بجائے خود مسائلِ نسواں میں ایک وسیع مرتبہ رکھتا ہے اور زنانہ لٹریچر کا طرۂ امتیاز ہے۔

اس تقریر میں مشترکہ انجمن کی ضرورت و فوائد کو بیان کر کے زنانہ ملکی انجمنوں کے کاموں کا اعتراف کیا گیا تھا پھر ہمدردانِ وطن اور حکومت کے مابین تقسیم عمل کے اصول پر اپنے فرائض کو سرگرمی کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے انگلستان اور دیگر ممالک کی خواتین کے کارناموں کو بطور مثال کے پیش کیا تھا اس کے بعد اس درجہ کا جو خواتین کو تہذیب و تمدن میں حاصل ہے احساس تازہ کرا کر قدیم و جدید زمانہ کی مسلمان، ہندو، اور پارسی، اقوام کے علمی شوق اور عملی کارناموں کا تذکرہ تھا۔ اس کے بعد زنانہ سوسائٹیوں اور مدرسوں وغیرہ کی

طرف اشارہ تھا اور ان کو ہندوستان کی آبادی کے لحاظ سے ناکافی ظاہر کرکے باقاعدہ اور مسلسل کوشش کی تحریک تھی۔ اسی سلسلہ مین حکومت سے فیاضانہ امداد کی توقع ظاہر کرکے ہزاکسلنسی لارڈ چیمسفورڈ کی اس تقریر کو جو انھون نے ۱۹۱۷ء مین عورتون کے ڈپوٹیشن کے جواب مین کی تھی النسوان ہند کے آئندہ مستقبل کے لئے فال نیک اور ان کی سرگرم کوششون کے لئے خاص قوت واثر قرار دیا تھا اس کے بعد تعلیم طبی امداد کی کمی کو دکھا کر تلافی مافات کی طرف توجہ دلائی تھی اور اپنی کوششون مین انگلش لیڈیز سے اعانت وہمدردی حاصل کرنے کو ضروری قرار دیتے ہوئے اعلیٰ حکام کی لیڈیز کے اون کامون کی جو نسوان ہند کے لئے وہ کرتی رہتی ہین مع سرائی وشکر گزاری تھی اور اس پیغام شاہانہ کا جو ملکہ معظمہ کوئن میری قیصرہ ہند نے لیڈی چیمسفورڈ کے ذریعہ سے ہندوستانی عورتون کو بھیجا تھا حوالہ دیتے ہوئے اس سے گران قدر نتائج واثرات ظاہر ہونے کی امید کی تھی۔ اسکے بعد زنانہ اور مردانہ تعلیم کے فرق کو دکھلا کر ابتدائی تعلیم پر بہت زور دیا تھا۔ مادری زبان مین کورس اور استانیون کے متعلق بھی خیالات ظاہر فرمائے تھے۔ پونہ مین پروفیسر کاروے کی زنانہ یونیورسٹی پر اظہار مسرت تھا اور عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے توقع ظاہر کی تھی کہ وہ ملک کی عام مشترکہ زبان مین عورتون کی تعلیم کے لئے بھی کوشش کرے گی اس کے بعد عام ترغیب وتحریص کے سلسلہ مین خصوصیت کے ساتھ مسلمان عورتون کے ان حقوق کی جانب جو وہ اپنے گھرون مین رکھتی ہین اشارہ کرتے ہوئے تعلیم کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس تقریر کا ایک آخری جملہ نہایت ہی پرزور تھا کہ

”خواتین آپ سب قوت مشترکہ سے کام لے کر اس مقصد عظیم مین کامیابی حاصل کرین ہم کو اپنی کمزوری اور ضعف تخلیق کا خیال نہ کرنا چاہئے کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ انھی ضعیف ہاتھون نے دنیا مین بڑی بڑی مہمین سر کی ہین۔“

نمائش مصنوعات خواتینِ ہند

مارچ ۱۹۱۴ء مین ہرہائینس نے ہندوستانی خواتین کی نمائشِ مصنوعات قائم فرمائی یہ نمائش حضور ممدوحہ کے اُس شغف کا جو خواتین ہند کی ترقی و تربیت اور تعلیم کے متعلق ہے ایک ثبوت تھی۔ ایسی نمائش اُن بیش بہا فوائد مین سے ہے جن کا شمار تعلیم و تربیت خواتین کے بہترین نتائج مین کیا جاتا ہے۔ خواتین کو اپنی ہنرمندیون اور دستکاریون کو خوش سلیقگی اور وقعت کے ساتھہ پبلک مین لانے اور نہ صرف اپنی مفید محنت کی داد لینے بلکہ معقول قیمت یا انعام حاصل کرنے کے لئے نمائش سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہین۔

اگرچہ اس سے پہلے بھی مختلف صوبون مین جو نمائشین منعقد ہوئی ہین اُن مین زنانہ مصنوعات کو بھی جگہہ دی گئی ہے اور چند سال تک آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنیٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھہ زنانہ نمائش لازمی رہی۔ مگر وہ نمائش مسلمان خواتین کی مصنوعات تک محدود تھی لیکن یہ نمائش خالص زنانہ مصنوعات کی پہلی بین الاقوامی نمائش ہے جس کی بنیاد بھوپال مین جہان ہر قسم کی زنانہ تحریکات ترقی کی نشو و نما ہوتی ہے ڈالی گئی ہے۔

اگرچہ نمائش کا اعلان و اشتہار صرف چند ماہ قبل دیا گیا تھا اور یہ مدت ایک عظیم الشان نمائش کے لئے بالکل ناکافی تھی لیکن پھر بھی اس مین جو کامیابی ہوئی اُس پر جس قدر حیرت کی جائے کم ہے اس کی اصل وجہ وہی امداد و اعانت ہے جو حضور سرکار عالیہ نے فرمائی لیکن کامیابی مین جناب شاہ بانو بیگم صاحبہ (میمونہ سلطان) کی توجہ کا بھی بہت کچھہ حصہ ہے جو اس کی منتظمہ کمیٹی کی پریسیڈنٹ منتخب ہوئی تھین۔

جس طرح یہ بین الاقوامی نمائش تھی اُسی طرح مختلف قومون کی خواتین انتظامی کمیٹی مین شامل تھین اور اُن سب نے پوری دلچسپی اور محنت و کوشش کے ساتھہ کام کیا۔

نمائش عالی منزل کی وسیع عمارت مین منعقد ہوئی تھی یہ پردہ دار عمارت ایک بہت بڑے رقبہ مین واقع ہے اُسکے اندر دوہرے درجے کا ایک نہایت خوشنما، سرسبز اور شاداب باغ ہے ٹینس، کروکے، بیڈمنٹن کے فیلڈ ہین چند خوش منظر قطعات ہین جن کی چمن بندی کی گئی ہے اور جابجا چھوٹی چھوٹی عمارتین واقع ہین اُنھون نے اور بھی عمارت کی خوشنمائی کو بڑھا دیا ہے۔ اس پر روشون کے گرد رنگا رنگ کی جھنڈیان ہوا مین لہراتی ہوئی اور مصنوعی کاغذ کے پھولون کی بیلین منظر کو بہت ہی دلچسپ بنا رہی تھین عمارت اور اُس کی آرائش بجائے خود نظر اور دماغ کے لئے فرحت افزا تھی۔ اُسپر جس سلیقہ و نفاست سے اشیائے نمائش کو آراستہ کیا گیا تھا وہ اور بھی دلفریب نظارہ تھا۔

اشیار نمائش کی تعداد (۱۶۲۴) تھی اور یہ تعداد (۲۹۶) مقامات سے موصول ہوئی تھی اس تعداد مین ۲۱ مدارس تھے جس مین تین مدارس بھوپال خاص کے تھے۔

ان چیزون مین خود ہر ہائینس سرکار عالیہ، ہر ہائینس مہارانی گوالیار، جناب قیصر دُلہن صاحبہ (بیگم صاحبہ نواب محمد نصر اللہ خان صاحب بہادر) جناب شاہ بانو بیگم صاحبہ (میمونہ سلطان) کے علاوہ جناب نازلی رفیعہ بیگم صاحبہ جنجیرہ، رانی صاحبہ دہرہ (سلطانپور) مہارانی صاحبہ ترسنگڈہ مہارانی صاحبہ دہار اور رانی اندر کنور صاحبہ گلبرگہ کی چیزین خاص امتیازی حیثیت رکھتی تھین۔

مصنوعات کے ساتھ ایسی ترکاریان اور پھول بھی رکھے گئے تھے جو خاص باغات بھوپال کی پیداوار تھے۔ تاکہ عورتون کو اپنے خانہ باغون، پائین باغون اور گھر کے اندر کی آرائش کی ترغیب حاصل ہو۔

اس نمائش کے چشم دید حالات زہرہ بیگم فیضی صاحبہ نے تحریر کیے ہین جن کو اس موقع پر دلچسپی خواتین کے لحاظ سے اقتباساً درج کیا جاتا ہے۔

”ہماری بگھی ٹھیک وقت پر عالی منزل کے پھاٹک پر پہنچی اور ہم لوگ اُترکر

اندر داخل ہوئے منتظمین نے جھنڈیوں پھریردن اور رنگ برنگ کی کمانوں سے باغ کے چپہ چپہ کو گلشنِ انبساط بنا دیا تھا اُس پر طرہ یہ کہ بیگماتِ ذوی الاحترام سے تمام روشین اور گذرگاہین بھری ہوئی تھین۔ پھاٹک کے نزدیک پردہ کی اوٹ مین منتظمہ کمیٹی کی خواتین اپنے اپنے بیج پہنے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ خیر مقدم کر رہی تھین اور سرکار عالیہ کا انتظار ہو رہا تھا۔ ہم لوگ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی چارون طرف نگاہین ڈالتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ دائین طرف چار پانچ چوبی دوکانین جو سطحِ باغ سے تین چار فٹ بلند ہین۔ اشیاء تماشی سے سجی ہوئی تھین۔ مگر دریافت سے معلوم ہوا کہ ان دوکانون مین سلطانیہ اور وکٹوریہ گرلز اسکول کی لڑکیون کی بنائی ہوئی چیزین ہین یہ سنکر واقعی بڑی مسرت ہوئی اور جب مین نے غور سے دیکھا اور دُکانون کو جھانک کر مشاہدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اکثر نوعمر طالبات اپنے اپنے اسکول کی دستکاریون کو بھولی بھالی اداؤن سے فروخت کرنے کے لئے ہلکے پھلکے لباسون مین ملبّس بڑی چستی سے مشتریون کا انتظار کر رہی ہین اس نمائش سے میرا دل دونا بلکہ چوگنا خوش ہوا۔ گویا سونے پر سہاگہ اور اپنے دل ہی دل مین کہتی رہی کہ ان دوکانون کی اشیاء خوب ہی فروخت ہون گی۔ کون ایسی بیوی ہوگی جو ان کی حوصلہ افزائی نہ کرے گی غرض اس طرح کے خیالات آتے اور جاتے رہے۔ روشون پر بہنون سے ملاقات ہوتی رہی کوئی رسالۂ "خاتون" کی یاد دہانی کر کے متوجہ کر لیتی تھین کوئی تہذیبی بہن ہونے کا ثبوت دیتی تھین کوئی افتتاح کلب بھوپال کا زمانہ یاد دلاتی تھین (جس وقت پہلی دفعہ ہم یہان آئے تھے) علیٰ ہذا القیاس کچھ نہ کچھ ذریعہ وسیلہ و ساطت کہین نہ کہین شناسائی کا کام دیتی تھی۔ اس طریقہ سے آہستہ خرامی کی حد ہو گئی۔ مین نے اپنے دل سے کہا کہ آہستہ خرام بلکہ مخرام "زیرِ قدمت ہزار جانست" اس طرح

اور اس درجہ رکتے تھمتے نمائش گاہ کے برآمدے مین پہنچے کل برآمدہ بی بیون سے بہرا ہوا تہا جو قطار بنا کر چوکیون پر بیٹھی تہین۔ اتنے مین بینڈ کی آواز سنائی دینے لگی۔ معلوم ہوا کہ حضور عالیہ رونق افروز ہو رہی ہین سب کی نگاہین اس طرف لگی رہین جب حضور عالیہ داخل ہوئین تو سب سروقد تعظیم کے لئے کہڑی ہو گئین۔ اور سرکار اپنے شاہانہ وقار اور شفیقانہ انداز کے ساتہہ رونق افزائے مجلس ہوئین بڑی دلہن صاحبہ (قیصر دلہن) اور چہوٹی دُلہن صاحبہ کی کرسیان سرکار کے نزدیک تہین شاہ بانو بیگم صاحبہ نے اپنی تقریر جو بطور ایڈریس کے تہی پڑہی اس تقریر کے ختم ہونے پر سرکار عالیہ نے حوصلہ افزا اسپیچ دی اور پہر نمائش کے افتتاح کی رسم کو ادا کرتے ہوے آپ نے قدم مبارک نمائش گاہ مین رکہا یہ دیکہتے ہی حاضرات امنڈ پڑین اور بے قاعدہ گہسنا شروع کیا۔

جن لوگون کو اس طوفان بے تمیزی سے نفرت تہی وہ راستہ صاف ہونیکے انتظار مین کہڑی رہین اور جب موقع ملا تو سیر کے نمائشی کمرے مین داخل ہوئین۔ مین نے اس بڑے کمرہ کو بڑے شوق کی نگاہون سے دیکہا۔ ممالک مختلفہ سے زنانہ دستکاریان آئی ہوئی تہین بعضے کام بہت ہی نادر اور انوکہے تہے واقعی بڑی دیدہ ریزی اور جانفشانی سے نمونے تیار کئے تہے خصوصاً بہوپال والیون نے رنگ رکہا۔ ان لوگون نے عمدہ عمدہ دستکاریان تیار کی تہین سرکار عالیہ نے کئی چیزین اپنے دست مبارک سے تیار کر کے نمائش کی زیبائش کو بڑہا دیا تہا جناب قیصر دُلہن صاحبہ کی دستکاری بہی دیکہہ کے خوشی ہوئی۔

جناب شاہ بانو بیگم صاحبہ کا نقشی کام اور دستکاری بہی قابل تحسین ہے۔ محل والیون کے بہی نمونے بہت سے تہے جناب اقتدار دُلہن صاحبہ کا کٹاؤ کا کام قابل ستائش ہے۔ اور مسز تاج الدین صاحبہ کی چکن دوزی مع کٹاؤ کی کام کر

قابل صلہ تہی اسی طرح اور بیگمات نے جن کے ناموں سے مین کم واقف ہون بہت ہی اچہے اچہے
کام کئے تہے مختلف اضلاع کے اسکولون سے بہت اچہے کام بنکر آے تہے عالی منزل نمائش کے
واسطے بہت ہی موزون اور اُس کا کمرہ بہت وسیع ہے لیکن روشنی اور اُجالا بہت کم
معلوم ہوا جس کے سبب سے دستکاریون کی خوبی پوری طرح دکہائی نہین دیتی تہی اکثر مین نے
یہ بہی دیکہا ہے کہ یورپین موٹے موٹے کرویل ورک بہت سی بی بیون نے کرکے رکہے تہے کاش اسکے
عوض چکن دوزی کشاوگا کام زر بافی زر دوزی کشیدہ وغیرہ پر دہیان کرین۔

میری راے ہے کہ پُرانے کامون کی ترقی کے واسطے خاص خاص انعامات آئندہ
مقرر کرنے چاہئین تاکہ ایسی نفیس دستکاریان ہمارے ملک سے مفقود نہ ہوجائین نمائش گاہ مین
کوئی گھنٹہ بہر سیر کرتے رہے بعدہٗ سرکار عالیہ اپنی پارٹی مین شریک ہونیکے واسطے تشریف
لے گئین۔ ان کے بعد تمام مجمع متفرق ہوکر باغ کے مختلف حصون مین دکہائی دیا جابجا
گنگے والیان۔ بھجکے والیان اور بہی مختلف اشیاء فروخت کرنے کی غرض سے بیٹھی ہوئی تہین
اور جانے آنے والیون کی طرف ہاتہہ بڑہا بڑہا کے اپنی طرف مخاطب کرتی تہین۔ ہم سیر کرتے ہوے
اُس جگہہ واپس آئے جہان سے ایک روش پہاٹک تک چلی جاتی تہی اور دوسری روش چند
زینون سے اُتر کر تاج محل تک پہنچتی تہی اور اسی روش کی ایک شاخ اُس چبوترے پر پہنچاتی تہی
جہان پارٹی کا انتظام تہا۔ یہ جگہہ بہت ہی خوشنما اور وسیع ہے یہان بہی خوبصورت جہنڈیان
اور رنگین کمانین نظرون کو اپنا گرویدہ کئے لیتی تہین اسی جگہہ خورد و نوش کا اہتمام تہا
چبوترے کے مقابل نیچے چہوٹی چہوٹی لڑکیان جہوے جہول رہی تہین اور کہیل کود مین مصروف
تہین اُنہون نے اپنی خوش آوازی اور چہل پہل سے پارٹی کا لطف بڑہا دیا تہا یہ عمارت بڑی
سُہانی جگہہ ہے اور شاہجہان آباد مین واقع ہے۔ اس محلہ کو جس مین بڑے بڑے محل اور مکانات
واقع ہین سرکار عالیہ کی والدہ محترمہ نے تعمیر و آباد کرایا تہا اور اسی لئے اُن کی نام سے موسوم ہے
اس عمارت کا نام عالی منزل ہے جو مع اپنے باغ کے کلب کے کام مین آتی ہے۔ پردہ دار عورتون کے واسطے

بہت ہی مناسب اور موزون جگہہ ہے تھوڑی دیر تک پارٹی کا لطف رہا پھر دونون
وقت ملتے اپنی اپنی فرودگاہ پر واپس آگئے آٹھوین مارچ کو قیصر دولہن صاحبہ کی طرف سے
پارٹی ہوئی۔ افسوس کہ ہمشیرہ کی علالت کی وجہ سے مین نہ جا سکی جس کا افسوس رہا۔
نوین مارچ کو شہریار دولہن صاحبہ کی طرف سے پارٹی تھی اس مین مین چھوٹی دولہن صاحبہ کے
ہمراہ شریک ہوئی اور پر وقت پہنچکر نمائش کی اچھی طرح سیر کی سلطانیہ اور وکٹوریہ گرلز اسکول کو
اشتیار کو دیکھا اور اُس مین سے انتخاب کرکے خریدا سچ یہ ہے کہ چیزین اچھی بنی ہوئی ہین آ
سرکار عالیہ کے تشریف لانیکی بینڈ کی آواز سے خبر ہوئی۔ نمائش پر نظر ڈالکر پارٹی
مین شرکت کی قیصر دولہن صاحبہ تشریف لائی تہین لیکن شہریار دولہن صاحبہ کسی مجبوری سے
شریک نہ ہو سکین مسز ڈیوس سے ملاقات ہوئی جو پولٹیکل ایجنٹ حال کی بیوی ہین اور
آج تو بہت زیادہ سب بی بیون سے ملنے جلنے کا موقع ملا اس وقت مسلمان خواتین کی جلسون مین
شرکت کی غرض سے دُور دراز کی رہنے والیان تشریف لائی تہین خجستہ اختر بانو سہروردیہ
بیگم صاحبہ کلکتہ سے، رفیع الدین احمد صاحب کی بھتیجیان بمبئی کی قرب وجوار سے ہم لوگ
بمبئی سے اور نزدیک کی تو کئی بی بیان آگئین تہین۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اتنا
مجاز بیچاریون نے پایا جو اپنے گھر سے نکل کر غیر ملکون تک شریک جلسہ ہوئین انواع واقسام کی
چیزین نوش جان فرما کر سب بی بیان پھر کل ملنے کی امید مین بہ خوشی واپس گئین۔
۱۰ مارچ کو شاہ بانو بیگم صاحبہ کی طرف سے پارٹی تھی انکے ہمراہ وقت معینہ پر مین بھی گئی
نورجہان بیگم صاحبہ ننھی سی بچی ہین جو نواب محمد نصر اللہ خان صاحب کی صاحبزادی ہین وہ اکثر
اپنی چچی کے ہمراہ چلتی تہین بڑی پیاری اور بھولی بھالی لڑکی ہین جس وضع داری سے
وہ دوپٹہ پہنتی ہین دیکھنے کے قابل ہے چھوٹی سی گڑیا معلوم ہوتی ہین بلکہ کل کی پتلی کتنا زیادہ
موزون معلوم ہوتا ہے۔ شاہ بانو بیگم صاحبہ کی تعلیم تربیت اور اچھی طریقہ پر ہوئی ہے۔ ان مین
ایک ایسی خاص بات ہے کہ بے اختیار ان کی طرف دل کھنچتا ہے۔ سرکار عالیہ نے انہین

زیور علم سے اچھی طرح آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ ہنوز اُن کی تعلیم ہو رہی ہے ابھی اُن کا سن و سال ہی کیا ہے۔ پندرہ یا سولہ برس کا سن ہے۔ انکی ذات سے خواتینِ اسلام کی بہت کچھ امیدین وابستہ ہین۔ مین ان سے جہان کہین ملتی ہون بہت ہی خوش ہوتی ہون۔ آج کی پارٹی مین اور دلہنین شریک نہین تہین لیکن مجمع میرے خیال مین تب بہت اور دنون کے زیادہ بڑا تہا سلطانیہ گرلز اسکول اور وکٹوریہ گرلز اسکول کی خاصی پلٹنین تہین جو قطار بنکر کہڑی ہوئی تہین۔

۱۱۔ تاریخ کو سرکار کے ہمراہ ججنگ (فیصلہ عمدہ گی اشیاء) کے واسطے مین گئی اور بہوپال والیون کی نادر اشیاء انتخاب کرنے مین اور سرکار عالیہ کو متوجہ کرنے مین ہم ججون نے بہی مدد دی بعض بے نظیر دستکاریون پر تمغے اور انعامات دیے جاتے کا ارادہ سرکار عالیہ نے ظاہر فرمایا۔ یہ کام ختم کرکے واپس لوٹے۔ خدا کی مہربانی سے ہمشیرہ کی طبیعت بحال ہو رہی ہے۔

۱۲۔ تاریخ کو شاہ بانو بیگم صاحبہ کے ہمراہ نمائش گاہ چلی۔ سرکار عالیہ کا کوئی کام باقی نہ تہا اسلئے وہ تشریف نہ لے گئین۔ آج تہوڑا مجمع تہا۔ دُلہن صاحبہ نے اپنی تقریر پڑہی جس مین کارپردازون کی تحسین کی تہی اور ہم لوگون کے واسطے بہی حوصلہ افزا الفاظ تھے جس کا شکریہ ادا کرتے ہوے اتنا مین ضرور کہون گی کہ یہ آپ کی عنایت ہے ورنہ ہم نے اس سے زیادہ کچھہ نہین کیا جو ہماری قومی جذبات و انسانیت کا اقتضا تہا۔ بعدہ سیکریٹری آبرو بیگم صاحبہ نے اُن بیگمات و خواتین کے نام نامی پکارے جن کی دستکاریون کے صلہ مین انعامات و تمغے نصیب ہوئے ہین۔ بعدہٗ جلسہ ختم ہو گیا اور آج سے ۱۶۔ مارچ تک مردون کیلئے نمائش کھلی رہے گی سنتی ہون کہ ۸۔ مارچ سے ۱۲۔ مارچ تک چار آنے اور دو آنے فی ٹکٹ کے حساب سے کافی آمدنی ہوئی اس بات سے مین تو بہت خوش ہوئی سرکار نے یہ تجویز کیا ہے کہ بھوپال کے لئے خاص ہر سال نمائش ہوگی اور ہر تیسرے برس

ف۱ اس نمائش مین (۷) طلائی (۲۱) نقرئی (۳۴) برونز کے تمغے اور (۱۰) سارٹیفکٹ عطا کیے گئے ۱۲

کل ہندوستان کی مستورات کے واسطے چشمۂ فیض جاری رہے گا۔
خداوند کریم سرکار عالیہ کو عمر طبعی دے اور فرصت دے تاکہ اپنے نیک ارادے پورے کرسکیں آمین

تعلیم و آزادیِ نسواں پر رائے

ہر ہائینس کو اپنے اہم جنس طبقہ سے جو ہمدردی اور اُسکے مسائل ترقی میں جو دلچسپی اور شغف ہے
اُس کا اندازہ اُن مساعی اہم سے ہوتا ہے جسکا ایک مجمل تذکرہ اوراقِ ماسبق میں ہے لیکن
اسی کے ساتھہ ہر ہائینس تعلیم و آزادیِ نسواں کی جن اصول کے ماتحت اور جن شرائط و قیود کے
ساتھہ حامی ہیں وہ حضور ممدوحہ کے طرزِ عمل اور متعدد تقریروں سے نمایاں ہیں اور ہم باب کے
آخر میں ان کی تشریح کر دینی مناسب ہے ہر ہائینس جہاں مردوں کے تعصبات اور صدیوں کے
مسلسل جابرانہ رویہ پر ہمیشہ افسوس فرماتی ہیں اور عورتوں کی ترقی میں ساعی ہیں وہاں اُن کی غیر معتدل
آزادی کی حامی نہیں بلکہ اتنی ہی سخت مخالف ہیں جس قدر ان کی غلامانہ اور جاہلانہ زندگی کی
وہ عورتوں کو صرف آزادی اور حقوق کے اُس سطح پر لانا چاہتی ہیں جو مذہب اسلام نے انکے لئے
تجویز کیا ہے وہ ہندوستان اور یورپ دونوں کو افراط و تفریط میں دیکھکر ایک نئی شاہراہِ اعتدال
بنانا چاہتی ہیں۔ پردہ کی خود پابند اور کیسی پابند کہ حکمرانی کی شدید ترین اور گوناگوں ضرورتوں سے
بھی اس میں فرق نہیں آسکتا۔ اور حجاز و یورپ کے سفر میں بھی اپنی اس نمایاں خصوصیت کو ہاتھہ
نہیں جانے دیا۔ مگر اسی کے ساتھہ قرآن و حدیث کی پاسداری میں پردے کی اُن غیر معتدل
سختیوں کی بھی حامی نہیں جن میں صنفِ نسواں مبتلا ہے ہر ہائینس کی رائے جو پردہ کے
متعلق ہے وہ اُن کی متعدد تقریروں میں ظاہر ہو چکی ہے۔

ہر ہائینس کو یقین اور تجربہ دونوں ہے کہ عورتوں کا ہمیشہ ایک تنگ مکان کی قفس میں بند رہنا
اور خدا کی پیدا کی ہوئی دنیا میں سے صرف ایک صحن مکان اور چار کوٹھریوں پر قانع ہو جانا عورتوں کی
صحتِ جسمانی، شگفتگیِ دماغ اور تربیتِ عقلی و اخلاقی کیلئے سخت مضر ہے۔ اسلئے وہ پردہ دار باغ میں اپنے

ممبران خاندان کیساتھ جانا اور زنانہ سوسائٹیاں قائم کرنا عورتوں کیلئے بہت ضروری سمجھتی ہیں خود پرنس آف ویلز کلب کو اسی خیال کا ایک عملی نمونہ بنا کر قائم کیا اور عام طور پر حکم دیدیا کہ جب کوئی شخص اطلاع دے تو فوراً باغات میں عورتوں کے لئے پردہ کا انتظام کردیا جائے۔

تعلیم نسواں کی ترقی و اشاعت میں ہر ہائینس کی کوششیں کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں لیکن اسی کے ساتھ مسئلہ حقوقِ نسواں کی نزاکت اور باریکیوں پر بھی نظر ہے۔ انہوں نے بارہا صاف صاف فرمادیا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے حقوق و فرائض کی سطح کو ایک کردینا مقصود نہیں ہے اور ان دونوں جنسوں میں ایک حدِ فاصل قائم رکھنا چاہئے جیسے بہ لحاظ قدرتی فرائض کے خود خدا تعالیٰ نے قائم کردیا ہے۔ اس نکتہ کو شاید اُن سے بہتر کوئی نہیں سمجھتا کہ عورتوں کا اصلی فرضِ زندگی خانہ داری کو انجام دینا ہے اولاد کی تربیت و تعلیم اُن کے فرائض کے اہم الامور میں پس وہ اگر عورتوں کو ان کی جاہلانہ زندگی سے نکال کر تعلیم و تہذیب کی سطح پر لانا چاہتی ہیں تو اسکا مقصد یہ ہے کہ بذریعۂ تعلیم و تربیت کے عورت کو اس کے فرائض منزلی کے لئے زیادہ مستعد اور تیار بنایا جائے اور قدرت کا اس کی تخلیق سے جو مقصودِ حقیقی ہے وہ حاصل ہو۔

ہر ہائینس نے اس مسئلہ کو بکرات و مرات اپنی تقاریر میں صاف فرمادیا ہے اور ترغیب تعلیم کے ساتھ ہی اس مقصد کو بھی واضح سے سمجھایا ہے۔

یورپ سے مراجعت کے بعد ۱۹۱۲ء میں حالات سفر پر لیڈیز کلب میں جو تقریر فرمائی تھی اس میں یورپین خواتین کی تعلیم وغیرہ کے حالات اور ان کے دیگر اوصاف کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ:۔

"لیکن میں اس تعلیم کیساتھ اُس آزادی کو پسند نہیں کرتی جو اعتدال کی منتہا و ز ہو چکی ہے اور ہمارے یہاں کی پردہ نشین ناخواندہ بلکہ خواندہ عورتوں کو کبھی اس کا خیال نہیں گذر سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ آزادی جو سر زمین یورپ میں ہے وہاں کی مناسب ہو یا یہ آزادی مذہب عیسوی کی تلقین و ہدایت کے مطابق ہو۔ مگر ہندوستان اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے کسیطرح اور کسی زمانہ میں میرے خیال میں نہ موزوں ہوگی اور نہ خدا تعالیٰ کے احکام کبھی غیر مفید ہو سکتے ہیں

پس ہم کو اس مقولہ پر عمل کرنا چاہئے خذ ما صفا ودع ما کدر ' اچھی چیزون کو
لے لو اور بری چیزون کو چھوڑ دو مسلمان عورتون کو کبھی اُس آزادی سے
زیادہ کی خواہش نہین کرنی چاہئے جو مذہبِ اسلام نے اُن کو عطا کی ہے
اور وہ آزادی ایسی آزادی ہے جو عورت کو اپنے حقوق سے مستفید ہونے اور تمام خرابیون سے
محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے۔

ہماری قومی تاریخ ہم کو خبر دے رہی ہے کہ مسلمان عورتون نے اسلام اور شعائرِ اسلام
کے پابند رہ کر دنیا مین کیسے کیسے کارہائے نمایان کئے ہین کیسی کیسی علوم و فنون مین
دستگاہ حاصل کی اُن کی تربیت و تعلیم نے کیسے کیسے اولوالعزم اور مشہور اشخاص
پیدا کئے دُور کیون جاؤ خود بھوپال مین اسی نتیجہ تعلیم پر نظر ڈالو اور گذشتہ
دونون فرمان روا بیگمات کے حالات دیکھو جو تعلیم کے اعلیٰ نتائج ہین۔

غرض تعلیم حاصل کرو اور پابند طریقۂ اسلام رہو تاکہ تمہاری قومی ترقی ہو
اور تم کو ہر قسم کی کامیابیان حاصل ہون ؎

ہر ہائینس نے عورتون اور مردون کی مساوات کے متعلق غور و خوض فرمانے کے بعد لیڈیز کلب مین
خواتین کی سپاس نامہ کے جواب مین جو تقریر ارشاد فرمائی تھی اُس مین اپنی رائے یون ظاہر کی ہے :-

"خواتین! مین سمجھتی ہون کہ یہ ایک بڑی غلطی ہوگی کہ عورتین تمام ملکی و تمدنی
امور مین مردون کی مساوات کا دعویٰ کرین اُن کو اس دائرہ سے باہر نہین جانا چاہئے
جو دستِ قدرت نے ان کے چارون طرف کھینچ دیا ہے نہ اس معاملہ مین اُن منطقی دلیلون کی
پیروی کرنی چاہئے جو اس مساوات کے متعلق کیجاتی ہین مستثنیٰ اور خاص مثالین سب پر
حاوی نہین ہوتین۔ ہر عورت چاند سلطانہ، رضیہ بیگم اور نواب سکندر بیگم نہین ہوسکتی صدہا
سال مین تاریخ کوئی ایسی مثال پیدا کرتی ہے جو خداوند کریم کی قدرت کا محض ایک
ثبوت ہوتی ہے۔ ایسی مساوات کے خیال سے گھر کی خوشیان برباد ہو جاتی ہین

اور خانہ داری کا لطف جاتا رہتا ہے۔ ہان جو حقوق خدا نے ایک دوسرے کے مقرر کر دیے ہین انکو مانگنا اور لینا چاہیئے۔"

ہر ہائینس جس طرح کہ عورتون کو مروجہ تعلیم کے زیور سے آراستہ دیکھنا چاہتی ہین اسیطرح یہ اُنکی عین آرزو ہے کہ مسلمان عورتون مین اسلامی شان اور اسلامی عصبیت ہو وہ دیندار ہون اور احکام مذہب کی تابع ہون اور اسی لئے ہر موقع پر مذہبی تعلیم پر زور دیا ہے۔ جنوری ۱۹۱۶ء مین ہر ہائینس نے لیڈیز کلب مین نماز پر ایک تقریر فرمائی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ حضور ممدوحہ نے دو چار مرتبہ اس امر کو ملاحظہ کیا کہ اذانِ مغرب کے وقت بہت سی بی بیون نے نماز کا خیال تک نہین کیا اس لئے ایک دن محض اپنی تقریر کا موضوع نماز ہی کو رکھا ہر ہائینس نے بطور تمہید کے فرمایا کہ۔

"خواتین!

اس زمانہ مین احکام مذہب اور شعائرِ اسلام سے جو غفلت عام طور پر برتی جاتی ہے مین نے اُس کو اکثر عام مجمعون اور گھرون مین دیکھا اور محسوس کیا ہے اور مین نہین کہہ سکتی کہ اس بات سے مجھے کیسا صدمہ ہوتا ہے اور کس قدر مایوس ہو جاتی ہون خصوصاً جب عورتون مین یہ حالت پاتی ہون تو میرے صدمے اور مایوسی کی حد نہین رہتی مینے کئی مرتبہ اور خاصکر پچھلے دو تین دن مین خود اس مکان کے اندر اوقاتِ نماز مین نماز سے جو تساہل اور بے پروائی دیکھی اُس نے مجھے مجبور کر دیا کہ مین آج اسی جگہ اپنے اس ملال و افسوس کو ظاہر کرون اور تم سب کو کچھ نصیحت کرون اور دعا کرون کہ خدا ہم مسلمانون کو اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے مین عورتون کی اس بے پروائی کی ذمہ دار اگرچہ مردون ہی کو سمجھتی ہون لیکن عورتین اگر خود اس کا التزام رکھین تو غالباً مردون کو پابند بنا سکین اور دونون کی کوشش اگر جاری رہے تو اولاد پر بھی اس کے نیک اثرات ہون۔ افسوس ہے

کہ ہماری لاپروائی کے اثرات ہماری آئندہ نسلوں کو کیسی فرائض مذہبی سے لاپروا کر رہے ہیں"۔

حال ہی میں آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کے موقع پر جبکہ ایک رزولیوشن کے سلسلہ میں پردہ اور سختی پردہ ایک معرکۃ الآراء مسئلہ بن گیا تھا اور اس پر بڑی گرم گرم بحثیں ہوئی تھیں تو ہر ہائنیس نے جو تقریر بطور فیصلہ ارشاد فرمائی تھی وہ پورا مرقع ہر ہائنیس کے خیالات پردہ کا ہے ہر ہائنیس نے فرمایا کہ :۔

"خواتین! مسلمانوں میں پردہ مذہبی حکم اور مذہبی شعار ہے اور خواہ کسی خیال کا مسلمان کیوں نہ ہو مسلمان رہ کر اس سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جن الفاظ میں وہ حکم ہے اس کے معنوں پر بحث کر کے سختی یا نرمی کی جائے مگر یہ کام بھی علمائے امت کا ہے عام آدمیوں کا نہیں ہے۔

میں بذات خود اپنی موجودہ حالت میں پردہ کی حامی ہوں اور حکم پردہ کو از روئے مذہب مسلمانوں کی معاشرتی حالت کی عمدگی کے لئے ضروری سمجھتی ہوں اور باوجودیکہ میری عمر پردہ کے حکم سے مستثنیٰ ہو چکی ہے لیکن پردہ کا احترام قائم رکھنے کے لئے پردہ کرتی ہوں میں نے اس مسئلہ پر غور کر کے ایک کتاب بھی لکھی ہے جو خدا نے چاہا تو عنقریب شائع ہو گی میں نے طرح طرح سے سنا ہے کہ پردہ کے باعث تعلیم میں ہرج ہوتا ہے اور پردہ ہی تعلیم نسواں کی ترقی کا مانع اور ہارج ہے۔ میں نے اس اعتراض پر خالی الذہن ہو کر غور بھی کیا ہے لیکن اس کو غلط پایا اور میرے نزدیک یہ اعتراض بالکل بے جان ثابت ہوا ہے البتہ میں یہ ضرور کہوں گی کہ جن خاندانوں میں پردہ کو اس قدر شدید کر دیا گیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو مدرسہ میں نہیں بھیجا جاتا یا وہ بڑی لڑکیاں جو تعلیم پاتی ہوتی ہیں باوجود انتظام پردہ کے اُن کو مدرسہ سے اٹھا لیا جاتا ہے۔ یہ ایک زیادتی ہے اور محض فرضی بے پردگی ہے جا بجا تک اکثر زنانہ جلسوں تک کی شرکت بے پردگی خیال کی جاتی ہے۔ گذشتہ صدی کے ایک

بڑے ہمدرد ریفارمر اور مصلح نے تو یہان تک جائز نہین رکھا کہ اُن کی بہو جیون اور کلکٹرون کی بیویون سے بھی ملین۔ ایسی شدت کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی شخص ایک ماہ کے فرض روزون کی جگہ سال بھر برابر روزے رکھے۔ روزہ بے شک فرض اور اچھی چیز ہے لیکن جب سال بھر تک پیہم رکھا جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ قوت سلب ہو جائیگی جسم کمزور پڑ جائیگا اور جان پر بن جائیگی پھر وہی لڑکیان اور بی بیان پردہ کے ساتھ تقریبات مین دوسرے گھرون مین جاتی ہین۔ ریلون اور سواریون مین سفر کرتی ہین مگر اس جانے آنے اور سفر کے لئے پردہ مانع نہین ہوتا پس ایسے ہی پردہ کے ساتھ مدارس مین بھیجنا چاہئیے اور اس مین پردہ کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہین ہوتی۔

تعلیم جو ایک فرض اور سنت نبوی ہے اُس کے حاصل کرنے مین اگر پردہ کی اتنی شدت کی جاے جو حکم سے بہت زیادہ ہو اور اس طرح ایک دوسرا فرض ساقط ہوتا ہو تو مین بلا خوف کہتی ہون کہ وہ ایک زیادتی ہے۔ مین تو اس زیادتی سے ہی اختلاف نہین کرونگی اور اس کو بھی جائز رکھونگی اگر وہ مانع تعلیم نہ ہو اور اس سے اسلام کا ایک بہترین حکم بُری صورت مین نمایان نہ ہو۔

کیونکر سمجھ مین آسکتا ہے کہ اسلام تعلیم کا حکم دے، علم حاصل کرنے کی تاکید کرے حصولِ علم کو درجات کا باعث قرار دے جیسا کہ ارشاد ہے یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (یعنی اللہ اُن لوگون کو بلند کرتا ہے جو تم مین سے ایمان لائے اور جنہون نے علم مین درجے حاصل کئے) اور دوسری طرف اس کے ذرائع کو مسدود کرے لیکن ایسا نہین ہو سکتا ہم پردہ مین جو حدودِ شرعی کے اندر ہو رہ کر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہین ہم حجاب کے اندر مہد سے لے کر لحد تک طلبِ علم کی کوشش کر سکتے ہین۔ ہمارے لئے یہ امر ناممکن نہین ہے ہمارے یہان لاکھون روایتین عورتون کی اعلیٰ تعلیم کی ہین۔

میں دریافت کرتی ہوں کہ یہ مسلّم نہیں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
مردوں کو حدیث و مسائل کی تعلیم دیتی تھیں اور اُنھوں نے جنگ کی شرکت
کے علاوہ بارہا مردوں کے مجمعوں میں تقریریں کیں اور پردہ قائم رکھکر۔ ؟
آپ کی جگر گوشہ اور ہم مسلمان عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ نے انصار اور مہاجرین
کے سامنے جو ماتم بپا کر دینے والی تقریر کی تھی وہ پورے حجاب اور پردہ کے ساتھ نہیں تھی؟
حضرت حفصہؓ نے اپنے باپ حضرت عمرؓ اور حضرت نائلہؓ نے اپنے شوہر حضرت عثمانؓ
کی شہادت پر جو تقریریں کی تھیں کیا وہ بے پردگی کے عالم میں تھیں؟
حضرت ام کلثومؓ یعنی حضرت علیؓ کی صاحبزادی نے کربلا سے واپسی پر اہل کوفہ سے جو
خطاب کیا تھا وہ بے حجابانہ تھا؟ کیا بہ کثرت جن خواتین نے خلفا اور بادشاہوں کے
جلال و جبروت سے بے خوف ہوکر درباروں میں آزادانہ گفتگوئیں کیں وہ بے پردہ
ہوکر کی گئیں تھیں؟ اسی مبارک زمانہ اور اُس کے قریب میں بعض خواتین ایسی
زبردست مقررا اور لکچرار ہوتی تھیں کہ پبلک کی طرف سے اُن کو خاص خاص
خطابات دیے جاتے تھے چنانچہ ایک خاتون اسماء نامی کو جو انصار کے قبیلہ سے
تھیں "خطیبۂ انصار" کا خطاب ملا تھا۔ کیا یہ سب حکم پردہ کے تابع نہیں تھیں؟ کیا وہ
مسلمان عورتیں جو اس زمانے میں ہیں ان بزرگ و مقدس خواتین سے زیادہ
احکام شرعی کی پابندی کا دعوی کر سکتی ہیں یا اس زمانہ کے مسلمانوں کی غیرت
اُس زمانے سے زیادہ ہے پردہ بے شک مسلمانوں کے لئے بہت سی مصیبتوں سے
بچنے کا ذریعہ ہے لیکن اس کو بجائے خود ایک مصیبتِ عظیم نہیں بنایا جا سکتا۔ اصل
یہ ہے کہ ہمارے رسم و رواج یا کسی ضرورت نے خواہ وہ اصلی ہو یا فرضی گرہ پر گرہ
لگا دی۔ اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہتی ہوں کہ وہ دن بلاشبہ بدقسمتی کا ہوگا جبکہ اس کو
ایک قید یا ظالمانہ حکم سمجھا جائے گا لیکن اس کو اُس حد سے گذارنا جو خدا نے قائم کی ہیں یہی ایک ظلم ہے۔

تصنیف وتالیف

ذیل کا مضمون ہمارے دوست مولوی محمد مہدی صاحب نے لکھا ہے جن کو علیاحضرت کے دفتر تصنیف وتالیف کے نائب مہتمم ہونے کی حیثیت سے ان صفات وحالات کا ذاتی تجربہ ہے۔

مسندِ شاہی اور شغلِ تصنیف اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو بہت کم حکمران ایسے نظر آئیں گے جن کے نام کے ساتھ "مصنف" کا پُر فخر لقب شامل ہو کیونکہ "مسند شاہی" شغل تصنیف وتالیف کے لئے وضع نہیں ہوئی ہے اور جو دماغ سیاست کی گتھیاں سُلجھانے اور حکمرانی کے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں مصروف رہتا ہو اُس کے لئے علمی کام اُسی قدر صعب ومشکل ہے جس قدر تلوار کے لئے قلم کا کام۔ دونوں اقلیموں (علمی وسیاسی) کی فرمان روائی وُہی دماغ کر سکتا ہے جس میں قدرت نے غیر معمولی قوت ودلیعت فرمائی ہو۔

یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ تصنیف وتالیف سے یہی مراد نہیں ہے کہ ہر قسم کی رطب ویابس جمع کر کے ایک کتاب مرتب کر دی جائے یہ تو ایسا آسان کام ہے جو ایک معمولی استعداد کا آدمی بھی انجام دے سکتا ہے بلکہ تصنیف وتالیف کا اطلاق اسی پر صادق آتا ہے جس میں مصنف کا دماغ صرف ہوا ہو۔ کل مضامین تحقیق وتنقید کے بعد حُسن وقابلیت سے ترتیب دیئے گئے ہوں اور کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے امتیازی درجہ رکھتی ہو۔ علیاحضرت کو زمرۂ مصنفین میں جو ممتاز جگہ دی گئی ہے وہ ان ہی خصوصیات کی بنا پر ہے اور یہی امر قابل حیرت ہے کہ ملکداری کے اہم ترین فرائض میں کامل مصروفیتوں کے باوجود بھی علیاحضرت نے

فرائض تصنیف وتالیف مین بھی اسی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت دیا جس قابلیت نے حکمرانی کی صنف مین اونکو خلعت امتیاز بخشا ہے۔ اس اعتبار سے کوئی حکمران مصنف علیا حضرت کے مقابلہ مین نہین لایا جاسکتا اور بہ لحاظ کثرت تصانیف کسی حکمران مصنف کا نام تاریخ کی ضخیم جلدین نہین پیش کرسکتین۔

فرمان روا مصنف خواتین اگر صنفِ اُناث پر نظر کی جاے تو کسی ملک اور قوم کی تاریخ فرمان روا خواتین مین صاحبِ تصنیف خاتون کا نام پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ فخر بھوپال ہی کی تاریخ کو حاصل ہے جس مین مسلسل دو بیگمات صاحبِ تصنیف ہوئی ہین پہلی سرکار خلد مکان نواب شاہ جہان بیگم بالقابہا اور دوسری ان کی لائق ومفتخر جانشین علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ (طال حیاتہا) لیکن ان دونون فخرِ نسوان بیگمات مین ایک بہت بڑا فرق ہے۔ سرکار خلد مکان کا تصنیف و تالیف مستقل مشغلہ نہ تھا لیکن علیا حضرت کی علمی وسیاسی زندگی مساوی حیثیت رکھتی ہے اور تصنیف وتالیف علیا حضرت کے مشاغل کا ایک لازمی جزو ہے۔ یہ رسم بھی علیا حضرت ہی کی ایجاد ہے کہ ہر سالگرہ یومِ ولادت اور یومِ صدر نشینی کے موقع پر حکام واراکین ریاست کو ایک علمی تحفہ تقسیم فرمایا جاتا ہے جس مین عموماً خود علیا حضرت ہی کی ایک دو تصانیف ہوتی ہین اس طرح ہر سال اردو لٹریچر مین ایک مفید و قابل قدر اضافہ ہوجاتا ہے۔

خواتینِ ہند مین ممتاز مصنف خاتون علیا حضرت کی سب سے پہلی تصنیف روضۃ الریاحین (سفرنامۂ حجاز) ہے جو حج سے واپسی کے بعد مرتب ہوکر شائع ہوئی۔ اس کے بعد جب سے آج تک گیارہ برس کے قلیل عرصہ مین ۴۰ کتابین جن مین ہر کتاب اپنے موضوع مین بہترین تصنیف ہے حلیۂ طبع سے آراستہ ہوکر شائع ہوچکی ہین جن کی مجموعی صفحات قریباً پانچ ہزار ہوتے ہین ہندوستانی خواتین مین بعض

بہت اچھی لکھنے والی ہین اور اُنھون نے اپنے مضامین اور تصنیف وتالیف سے ملکی بہنون کو بہت فائدہ پہنچایا ہے لیکن جس خاتون نے سب سے زیادہ اور خواتین کے لئے مفید و کارآمد لٹریچر کا اردو مین اضافہ کیا وہ علیا حضرت ہی کی ذات بابرکات ہے۔

طریقۂ تصنیف وتالیف | اس مین شک نہین کہ ایک ایسی حکمران خاتون کے لئے جو فرائض حکمرانی کو کامل مصروفیت و توجہ کے ساتھ انجام دے تصنیف و تالیف کا کام نہایت مشکل اور بظاہر غیر ممکن ہے لیکن اُس خاتون کے لئے کوئی مشکل نہین جس کو مبدأ فیاض سے غیر معمولی دل و دماغ عطا ہوا ہو۔ علیا حضرت قدرت خداوندی کا ایک عجیب و غریب نمونہ ہین۔ حضور ممدوحہ جس طرح سیاست و حکمرانی کی اعلیٰ قابلیت لیکر پیدا ہوئی ہین اُسی طرح قدرت نے تصنیف و تالیف کا امتیازی وصف بھی عطا فرمایا ہے جس مین کسی کام کا جوہر طبعی ہوتا ہے وہ ظاہر و نمایان ہوے بغیر نہین رہتا اس لئے غیر ممکن تھا کہ علیا حضرت جو بیدار مغزی، علم و فضل اور بصیرت مین شانِ امتیاز رکھتی ہین اس جوہر سے کام نہ لیتین تصنیف وتالیف مین امداد کے لئے ایک دفتر تاریخ قائم ہے لیکن اُس کی حیثیت اس سے زیادہ نہین جو کسی مصنف کے معاون شاگردون کی ہوتی ہے۔ موضوع خود علیا حضرت متعین فرماتی ہین اور دفتر تاریخ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ مواد جس کا حکم دیا جاے فراہم کرے مثلاً اگر علیا حضرت نے بھوپال کے کسی گذشتہ رئیس کی سوانح تالیف فرمانی چاہی تو دفتر تاریخ کے ذمہ یہ کام ہوگا کہ وہ پُرانے کاغذات اور اسناد تلاش کرکے اور اسمیں سے واقعات کا اقتباس کرکے علیا حضرت کی روبکاری مین پیش کردے۔ پھر علیا حضرت اُس حصہ کو تحریر فرماتی ہین جو اصل تالیف یا تصنیف ہوتا ہے اگر کسی کتاب مین انگریزی کتابون سے اقتباس کی ضرورت

ہوتی ہے تو خود علیا حضرت پوری کتاب یا اس کے بعض مقامات متعین فرما دیتی ہیں ان کا ترجمہ کر کے پیش کر دیا جاتا ہے بعض اوقات خود ہی پوری کتاب کا ترجمہ کر لیتی ہیں اور اپنے خیالات قلم بند فرما لیتی ہیں۔

کتاب کا ابتدائی مسودہ صاف ہوکر پھر علیا حضرت کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اُسے پھر علیا حضرت ملاحظہ فرماتی ہیں اور اثنائے ملاحظہ میں جو نئے خیالات ذہن میں آتے ہیں یا کچھ اضافہ مقصود ہوتا ہے وہ مقابل کے کالم پر قلم بند فرما دیتی ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نظر ثانی میں کئی کئی کالم بڑھ جاتے ہیں یہ بات خاص طور پر قابل بیان ہے کہ علیا حضرت جو کچھ تحریر فرماتی ہیں وہ قلم برداشتہ ہوتا ہے اور بہت جلد مسودہ ترمیم فرما کر واپس فرما دیتی ہیں، دفتر تاریخ میں عموماً دو ہی تین روز کے بعد مسودہ ترمیم و اضافہ ہوکر واپس آجاتا ہے۔ یہ اصلاح شدہ مسودہ پھر دوسری مرتبہ صاف ہوکر رویکاری میں بھیجا جاتا ہے۔ علیا حضرت پھر نہایت غور سے ملاحظہ فرماتی ہیں، اور جو الفاظ یا جملے نامناسب یا سست نظر آتے ہیں ان کی اصلاح و درستی فرماتی ہیں، حتیٰ کہ کتابت کی جزئی و معمولی غلطیاں بھی نظر سے نہیں بچ سکتیں۔ غرض یہ مسودہ آخری مرتبہ صاف ہوکر مطبع بھیجدیا جاتا ہے۔

بعض اوقات مسودہ مکمل ہو جانے کے بعد اُس موضوع میں خاص قابلیت رکھنے والے اصحاب کے پاس بغرض تنقید بھیجدیا جاتا ہے اور پھر علیا حضرت ان کی آزادانہ تنقید پر غور فرماتی ہیں، اگر اعتراض و تنقید قابل قبول ہے تو اُس کے مطابق مسودہ کی اصلاح کر دیتی ہیں ورنہ اپنی رائے پر قائم رہتی ہیں اور اس کو بزور دلائل تسلیم کراتی ہیں۔ ایسے مباحثے نہایت پُرلطف ہوتے ہیں ان واقعات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ علیا حضرت کی تصانیف کا عام رؤسا و امراء کی تصانیف سے کس قدر بلند درجہ ہے۔

درجۂ تصانیف علیا حضرت کی کل تصانیف پر اگر تفصیلی ریویو کیا جائے تو یہ مضمون ایک اچھا خاصہ رسالہ ہو جائے گا۔ ان کتابون کی بلند پائگی کا کچھ اندازہ اُن تبصرات سے ہو سکتا ہے جو ملک کے مشہور فضلاء اور ناقدین فن مولانا ابوالکلام صاحب آزاد، مولوی عبدالماجد صاحب بی اے مولوی عبدالحق صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالسلام صاحب ندوی کے اخبارات و رسائل مین چھپ چکے ہین اس لئے ہم صرف اجمالی تبصرہ پر اکتفا کرتے ہین۔

یون تو ہندوستان مین کتابین لکھنے والے بہت ہین لیکن اپنی کتاب نہایت سلیقہ مندی اور دقیقہ سنجی سے تمام شرائط تصنیف و تالیف کو ملحوظ رکھکر مرتب کرنے والے گنتی کے چند ہی مصنف ہین ان ہی مین سے ایک علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ یا لقابہا کا نام نامی بھی ہے حضور ممدوحہ کی کل کتابین تصنیف و تالیف کے مشکل فن مین کمال تجربہ کاری کا بہترین نمونہ ہین خوبی و صفائی سے خیالات ادا کرنے کی قابلیت بہت کم لوگون کو حاصل ہوتی ہے۔ علیا حضرت اس خصوصیت مین بھی ملک کے کسی مشہور مصنف سے کم نہین ہین علیا حضرت ہر مضمون اور ہر مطلب کو جیسے شستہ اور دل نشین پیرایہ مین ادا فرماتی ہین اس کی نظیر ملک کی دیگر مصنف خواتین مین مشکل سے ملے گی۔ علیا حضرت کی ہر تصنیف حشو و زوائد سے پاک اور صرف مفید اور کام کی باتون پر حاوی ہوتی ہے۔ علیا حضرت کو علاوہ مذہب کے حفظان صحت مین ماہر فن کا درجہ حاصل ہے اور اس موضوع پر علیا حضرت نے جو کتابین تصنیف فرمائی ہین وہ ملک مین بے حد مقبول ہو چکی ہین۔ پنجاب، بنگال، پونہ اور حیدرآباد دکن کے سررشتہ تعلیم نے تندرستی اور بچون کی پرورش وغیرہ کتب انتخابی مین داخل کی ہین۔

تعلیم پر علیا حضرت نے اپنے لکچرون مین جن بیش بہا اور قابل قدر

خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ اس پیچیدہ اور نازک مسئلہ پر مکمل ہدایت نامہ ہین۔

فنِ تربیت وتدبیر منزل وہ فن ہے جس پر علیا حضرت نے خاص طور پر توجہ فرمائی ہے اور اپنے سالہاسال کے تجربہ اور غور وفکر کے بعد ایک نہایت مبسوط کتاب چار حصون مین تصنیف کی ہے۔ ہدیۃ الزوجین اور حفظ صحت اس کتاب کے دو ابتدائی اجزا ہین اور دو آخری حصے معیشت ومعاشرت کے نام سے موسوم ہین۔ اس موضوع پر اردو مین اس قدر جامع کثیر المعلومات اور موجودہ ضروریات پر حاوی کوئی کتاب موجود نہین ہے علیا حضرت کی تصانیف کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ خشک اور روکھے پھیکے مضامین اس قدر دلچسپ انداز مین لکھے گئے ہین جس سے زیادہ کسی قادر الکلام مصنف سے ممکن نہین ہے۔

خلاصہ مافی الباب یہ ہے کہ علیا حضرت کو تصنیف وتالیف مین جو مرتبہ حاصل ہے وہ ملک کے کسی مشہور مصنف سے کم نہین ہے اور صنف اناث مین کسی خاتون کو یہ درجہ حاصل نہین ہے۔

محمد مھدی

سرکارعالیہ کی تصانیف پر ایک اجمالی تبصرہ

ذیل کا مضمون ملک کے مشہور اہل قلم مولوی عبد السلام صاحب ندوی کا اثرِ خامہ ہے جنھون نے علیا حضرت کی تمام تصنیفات وتالیفات کا مطالعہ کیا ہے۔

سرکار عالیہ کو جن لوگون نے ایوان حکومت مین بہ حیثیت ایک حکمران کے دیکھا ہے اُن کے لئے تصنیف وتالیف کے کمرے مین بہ حیثیت ایک مصنف کے دیکھنا کس قدر دلچسپ ہوگا۔

محرکِ تصنیف | سرکار عالیہ کے جو مشاغلِ زندگی ہین اُن کی تفصیل اس کتاب کے

مختلف عنوانات مین نظر آسکتی ہے اُن کو پڑھ کر ہر شخص آسانی سے یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ سرکار عالیہ سے زیادہ مصروف کون ہوسکتا ہے لیکن ان مصرفیتون نے اُن کی علمی زندگی مین کوئی خلل نہین ڈالا حقیقت یہ ہے کہ تصنیف وتالیف اور سکون واطمینان مین ابتدا ہی سے تضاد ہے اسلام مین جو اکابر گذرے ہین ان کی زندگی تمامتر مصائب وآلام کا مجموعہ تھی۔ امام بخاری۔ امام رازی۔ شیخ الاشراق اور ابن رشد کے سوانح کو پڑھو تو اُن کے گرد مصیبتون کا ہجوم نظر آئے گا لیکن کیا اِن مصائب نے اُن کو تصنیف وتالیف سے روکا؟

تصنیف وتالیف کا محرک ہمیشہ مذہبی، تمدنی، یا علمی خدمت کا شوق ہوتا ہے اور وہ ایک مصنف کو کسی حالت مین چین نہین لینے دیتا اسی شوق نے ہمارے علما کو باوجود تمام پریشانیون کے تصنیف وتالیف مین مصروف رکھا اور یہی شوق تھا جس کی تحریک سے سرکار عالیہ نے علمی خدمات کو اپنی زندگی کا ایک ضروری مقصد قرار دیا۔

مقصد تصنیف | ہندوستان مین جب سے تصنیف وتالیف کا مذاق پیدا ہوا ایسی بہت کم کتابین لکھی گئین جو عورتون کے لئے خصوصیت کے ساتھ مفید ہون اور ان کو امور خانہ داری اور تربیتِ اولاد مین مدد دین اور اون مین وہ مذہبی روح پیدا کرسکین جو ہمیشہ سے عورتون کی امتیازی خصوصیت رہی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید مین عورت کو مرد کے لئے ''سکینہ'' کہا گیا ہے اور عورت مرد کے لئے اُسی وقت موجبِ سکون واطمینان ہوسکتی ہے جب ان فرائض کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ ادا کرے اور ان کو اپنا مذہبی فرض سمجھے۔ سرکار عالیہ نے جہان اپنی جنس کی بہبودی کے ہزارون کام کئے وہان اس کمی کو بھی محسوس فرمایا چنانچہ ہدیۃ الزوجین کے دیباچہ مین لکھتی ہین:۔

"جدید تعلیم وتمدن کے ساتھ لازمی طور پر معاشرت اور خانہ داری
مین بھی تغیرات پیدا ہوئے تھے اور وہ ہوئے جو ہر طبقہ اور
درجہ مین بدیہی طور پر نظر آتے ہین لیکن ترقی پذیر اور تعلیم یافتہ
ملکون ہین جہان ہر چیز کو ایک فن بنا لیا گیا ہے وہان خانہ داری
اور معاشرت کے اصول وضوابط بھی مقرر ہو کر ایک فن کے
تحت مین داخل کر لئے گئے ہین۔ میری نظر سے اس فن کے
متعلق بہت سی انگریزی کتابین گذری ہین اور حیرت ہوتی ہے
کہ انگلستان کے مصنفین اور فضلاء سائنس، فلسفہ، منطق
اور ایجادات اور مثل ان کے دیگر علوم وفنون تک ہی اپنی
توجہ مبذول نہین رکھتے بلکہ معاشرت اور خانہ داری کے
متعلق بھی کیسے کیسے نکتون کو صفحات کاغذ پر لاتے ہین جس کا
نتیجہ ہم سب یہ دیکھتے ہین کہ خانہ داری کی تمیز اور سلیقہ اس
قوم مین کیسی ترقی پر ہے برخلاف اس کے اگرچہ انگریزی حکومت
کی برکات نے ہماری قوم اور ہمارے ملک مین بھی بہت سے
قابل دل ودماغ پیدا کر دیے ہین جو اپنی قابلیتون سے ملک
وقوم کو مادی نفع پہنچا سکتے ہین لیکن کسی کو اس طرف توجہ
نہین ہوتی جس سے روز بروز اسلامی طریق معاشرت اور سلیقے
مین تنزل ہوتا جاتا ہے"

اور اس لئے اپنے اوپر تکلیف برداشت کر کے یہ خدمت اپنے ذمہ لی
چنانچہ سبیل الجنان مین لکھتی ہین۔

"خواتین اسلام کو زمانہ حال کی تعلیم اور بہترین تمدن ومعاشرت سے

بہرہ یاب دیکھنے کا یقیناً مجھ سے زیادہ کوئی شخص آرزومند
نہ ہوگا اور اس مقصد کے لئے مین اپنی ہر امکانی کوشش
خواہ اس مین مجھکو تکلیف ہی برداشت کرنی پڑے عمل مین
لاتی رہتی ہون۔ لیکن اس مقصد سے ایک اور بھی اعلیٰ مقصد
میرے پیش نظر ہے اور وہ یہ ہے کہ ان مین مذہبی روح،
مذہبی پابندی اور مذہبی حمیت بھی بدرجۂ اولے ہو"

آج تمدن و معاشرت کی ترقی نے امور خانہ داری کے انتظامات تیمارداری کے طریقون اور تربیت اطفال کے قواعد کو بالکل ایک فلسفہ بنا دیا ہے اس لئے اگر ان مضامین پر اسی فلسفیانہ انداز مین کتابین لکھی جاتین تو وہ عورتون کی عملی زندگی کے لئے بہت کم مفید ہوتین اور مذہبی روح جو ایک ایشیا کی عورت کو ان فرائض کے ادا کرنے پر آمادہ کرتی ہے وہ نہ پیدا ہوتی۔ اس لئے سرکار عالیہ نے ان تصانیف کو ایک طرف تو نہایت سلیس، عام فہم اور واضح عبارت مین لکھا کہ ہر عورت آسانی کے ساتھ ان سے فائدہ اُٹھا سکے دوسری طرف ان مقاصد کو عورت کے سامنے بالکل مذہبی حیثیت سے پیش کیا تاکہ وہ ان خدمات کو ثواب کی غرض سے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ ادا کرے چنانچہ تربیت الاطفال کے دیباچہ مین تحریر فرماتی ہین:-

سب سے اول ہم کو خداے برتر کی مدد کا طالب ہونا چاہئے
اور خشوع و خضوعِ قلب کے ساتھ وہ دعائین مانگنی چاہئین
جو قرآن مجید مین موجود ہین جیسے رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً
طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ط
دیکھو یہ کیسی مبارک اور جامع دعا ہے جو تمناؤن پر محیط ہے
اور جس مین تربیت کا صاف اشارہ ہے اسی طرح۔ رَبِّ

هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کا ورد رکھنا چاہیے

غرض سرکار عالیہ نے حکمت علمی کی ایک مفید قسم تدبیر منزل کو اپنا مقصد تصنیف قرار دیا اور اُس کو عورتون کے سامنے مذہبی حیثیت سے پیش کیا۔

موادِ تصنیف ہندوستان مین قدرتی طور پر اس وقت دو گروہ پیدا ہو گئے ہین، جن کو قدیم اور جدید تعلیم یافتہ گروہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور ان کی تصنیفات مین ان کی تعلیم کی یہ خصوصیت نہایت نمایان طور پر نظر آتی ہے قدیم تعلیم یافتہ لوگ اپنی تصنیفات کا ماخذ عموماً عربی کتابون کو قرار دیتے ہین، اور جدید تعلیم یافتہ لوگ صرف یورپین تصنیفات سے فائدہ اُٹھاتے ہین، لیکن ہندوستان کا موجودہ علمی مذاق ان دونون سے پوری طرح مانوس نہین ہوتا اگر کسی کتاب کا ماخذ صرف قدیم عربی کتابون کو قرار دیا جاے تو جدید تعلیم بالکل قدامت پسندی کو پسند نہین کرتی، صرف انگریزی کتابون سے کام لیا جاے تو قدیم ایشائی دماغ کی فطری خصوصیت کو صدمہ پہنچتا ہے۔ لیکن سرکار عالیہ نے ان دونون سمندرون کو ایک قطرہ پر ملا دیا ہے وہ ایک طرف تو قرآن حدیث اور اکابر علماے اسلام کی تصنیفات کو اصل قرار دیتی ہین، دوسری طرف جدید علوم و فنون کی کتابون سے بھی کافی طور پر فائدہ اٹھاتی ہین اس وجہ سے دونون گروہ اُن کی تصنیفات سے دلچسپی رکھتی ہین اور فائدہ اُٹھا سکتے ہین۔

تصنیف بطریق املا قدیم زمانے مین تصنیف و تالیف کا ایک طریقہ یہ تھا کہ استاد خود کچھ نہین لکھتا تھا بلکہ کسی خاص موضوع پر بولتا جاتا تھا۔ اور طلبہ اس کو لکھتے جاتے تھے اس طور پر جو مجموعہ مرتب ہو جاتا تھا اس کو امالی کے نام سے موسوم کرتے تھے، قدیم علماء کی تصانیف مین اس قسم کی متعدد کتابون کے نام ملتے ہین۔ لیکن یہ خصوصیت ایک مدت سے مفقود ہو گئی ہے اور اس طرح تصنیف و تالیف کا ایک

مفید طریقہ مٹ گیا ہے۔ لیکن سرکار عالیہ کی بعض تصانیف مین یہ خصوصیت پائی جاتی ہے چنانچہ سبیل الجنان مین اسی طریقہ پر عورتون کے سامنے مختلف مسائل کی تشریح کی گئی ہے

ریاست کے ارتقا کی تاریخ | حکمران گروہ کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی حکومت کی تاریخ اس مکمل طریقہ سے مرتب کرے کہ وہ اس کے جانشین کے لئے ایک عملی نمونہ ہو اور اگر کوئی شخص اُس حکومت کے تمام تاریخی دور کا موازنہ و مقابلہ کرنا چاہے تو نہایت مستند طریقہ سے کرسکے، اس لئے قدیم سلاطین نے تصنیفات کا ایک خاص سلسلہ قائم کیا تھا جسکو "تزک" کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ تزک تیموری، تزک بابری اور تزک جہانگیری اسی سلسلے کی بہترین کڑیان ہین، ریاست بھوپال ایک مدت سے قائم ہے اُس پر مختلف تاریخی دور گذر چکے ہین، لیکن مدتون کسی نے اس طرف توجہ نہین کی۔ حضور نواب شاہجہان بیگم نے اس کی داغ بیل ڈالی اور سرکار عالیہ نے اس پر ایک عظیم الشان عمارت قائم کردی، چنانچہ بھوپال کی جدید تاریخ جس مکمل طریقہ سے سرکار عالیہ کے زمانہ مین مرتب ہوئی ہے، کسی زمانے مین مرتب نہین ہوئی تھی ان تصانیف کو پڑھ کر ہر شخص ریاست کی ارتقائی تاریخ کا نہایت آسانی کے ساتھ مقابلہ کرسکتا ہے، حکومت کی تاریخ پر خود فرمان روائے ریاست کی ذات کا بہت کچھ اثر پڑتا ہے، اس لئے اُن کی سوانح عمریان بھی درحقیقت تاریخ ریاست کا ایک جزو ہین اس لحاظ سے سرکار عالیہ نے نواب قدسیہ بیگم کی سوانح عمری "حیات قدسی" کے نام سے، اپنی والدہ کی سوانح عمری "حیات شاہجہانی"، کے نام سے، مرتب کی اور اپنے تزک مین نواب سکندر بیگم[1] کا تذکرہ لکھا ہے۔

سرکار عالیہ کی ایک تصنیفی خصوصیت | اگرچہ امراء وسلاطین مین بھی متعدد لوگ مصنف گذرے ہین

---

[1] لیکن نواب سکندر بیگم کی زندگی چونکہ گوناگون انقلابات کا مرقع اور عجیب و غریب قابلیتون کا مظہر اس لئے یہ تذکرہ کافی نہین ہوسکتا تھا اب سرکار عالیہ کی امداد سے اُن کے فرزند نواب زادہ میجر جنرل حافظ عبید اللہ خان صاحب بہادر سی، ایس، آئی۔ اُن کی مفصل سوانح عمری مرتب کر رہے ہین ۱۲

لیکن ان کی زندگی کا یہ حقیقی مقصد نہ تھا اس لئے ان کا کوئی اثر ان کے خاندان پر نہین پڑتا تھا، لیکن سرکار عالیہ نے تصنیف و تالیف کا مشغلہ کسی ملکی یا سیاسی ضرورت سے اختیار نہین کیا بلکہ ان کو خالص علمی شوق اور سوشل و معاشرتی اصلاح نے اس کی طرف متوجہ کیا۔ اس لئے جس طرح قدیم زمانے مین علمار کا اثر ان کے تلامذہ پر پڑتا تھا۔ اسی طرح سرکار عالیہ کا علمی اثر ان کے خاندان پر پڑا ہے چنانچہ صاحبزادون مین علمی سرپرستی کا ذوق پیدا ہو گیا ہے اور جناب شاہ بانو بیگم صاحبہ نے جو ہمیشہ اُن کی زیر تربیت رہتی ہین مختلف کتابین بھی تصنیف کی ہین۔

نوعیت تصنیف | سرکار عالیہ کو موجودہ مصنفین مین یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ اُن کی تصنیف و تالیف کا مقصد صرف علمی نہین بلکہ زیادہ تر عملی ہے اس لئے اُن کی تصانیف کی مختلف نوعیت قائم ہو گئی ہے۔ عمل کا سب سے بڑا میدان مذہب ہے اور اس مین سرکار عالیہ کی دو کتابین ہین۔ ہدیۃ الزوجین و سبیل الجنان۔ فن حفظان صحت بالکل علمی فن ہے اور اس مین سرکار عالیہ کی چار کتابین ہین۔ تندرستی۔ بچون کی پرورش، حفظ صحت اور ہدایات تیمار داری، فن تدبیر منزل جو حکمت عملی کے اقسام مین داخل ہے اس مین سرکار عالیہ نے دو کتابین تصنیف فرمائی ہین معیشت و معاشرت، تعلیم و تربیت پر تربیت الاطفال اور متعدد خطبات ہین جو شائع کر دیے گئے ہین۔

باقی کتابین تاریخ مین ہین اور اُن کے نام یہ ہین۔ روضۃ الریاحین تزک سلطانی گوہر اقبال حیات شاہجہانی، اختر اقبال، تذکرۂ باقی اور حیات قدسی۔

پردہ پر ایک تصنیف | سرکار عالیہ اگرچہ تعلیمی، معاشرتی، تمدنی غرض ہر حیثیت سے عورتون کی اصلاح و ترقی کے لئے مفید تدبیرین عمل مین لاتی رہتی ہین۔ تاہم اُن کو عورتون کی اخلاقی اور مذہبی اصلاح کا سب سے زیادہ خیال رہتا ہے، اس بنا پر وہ ہمیشہ اُن اسباب کا استیصال کرنا چاہتی ہین جن سے عورتون کے کیرکٹر کو کسی قسم کا

صدمہ پہنچ سکتا ہے۔

موجودہ تمدنی خرابیوں مین جو چیز عورتون کی اخلاقی روح کو سب سے زیادہ مردہ کر سکتی ہے، وہ بے پردگی ہے۔ تمام دنیا کے مصلحین نے اس کو سب سے بڑا تمدنی مرض خیال کیا ہے اور اس کی اصلاح کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن ان کوششون کی لائنین مختلف ہین کسی نے تمدنی حیثیت سے اس کو مضر قرار دیا ہے کسی نے مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے اس کی برائیون کا اظہار کیا ہے، کسی نے طبی حیثیت سے اس کے نقصانات بتائے ہین، کسی نے معاشرتی حیثیت سے اس کو برا کہا ہے۔

مصر و شام، بلکہ یورپ مین بھی اس موضوع پر بہ کثرت کتابین لکھی گئی ہین اور ہر مصنف نے اپنے مذاق کے مطابق اپنی روش الگ اختیار کی ہے۔ لیکن اب تک کوئی کتاب ایسی نہین لکھی گئی تھی جو عام فہم، سادہ، اور سلیس ہونے کے ساتھ ان تمام حیثیات کی جامع ہو، یعنی اُس مین تمدنی، مذہبی، اخلاقی، طبی، معاشرتی، غرض ہر پہلو سے بے پردگی کے نقصانات دکھائے جائین، اور اُس کے ساتھ احادیث، قرآن، فقہ، اور علمائے اسلام کے فتاوے اور مضامین سے پردہ کی فضیلت ثابت کی جائے، سرکار عالیہ نے اس کمی کو محسوس کیا اور اس کی تلافی کے لئے پردہ کے موضوع پر ایک کتاب تدوین و تالیف فرمائی، اس کتاب مین سب سے پہلے پردہ کی تاریخ غایت تفصیل کے ساتھ لکھی ہے، اور خواتین اسلام مین پردے کا جو التزام تھا اُس کے متعلق غایت اور موثر واقعات جمع کئے ہین، اس کے بعد حدیث و قرآن سے پردے کی فضیلت اور اُس کا وجوب ثابت کیا ہے۔ پھر بے پردگی کے تمام نقصانات دکھائے ہین اور بے پردگی کی حمایت مین جو دلائل پیش کیے جاتے تھے اُن کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

حصۂ مذہب مین علمائے سلف و حال کے مضامین و فتاوے کو لطور تتمہ منضم

کردیا ہے جس سے یہ بات ثابت کرنا مقصود ہے کہ جدید و قدیم دونوں نے پردہ کی پابندی پر اتفاق کیا ہے۔ غرض اس کتاب میں اُن تمام حیثیتوں کو جن سے پردہ کا وجود ثابت ہوتا ہے پوری قابلیت کے ساتھ جمع کر دیا ہے۔

(ہمارے دوست مولوی عبدالسلام صاحب ندوی کی نظر سے علیا حضرت کی جدید تالیف باغ عجیب جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے نہیں گذری اس لئے وہ اس کے متعلق اپنی قیمتی رائے کا اظہار نہ کر سکے ہم نے مناسب سمجھا کہ مولوی صاحب موصوف کے تبصرہ کے سلسلہ میں اس کتاب کا تذکرہ بھی اضافہ کر دیں۔ علیا حضرت جبکہ صنف اناث کے لئے بہترین معلومات کا کافی سرمایہ مہیا فرما چکی ہیں تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ بچے حضور ممدوحہ کی شفقت سے محروم رہ جاتے چنانچہ حضور ممدوحہ نے بچوں کے لئے بھی اخلاقی اسباق کا ایک مفید سلسلہ قائم فرمایا ہے اسی سلسلہ کی پہلی کتاب باغ عجیب ہے اگرچہ علیا حضرت کی ادبی قابلیت اور کمال انشاپردازی حضور ممدوحہ کی تصانیف کے ہر صفحہ سے عیاں ہے لیکن ابتک حضور ممدوحہ نے خالص ادب کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی تھی، باغ عجیب سب سے پہلی کتاب ہے جو "خالص ادبی" کہلائی جا سکتی ہے گو کہ اس کا موضوع بھی اخلاق ہے۔ اس کتاب میں ایک دلچسپ قصے کے پیرایہ میں بچوں کو معائب و محاسن اخلاق سمجھائے گئے ہیں۔ اس کتاب کی عبارت نہایت دلنشین اور طرز بیان بالکل سہل و سادہ ہے اور بچوں کے لئے اس باغ عجیب میں وہ تمام دلچسپیاں موجود ہیں جن کی وجہ سے وہ خوشی اور دلی شوق کے ساتھ مطالعہ کر سکتے ہیں علیا حضرت نے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ وہ اس سلسلے کی اور کتابیں بھی مرتب فرما رہی ہیں جب یہ سلسلہ مکمل ہو جائے گا تو بچوں کے لئے اخلاقی تعلیم کا بہترین نصاب ہو گا۔)

یہاں تک سرکار عالیہ کی تصنیفات پر ایک اجمالی تبصرہ تھا، لیکن ان تصانیف نے

سرکار عالیہ کی ذات کو اس قدر وقیع کر دیا ہے کہ تنہا ان کی ذات کو ہندوستان کی تمام تعلیم یافتہ عورتوں کے مقابل مین بہ ترجیح پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان مین تعلیم نسوان کی تحریک ایک مدت سے جاری ہے، متعدد زنانہ اسکول قائم ہو چکے ہین۔ بہت سی خواتین نے یونیورسٹی کی ڈگریان بھی حاصل کر لی ہین، بہت سی بی بیان یورپ بھی ہو آئی ہین، لیکن تعلیم و تربیت کے جو نتائج ہین وہ ابتک ظاہر نہین ہوے۔ ہندوستانی عورت یورپ کی عورتون سے بالکل مختلف حیثیت رکھتی ہے اس کی ضروریات زندگی کا تمام تر بار اس کے شوہر یا اس کے خاندان پر ہے اس بنا پر اس کی تعلیم کا مقصد خالص علمی ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اب تک کسی مسلمان خاتون نے علمی حیثیت سے اپنی جنس کی بہبودی کے لیے سرکار عالیہ کے عشر عشیر بھی کام نہین کیا یا یون کہنا چاہیے کہ موجودہ تعلیم نے ان کو اس قابل ہی نہین بنایا۔

عبدالسلام ندوی

خطابت اور حسن بیان

قوت گویائی بھی آپ کے مجموعۂ کمال کی ایک مخصوص صفت ہے تقریر کرتے وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ فصاحت و روانی اور سلاست و شیوابیانی آپ کے سامنے دست بستہ کھڑی ہے اور اس سے جس طرح چاہتی ہین کام لیتی ہین۔

آپ کو تقریر و تحریر مین آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے موزون و مناسب استدلال کرنے کا ایک خاص ملکہ حاصل ہے جس سے زور دلائل اور اثر بیان دونا ہو جاتا ہے آپ تقریر کرنے سے پہلے اپنے خیالات قلم بند فرما لیتی ہین جیسا کہ اکثر مہذب ممالک کے مقررین کا عام قاعدہ ہے کہ تحریری تقریر سامعہ نواز بزم و انجمن ہوتی ہے لیکن اگر ایسا اتفاق بھی ہو کہ بغیر کسی ماقبل اطلاع کے کسی جلسہ مین تقریر کرنے کا موقع آجائے تو فی البدیہہ زبانی تقریر کرنے مین بھی ہر ہائنس مجبور نہین بلکہ اس مین تحریری تقریر سے زیادہ زور اور جوش پیدا ہوتا ہے۔

علیاحضرت کی خطابت مین جو سب سے زیادہ مابہ الامتیاز وصف ہے وہ یہ ہی کہ مختلف النوع مسائل پر اظہارِ خیالات کا طرز جملون کی ترتیب الفاظ کی نشست بلاغت و فصاحت سب ان ہی مسائل کی شان کے مطابق ہوتی ہے پھر اس خطابت مین مردانہ اور زنانہ موقعون کا امتیاز بھی صاف نظر آتا ہے مردانہ جلسون مین چہرۂ مبارک مستورِ نقاب رہتا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ تقریر کے اثر مین اس سے کوئی فرق نہین پڑتا حالانکہ خطابت اور تقریر مین مقرر خطیب کے چہرہ کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے گفتگو مین نہایت نرمی اور مداہنت ہوتی ہے مگر نہ ایسی کہ رعب و عظمت کے اثر سے خالی ہو۔ رعب و عظمت اور رحم و عطوفت بظاہر متضاد چیزین ہین مگر ہز ہائینس کا طرزِ تکلم ان دونون چیزون کے امتزاج کی ایسی صحیح اعتدالی کیفیت ہے کہ اس کی خصوصیت کسی طرح لفظون مین نہین بیان کی جاسکتی۔

علامہ شبلی مرحوم کی رائے — تقریر کی جان فصاحت و بلاغت اور دقیقہ سنجی ہے علیاحضرت کی تقریران سچے موتیون کی ایک مسلسل لڑی ہوتی ہے علامہ شبلی مرحوم سے زیادہ کون باریک بین اور دقیقہ رس ہوگا اُنھون نے علیاحضرت کی گفتگو سُن کر جو رائے قائم کی ہے وہ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہین۔ مرحوم ایک مضمون[1] مین لکھتے ہین کہ :-

---

[1] اس مضمون کا بقیہ حصہ بھی نہایت دلچسپ ہے جو ذیل مین درج ہے۔
وہ لطف و عنایت سے تواضع کے لہجہ مین مجھ سے دریافت فرماتی تھین کہ آپ کو یہان کسی قسم کی تکلیف تو نہین،، اور مین ہمہ تن استعجاب تھا کہ کیا مجھ جیسے ہیچ میرز کو ایک حکمران ذوی الاقتدار اسطرح مخاطب بنا سکتا ہے ؟

سب سے پہلے جناب ممدوحہ نے (مربیانہ اخلاق کے بعد) مجھ سے سوال کیا کہ تم نے یہان کے مدارس دیکھے؟ چونکہ دیوالی کی تعطیل کی وجہ سے مدارس بند تھے مین نے عرض کیا کہ "نہین" اس پر افسوس ظاہر کیا اور فرمایا کہ "کاش آپ ایسے زمانہ مین آتے کہ مدارس کو دیکھکر رپورٹ کرسکتے" مین نے

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

مجھکو حکمرانانِ اسلام سے متعدد رؤسا اور والیان ملک کی خدمت
مین حاضر ہونے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان سے گفتگو اور ہم کلامی کی بھی
نوبت آئی ہے لیکن مین بغیر کسی قسم کی رواداری اور تملق کے
اس کہنے پر مجبور ہون کہ مین نے اس وقت تک کسی رئیس یا والیِ ملک
کو اس قدر وسیع المعلومات، خوش تقریر، فصیح اللسان، نکتہ سنج
اور دقیقہ رس نہین دیکھا وہ تقریر فرما رہی تھین اور مین محوِ حیرت
تھا کہ کیا دہلی اور لکھنو کی سرزمین کے علاوہ اور کسی ملک کا آدمی
بھی ایسی شستہ اور فصیح اُردو کے بولنے پر قادر ہوسکتا ہے؟
وہ مختلف علمی اور انتظامی امور پر گفتگو کرتی تھین اور مین سوچتا
تھا کہ مخدرات اور حجلہ نشین بھی اس قدر معلومات حاصل کر سکتی ہین"؟

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۲۰)

وعدہ کیا کہ پھر حاضر ہونگا۔ اس پر نہایت مسرت ظاہر کی اور کہا "یہ میرے فائدہ کی بات ہے"،
عربی علوم وفنون کے تنزل پر نہایت افسوس ظاہر کیا اور فرمایا کہ مین نے خود جس پایہ کے علماء وفضلا
دیکھے تھے آج ایک بھی اس درجہ کا نظر نہین آتا مین نے کہا کہ "اسباب ہی ایسے پیدا ہوگئے ہین انگریزی گورنمنٹ
مین عربی دانی کسی قسم کی معاش کا ذریعہ نہین بن سکتی اور دنیا کا کوئی کام بغیر معاش کے انجام نہین پاسکتا،
اسلامی ریاستین البتہ عربی کو سنبھال سکتی ہین، لیکن وہ بھی تمام نوکریون اور ملازمتون مین انگریزی
دانی کی شرط لگاتی جاتی ہین،" میری اس تقریر کے جواب مین جو کچھ جناب ممدوحہ نے فرمایا اُس نے نہ صرف
مجھکو ساکت کردیا بلکہ مین ندامت وانفعال سے غرق غرق ہوگیا، فرمایا کہ "آپ لوگ جس طرح عربی کی
تعلیم دیتے ہین، اُس سے کوئی شخص اس قابل نہین ہوسکتا کہ کسی ملکی خدمت کو انجام دے سکے عربی خوان
طلباء کا یہان یہ حال ہے کہ پندرہ پندرہ بیس بیس برس سے عربی پڑھ رہے ہین اور فارغ التحصیل ہی نہین
ہوتے اور صرف اس وجہ سے کہ اگر فراغ کا نام ہوگا تو ان کا وظیفہ بند ہوجائیگا چونکہ عربی دان کسی ملکی خدمت کے

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اسی مضمون مین دوسری جگہ لکھتے ہین:۔

غرض اس قسم کے مضامین پر کامل ڈیڑھ گھنٹہ گفتگو کی اور اس فصاحت کے ساتھ کہ مین ہمہ تن محوِ حیرت رہا۔ تقریر مین بعض بعض جملے ایسے ہوتے تھے جو انشاپردازی کی شان ظاہر کرتے تھے مثلاً "جب سے عنانِ حکومت مین نے اپنے ہاتھ مین لی ملک کی تعلیمی حالت پر میرا دل رو رہا ہے، یہان کے لوگ لیاقت حاصل نہین کرتے بلکہ استحقاقِ آبائی پیش کرتے ہین" لیکن یہ جملے اُن کی زبان سے اس سلاست اور صفائی کے ساتھ ادا ہوتے تھے کہ مطلقاً تصنع اور آورد نہین معلوم ہوتی تھی"

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۳۱) انجام دینے کی قابل نہین ہوتا اس لیے مجبوراً ان کو کوئی خدمت نہین دی جاسکتی، جناب ممدوحہ کی یہ رای بالکل صحیح ہے اور اس کا جواب کیا ہوسکتا تھا، البتہ مین نے اس قدر کہا کہ "ندوۃ العلما نے اسی غرض سے طرزِ تعلیم اور نصاب مین تبدیلی کی ہے"

اس کے بعد دیر تک اس پر گفتگو ہوتی رہی کہ اہلِ ملک تعلیم کی طرف متوجہ نہین ہوتا اس وجہ سے تعلیم پر جو کچھ صرف ہوتا ہے اس سے خود ملک کو کوئی فائدہ نہین پہنچتا، مین نے عرض کیا کہ تعلیم جبری کیون نہ کردی جائے جیسا کہ بعض ریاستون نے اس پر عمل کیا ہے، فرمایا کہ جبری تو نہین کرسکتی لیکن یہ کیا کم ہے کہ تمام بڑے بڑے عہدے باہر والون کو ملتے ہین، اہلِ ملک مین سے ایک بھی کسی بڑے عہدہ پر مامور نہین اگر غیرت ہو تو یہ امر جبر سے کیا کم ہے۔ اہلِ ملک وظائف اور مناصب کے خوگر ہوگئے ہین ان کو نوکری اور ملازمت سے غرض ہی نہین وہ ہر وقت صرف وظائف اور مناصب کے متقاضی رہتے ہین۔

پھر فرمایا کہ "اردو مین علوم جدیدہ کی کتابین کیون نہین ترجمہ کی جاتین" مین نے کہا کہ "ترجمہ کون کرے انگریزی خوان مصطلحاتِ علمی کا اردو مین ترجمہ نہین کرسکتے اور عربی خوان انگریزی نہین جانتے" مین نے انجمن اردو کی طرف سے اشتہار دیا اور کمسٹری کی مصطلحات چھاپکر شائع کئے لیکن کہین سے کوئی صدا نہین آئی" فرمایا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مذہبی خصوصیات

ہر ہائنیس ایک ایسی مسلمان خاتون ہین جنھون نے اپنے مذہب اور اپنی قوم کے متعلق روایت ہی سے واقفیت حاصل نہین کی بلکہ اُس روایت مین ذاتی درایت کا بھی بہت کچھ دخل ہے ہمیشہ ہر مسئلہ پر کافی غور کیا ہے اور جب کبھی کسی مسئلہ کی متعلق پورے طور پر کوئی بات سمجھ مین نہین آئی تو اُس کے سمجھنے کے لئے علماے کرام سے استصواب اور مباحثہ کیا ہے اکثر مولانا شبلی مرحوم سے بھی ایسے مسائل پر دیر تک گفتگو رہی ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب سے بھی وقتاً فوقتاً بہت سے مباحث رہے مین ہر ہائنیس کی تمام تصنیفات مین ایسی تحقیقات کا رنگ نمایان ہے علیا حضرت تمام مسائلِ مذہب پر عبور رکھتی ہین اور جب موقع ہوتا ہے تو نہایت تبحر کے ساتھ گفتگو فرماتی ہین چونکہ فطرت نے قوت حافظہ بھی کامل عطا فرمائی ہے اس لئے جو چیز یا جو بات دیکھی یا سنی ہے وہ حاضر فی الذہن ہے وہ اگرچہ حافظ نہین ہین لیکن کثرت سے قرآن مجید کی آیتین یاد ہین اور اُن سے تقریر و تحریر مین استناد کرنے کا تو ایک خاص ملکہ ہے اسی طرح کثرت سے حدیثین یاد ہین اور جہان موقع ہوتا ہے فوراً اُن سے سند لیتی ہین اور ان کا حوالہ دیتی ہین عورتون کے متعلق مسائل و روایات پر پورے طریقہ سے حاوی ہین۔

ایک مرتبہ ہر ہائنیس کے روبرو امہات المومنین کا کچھ تذکرہ تھا اتفاق سے اُس وقت تین آدمی موجود تھے جن مین ریاست کے ایک رکن مولوی سعید الدین صاحب بہادر بھی تھے جنھون نے دار العلوم دیوبند سے سندِ فضیلت حاصل کی ہے اور اُن کا علم بھی تازہ ہے اِس تذکرہ مین اُمہات المومنین کے نامون کا شمار شروع ہوا تین چار نامون پر جاکر سب رک گئے قبل اس کے کہ سرکار عالیہ کچھ فرمائین مین نے عرض کیا کہ "حضور اب ہماری یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ ہم کو اپنی ماؤن کے نام تک یاد نہین"

(بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۲۳) کہ کیون نہ ایک محکمہ قائم کیا جائے جس مین عربی و انگریزی دونون زبانون کے زباندان ملازم رکھے جائین ریاستِ آصفیہ جو سب سے بڑی مستند ریاست ہے آسانی سے اس کام کو انجام دے سکتی ہے"

ہر ہائنس نے دو تین سکنڈ کے وقفہ کے بعد فرمایا کہ "ہاں بیٹے بھول جائیں لیکن بیٹیاں نہیں بھولتیں" اور یہ فرما کر پورے نام گنوا دیے۔

ہر ہائنس کی معلومات مذہبی کا اندازہ سبیل الجنان اور ہدیۃ الزوجین سے بخوبی ہو سکتا ہے پہلی کتاب اگرچہ ارکان اسلام پر ہے لیکن اُس مین ضمناً اور بھی بہت سے مباحث ہین اور ہر رکن مذہب کی پوری حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح ہدیۃ الزوجین مین زن و شوہر کے حقوق و اختیارات پر بالکل شرعی بحث ہے اور کوئی جزئیہ ان حقوق کے متعلق فروگذاشت نہین کیا گیا۔

علیا حضرت مذہباً حنفی اور سنی ہین عقائد مین نہایت راسخ اور مضبوط ہین خلاف شرع امور سے اُن کو اجتناب ہے اور اُن اوہام سے بالکل مبرا ہین جن کی وجہ سے عموماً فرقۂ نسوان کی کمزوریون پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

فرائض مذہبی کو خشوع اور پابندی کے ساتھ ادا فرماتی ہین اور اس طرح موجودہ زمانے مین مذہبی پابندی کی ایک بہترین مثال ہین۔

جناب سرور کائنات رحمۃ العالمین کے ساتھ جو عقیدت کاملہ ہے اُس کا مبیّن بالشان ثبوت تالیف سیرۂ نبوی کی امداد و شوق ہے گویا یہ سعادت اخروی ازل ہی سے علیا حضرت کے لئے مقدر تھی۔

علیا حضرت کی یہ عقیدت اس دنیا مین بھی بے صلہ نہین رہی اور زمانۂ قیام قسطنطنیہ مین وہ موئے مبارک حاصل ہوا جو دنیا مین نہایت مستند ہے اور جو نہ صرف علیا حضرت کے لئے ہمیشہ سرمایۂ سعادت و فخر رہے گا بلکہ خاندان ریاست اور ملک بھوپال کے لئے افتخار و برکات کا باعث ہوگا

ہر ہائنس اگرچہ ایک نہایت فراخ دل اور غیر متعصب خاتون ہین لیکن اُن کے دل صاف منزل مین مذہبی عصبیت کا وہ جوہر جو ایک مسلمان کے لئے اسلام کے ساتھ لازم ہے اپنے انتہائی درجہ پر موجود ہے اسلام پر کسی حملہ کو وہ برداشت نہین کر سکتین مسلمانون مین جو معائب ہین اون کا اعتراف کرتی ہین لیکن اُس کو شامت اعمال اور بد قسمتی پر محمول کرتی ہین۔ عام بحث و مباحثہ سے دور رہتی ہین

کیونکہ ان امور میں مشغولیت کے لئے نہ وقت ہے نہ فرصت اور تقسیم عمل کی رو سے اون کی ذات شاہانہ سے غیر متعلق ہے لیکن کبھی کبھی اکثر یورپین لیڈیز سے یا کسی جلسائی تعلقات سے اسلام پر یا اسلام و عیسائیت کی موازنہ پر گفتگوئین آہی جاتی ہین اُس وقت ایک پرجوش مناظر کی طرح مباحثہ کرتی ہین غیر اقوام کے تعلیم یافتہ لوگون مین مذہب اسلام کے متعلق جو بدعقیدگی ہے اُس کو ہر ہائینس ہمیشہ تاریخ و روایات اسلامی کی ناواقفیت پر مبنی سمجھتی ہین اور اسی وجہ سے اپنے پرائیویٹ کتب خانہ مین بہ کثرت ایسی کتابین موجود رکھتی ہین جن مین اسلام کے متعلق صحیح صحیح واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے جیسے سر سید مرحوم مولوی چراغ علی مرحوم اور سید امیر علی وغیرہ کی کتابین ہین۔ عموماً جن لیڈیز مین ہر ہائینس مذہبی دلچسپی دیکھتی ہین تو اُن کو اُن کتابون مین سے دو تین کتابین تحفۃً عطا فرماتی ہین اور اسی غرض سے اپنی کتاب ہدیۃ الزوجین اور سبیل الجنان کا بھی انگریزی مین ترجمہ کرایا ہے۔

ایک معرکۃ الآرا خط

ہر ہائینس کے طریق استدلال طرز مباحثہ اور انداز عصبیت معلوم کرنے کے لئے ایک خط درج کیا جاتا ہے جو حضور ممدوحہ نے مس ڈی سلنکوٹ کے نام تحریر کیا تھا مس موصوفہ الہ آباد گرلس اسکول کی ہیڈ مسٹریس ہین۔ لندن مین ایک بہت بڑا جلسہ مشرقی عورتون کی تعلیم مین ترقی کی تدابیر پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا اس مین بڑی بڑی تقریرین ہوئین اور تقریر کرنے والی خواتین نے مشرقی مستورات کی تعلیم اور حالت کے متعلق اپنے اپنے خیالات و تجربات ظاہر کئے۔ مس رچرڈسن بی اے نے ایک تقریر کی تھی جس مین مسلمان عورتون کی نسبت اور مذہب اسلام کے احکام و تعلیمات کے متعلق نہایت نامناسب اور سخت جملے استعمال کئے گئے تھے

مس ڈی سلنکوٹ نے اس جلسہ کی مطبوعہ روئداد ہر ہائینس کی خدمت مین ملاحظہ کے لئے پیش کرکے خواہش کی کہ حضور ممدوحہ بھی اپنے خیالات عالی اور رائے مبارک سے اس جلسہ کی معاونت فرمائین۔ ہر ہائینس نے اس روئداد کو بڑے شوق کے ساتھ ملاحظہ کیا لیکن جب مس رچرڈسن کی تقریر نظر انور سے گذری تو اسوقت نہایت افسوس اور رنج ہوا اور اسی تاسف اور رنج کے باعث ذیل کا خط تحریر کیا۔

۳۔اکتوبر ۱۹۱۳ء

احمد آباد پیلس

ڈیر میڈم!

مین آپ کے خط مورخہ ۲۰۔اگست اور اُن کاغذات کا جو اُس کے ہمراہ آئی ہین شکریہ ادا کرتی ہون مین نے ان کاغذات کو نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا واقعی بات یہ ہے کہ ہم یورپ کی اُن قابل اور شریف الخصال خاتون کے بے حد مشکور ہین جو نہایت پرجوش کوشش کے ساتھ اُن تدابیر کو جن مین اُن کی مشرقی بہنون کی بہبودی کے اغراض شامل ہین عمل مین لا رہی ہین مین بخلوص دل آرزومند ہون کہ یہ نہایت ہی قابل اعتراف کوششین اسی کامیابی کے ساتھ بار آور ہون جس کی وہ بے انتہا مستحق ہین مجھے افسوس ہے کہ ہفتۂ گذشتہ کی ڈاک مین آپ کو تفصیل کے ساتھ اپنی ریاست کے مشاغل کی وجہ سے تحریر نہ کر سکی۔کاغذات موصولہ کو غور و خوض سے پڑھنے کے بعد مجھکو جرأت ہوتی ہے کہ مین اس مضمون کے متعلق آپ کو اپنے خیالات سے مطلع کرون مجھے امید ہے کہ آپ براہ نوازش اس کو ممبران مجلس کے روبرو اُن کے ملاحظہ کے لئے پیش کرین گی۔

قبل اس کے کہ مین اس مضمون کے متعلق کچھ بیان کرون مین آپ سے اور دیگر اشخاص سے جن کو اس اسکیم کی ترقی مقصود ہے یہ کہنا چاہتی ہون کہ جو خیالات مس رچرڈسن نے خواتین اسلام کی نسبت ظاہر کئے ہین وہ کسی طرح ہمارے مذہب اور سوسائٹی کے متعلق کامل اور صحیح واقفیت پر مبنی نہین مس موصوف کے خیال مین اسلام ایسے اصول پر مبنی ہے جو عورتون کو قعر مذلت مین گراتا ہے اور کسی دوسرے مذہب کے مقابلہ مین اُن کو سوسائٹی کے قابل نہین رکھتا مس صاحبہ

نزدیک یہ کوئی بڑی بات نہین ہے کہ بست مسلمان خواتین دغاباز
شریر النفس، ذلیل اور فتنہ انگیز ہین میرے خیال مین یہ کبھی جائز نہین
ہو سکتا کہ بالعموم تمام مسلمان عورتون پر ایسا ذلیل الزام عائد کیا جائے
مین مذہبًا مسلمان ہون اور اپنے اصول و عقائد سے خوب واقف
ہون اور اچھی طرح جانتی ہون کہ اسلام مین کوئی اصول، کوئی
مسئلہ اور کوئی حکم ایسا نہین ہے جس کی وجہ سے عورتین کسی طرح
ذلیل اور بے قدر ہو سکین بلکہ اس کے برعکس یہ بات ہے کہ مذہب
اسلام نے عورتون کو ایک منصفانہ اور عمدہ حیثیت عطا فرمائی ہے اور
وہ اس حیثیت کی بہر صورت مستحق ہین زمانۂ جاہلیت مین جو عورتون کی ذلیل حالت تھی
اسلام نے اُن کو اس سے نکالا اور اون کے حق مین ایسی صاف صاف قانونی ہدایتین
نافذ فرمائین جو دنیا کے کسی مذہب مین نہین پائی جاتین اسلام نے
اُس وحشیانہ برتاؤ کو روک دیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے
پیشتر تھا۔ اور جو عورتون کے ساتھ عمل مین آتا تھا سرورِ کائنات نے
اپنے پیروون کو عورتون سے عزت کے ساتھ برتاؤ کرنے کا ارشاد
فرمایا ہے کیا قرآن شریف مین یہ حکم نہین آیا ہے کہ "عورتین مرد کا لباس ہین
اور مرد عورتون کا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون کو مساوی حقوق
کی تلقین فرمائی ہے۔ مین بلا خوفِ تردید کہہ سکتی ہون کہ اسلام ہی صرف
ایسا مذہب ہے جس نے عورتون کی اخلاقی اور دماغی ترقی کے لئے بہتر سے
بہترین قواعد مرتب کئے ہین۔ اسلام عورتون کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ لحاظ
اور عزت کا حکم دیتا ہے کاش ایسا ہوتا کہ یورپ کی عورتین زبانِ عربی کی
تحصیل کرتین اور خود قرآن مجید کو غور سے پڑھتین جس کا یہ نتیجہ ہوتا کہ

بہت سی غلط فہمیون کا وجود مٹ جاتا۔ مسلمان مصنفون اور یورپ کے ایسے فاضلون
نے جو تعصب سے پاک ہین اس مسئلہ پر بہت قابلیت سے بحث کی ہے اگر ان کی تحریرات
غور سے پڑہی جائین تو یقیناً پڑھنے والے کے دل مین یہ بات جاگزین ہوجائیگی
کہ اسلام نے عورتون کے لئے وہ کام کیا ہے جو کسی اور مذہب مین نہین پایا جاتا
فی الواقع یہ جتنے غلط الزامات ہمارے مذہب پر لگائے جاتے ہین اور جن کی اس قدر
شہرت ہوگئی ہے اُس کی محض یہ وجہ ہے کہ لوگ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کی تلقین سے محض ناواقف ہین۔ اسلامی تاریخ مین ایسی بے شمار مثالین موجود ہین
کہ عورتون نے دماغی قابلیت اور شائستگی محض اپنے پاک مذہب کے اثر سے بلا کسی
دیگر ترغیب کے حاصل کی ہے۔ یہ عورتین قانونِ دینیات اور فنونِ لطیفہ سے
خوب ماہر تھین۔ ان کی نیکی اور بہادری کے ایسے ایسے اعلیٰ کارنامے موجود
ہین جو کسی دوسری ملت یا قوم مین نہین پائے جاتے۔ ان عورتون نے ممبر پر
پراثر وعظ کیے، اُنہون نے کالج کے کمرون مین دینیات پر لیکچر دیے ہین امور
ملکی مین نمایان حصہ لیا ہے اور بغیر اس فوجی قوت کا اظہار کرنے کے جو سفرجیٹ
عورتین آج کل عمل مین لا رہی ہین نظم ونسق اور ملک کی بہبودی اور حکمت
عملی پر اپنی صلاح نیک سے اثر ڈالا ہے۔ میدان جنگ مین مسلمان خواتین نے
زخمیون اور مریضون کی تیمارداری کی ہے۔ اپنے مذہب اور ملت کی عزت
قائم رکھنے کے لئے سپاہیون کا دل بڑہایا ہے اور یہ بات تو آپ کو بھی معلوم
ہوگی کہ متعدد لڑائیون مین مردون کے دوش بدوش بہادری کے جوہر
دکھلائے ہین یہ وہ اوصاف ہین جن کی خواتین اسلام مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے وصال کے بعد نشوونما ہوئی تھی جن سے ہماری مغربی بہنین ابھی تک
واقف نہین ہین۔

اگرچہ ہم سب آپ کی مخلصانہ ہمدردی کے مشکور ہین مگر اسی کے ساتھ ساتھ ہم آپ سے یہ بھی کہنا چاہتے ہین کہ جب تک آپ ہمارے مذہبی احکام سے واقف نہ ہون اور جب تک آپ ہمارے دین کے ابتدائی اصول سے نابلد ہین آپ فی الحال ہماری پستی، افتادہ حالت اور زوال کا علاج نہ کرین۔ یہ ممکن ہے کہ بعض مقامات پر مسلمان عورتین بھی بالکل اسی طرح قعر مذلت مین گر گئی ہون جس کا ذکر مس رچرڈسن کرتی ہین مگر ہمیشہ کثرت تعداد پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا سچا مذہب ہے جس کے ذریعہ سے ہم کو نجات ابدی حاصل ہو سکتی ہے یہ وہ مذہب نہین ہے جو ان چند مقامات مین رائج ہے جن کا صرف مس رچرڈسن ہی کو علم ہے وہ خراب عادتین جو بقول مس رچرڈسن کے بعض اسلامی عورتون مین سرایت کر گئی ہین ہمارے قومی ادبار اور گردش قسمت کا نتیجہ ہین جب قوم پستی کی طرف مائل ہوتی ہے تو کہین کہین ذلیل حرکتین بھی اس سے سرزد ہوتی ہین اور مذہبی احکام سے تغافل کیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی سچا مذہب ہے تو وہ اسلام ہے اور اس کی تعلیمات پڑھنے کے قابل ہین یہ وہ مذہب ہے جو تمام سچے مسلمانون کے لئے تائید غیبی اور قوت کا حکم رکھتا ہے مین سوا اس کے اور کوئی چارہ نہین دیکھتی کہ اپنی مغربی بہنون سے درخواست کرون کہ قرآن مجید پڑھین (جو ہمارے ایمان کا سرچشمہ ہے) اور اس مضمون پر نامور مسلمان مصنفین کی تحریر مطالعہ کرین جہان تک مجھکو علم ہے یورپ مین بہادری کی صفت مشرق سے آئی ہے اور زمانہ متوسط کے ہر ایک مورخ نے بھی تحریر کیا ہے۔ یہ امر کہ ہماری مغربی بہنین ایشائی عورتون کو ایسی چشم حقارت سے دیکھین میرے نزدیک صرف تقدیر کی خوبی ہے۔

اب مین اوس اصلی مقصد کی طرف متوجہ ہوتی ہون جس کی وجہ سے مین نے

آپ کو یہ خطاب تحریر کیا ہے ہندوستان مین تعلیم نسوان کے مسئلہ پر غور کرتی وقت ہم کو سب سے پیشتر اُن کوششون پر نظر ڈالنی چاہئے کہ جو اس کے متعلق کی گئی ہین ہم کو یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ تعلیم کی ترقی ہمیشہ اس ملک کی گورنمنٹ پر منحصر رہی ہے گورنمنٹ نے ہی تمام مشہور مقامات پر یونیورسٹیان قائم کی ہین لیکن اُن سے صرف مردون نے فائدہ اُٹھایا ہے اور عورتین بالکل محروم رہی ہین اسلامی سلطنت کے دور مین اعلی خاندان کی لڑکیون کو نجی کے طور پر گھر کی بڑی بوڑھیون کے زیر نگرانی تعلیم دیجاتی تھی۔ اس طرز عمل سے نہایت مفید نتائج پیدا ہوتے تھے اور اُس زمانہ کے لئے یہ بات موزون بھی تھی اب زمانہ بدل گیا ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ لڑکیون کو باقاعدہ اور جوق در جوق تعلیم دیجائے اس لئے تعلیم نسوان کا مسئلہ بہت بڑی اہمیت اختیار کرتا جاتا ہے اور اس مقصود کی تکمیل کے لئے نہایت سچے دل سے اس امر کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ ہندوستان مین کثرت سے اس کی اشاعت کی جائے۔ میرے خیال مین اگر ہم آنکھین بند کر کے مغربی درسگاہون کی تقلید کرین گے تو اس سے ہم کو کوئی زیادہ فائدہ نہ ہوگا۔ مشرقی ممالک مین عورتون کو مغربی ممالک سے بالکل مختلف اصول پر تعلیم دینا چاہئے کیونکہ پردہ کے رواج نے بہت سی قیدین لاحق کر دی ہین اس معاملہ مین تعلیم کا بہترین مقصود حاصل کرنے کے لئے سب سے بڑی اور پہلی ضرورت یہ ہے کہ نصاب تعلیم تجویز کیا جائے اور ہندوستانی زبان مین عمدہ عمدہ کتابین تالیف کی جائین۔ خاص خاص مقامات پر ٹریننگ کالج کھولے جائین جہان ضروری طور پر وظائف دے کر عورتون کو پڑھانے کے لئے تیار کیا جائے اور اس پیشہ کے لئے شریف خاندان کی عورتین

آمادہ کی جائیں۔ میرا خیال یہ بھی ہے کہ امتحانات کا جو معیار ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں رائج ہے لڑکیوں کے واسطے عمدہ نتائج پیدا نہیں کر سکتا لڑکیوں کے جو مدارس میں نے بھوپال میں قائم کئے ہیں اُن کا کام خوب چل رہا ہے اور شریف خاندان کی ایسی لڑکیوں کے دستیاب ہونے میں دقت نہیں پڑتی کہ جو پابندی کے ساتھ اسکول میں حاضر ہوں۔

علیگڈھ میں بھی لڑکیوں کا مدرسہ خاطر خواہ کام کر رہا ہے اور ہندوستان میں لڑکیوں کے بہت سے اسکول اور کالج ہیں جہاں پردہ کے انتظام کے ساتھ عمدہ تعلیم دی جاتی ہے سب سے بڑی اور اہم ضرورت یہ ہے کہ پردہ کے انتظام کو مدنظر رکھنا چاہیئے اور مجھے امید ہے کہ ہماری مغربی بہنیں اس بڑی ضرورت کو نظر انداز نہ کرینگی۔

ڈیر میڈم یقین مانئے کہ میری آرزو ہندوستان میں تعلیم کی ترقی کے لئے کسی سے کم نہیں ہے جو کچھ امداد کہ اس سلسلہ میں میرے امکان میں ہے بہت خوشی سے دی جائیگی خدا آپ کو اس بڑے کام میں کامیاب کرے۔"

یہ خط اُس وقت تو پریس میں شائع نہیں ہوا لیکن خواجہ کمال الدین صاحب نے اس کو اسلامک ریویو میں شائع کیا اس کے شائع ہونے کے بعد (جیسا کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے) عام طور پر تعلیم یافتہ طبقہ نے خاص اثر قبول کیا۔ "لنڈن ٹائمس" جیسے اخبار نے اس پر نوٹس لیا اور ووکنگ کے تبلیغی مشن کو اس سے ایک خاص قسم کی تقویت پہنچی۔

خواجہ صاحب موصوف اس مشن کی تقویت کے لئے اسلامک ریویو میں ہدیۃ الزوجین کے خاص خاص حصے بھی شائع کرتے رہتے ہیں۔

ہر ہائینس نے جس طرح کہ ووکنگ کے تبلیغی مشن کو گرانقدر امداد دی ہے اور مشہور جاپانی مشنری فاری سرفراز حسین صاحب کو امداد عطا کرتی ہیں اسی طرح ہندوستان میں تبلیغی تحریکات میں امداد عطا کرتی ہیں۔

مولوی ابو الفضل صاحب کو جو ایک خاموش مسلم مشنری ہیں اور جنہوں نے اسلام پر متعدد کتابیں تصنیف کر کے طبع اور شائع کی ہیں اور جن پر یورپ کے بڑے بڑے لوگوں نے اچھی رائیں لکھی ہیں فکر معاش سے مستغنی فرما دیا ہے
انجمن تبلیغ اسلام علیگڈھ کو جو فرزندان علیگڈھ نے بڑے جوش سے قائم کی تھی ہر ہائینس نے معقول امداد مرحمت فرمائی تھی لیکن مجبوراً وہ امداد بند کرنی پڑی کیونکہ ہر ہائینس نے جب انجمن کی کارروائیوں کی باقاعدہ تحقیقات کرائی اور صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب نے اس کی رپورٹ پیش کی تو معلوم ہوا کہ اس روپئے کا مصرف صحیح نہیں ہے۔

ہر ہائینس کو ہمیشہ اس امر کا سخت افسوس رہا ہے کہ موجودہ تعلیم میں تاریخ و روایات اسلامی کو کچھ بھی دخل نہیں ہے اور خیال یہ ہے کہ کم سے کم ہر پڑھے لکھے مسلمان کو کچھ نہ کچھ مسائل اسلام پر عبور ہو جائے اور تاریخ و روایات اسلام سے واقفیت ہو اس امر کو مدنظر رکھکر ہمیشہ ترجمۂ قرآن مجید کے پڑھنے پر زور دیا ہے اور مدارس نسوان میں تو ترجمۂ قرآن مجید کا درس لازمی کر دیا ہے۔

اسی سلسلہ کوشش میں تاریخ و سیرۂ نبوی سے واقفیت حاصل ہونے کے لئے علیا جناب شاہ بانو صاحبہ سے پہلے مولانا شبلی کی کتاب بدء الاسلام کا ترجمہ اردو میں کرایا اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری مرتب کرائی جو ذکر مبارک[1] کے نام سے موسوم ہے اور قومی ہمدردی اور شاہانہ فیاضی کی بنا پر اس کتاب کا انٹرنس میں کامیاب ہونے والے مسلمان طالب علموں اور ان مدارس کو جہاں یہ کتاب داخل نصاب ہو چکی ہے ہر سال تعداد کثیر میں مفت تقسیم کیا جانا منظور فرمایا اور مصارف طبع کے لئے ایک سالانہ عطیہ مخصوص کر دیا اور تاریخ اسلام کی ایسی سیریز کا سلسلہ قائم کرا دیا ہے جو بطور نصاب پڑھایا جا سکے عورتوں کے لئے امہات المومنین کی سیرت کے لئے انعام مقرر فرمایا۔ خاص طور پر علیا حضرت کی فرمائش سے مولوی سید سلیمان صاحب ندوی نے کئی سال کی محنت اور جد و جہد علمی کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرۃ تالیف کی ہے دو اور قابل اصحاب مولوی مظہر الحسن صاحب اور مولوی سید طلحہ صاحب نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرتیں مرتب کی ہیں۔

---

[1] ذکر مبارک چھوٹی تقطیع کی ۱۳۱ صفحات کی کتاب ہے جو متعدد مدرسوں میں داخل نصاب ہو چکی ہے ۱۲

خاص بھوپال مین غیر تعلیم یافتہ مسلمانون کو مسائل دین سے واقف کرنے کے لئے واعظ مقرر فرمائے ہین جو جا بجا وعظ کرتے اور ضروری مسائل بتاتے ہین۔

ہر ہائنیس کی مذہبی خصوصیات مین ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ فروعی اختلاف سے متاثر نہین ہوتین اور صرف اصول کو پیش نظر رکھتی ہین اور انھین اصول کی اشاعت کے لئے امداد عطا فرماتی ہین۔

اصلاح رسوم

رسم و رواج کے مصلحین کی اگر فہرست مرتب کی جائے تو اس کا سر نامہ عنوان ہر ہائنیس کا اسم گرامی ہوگا وہ اصلاح رسوم کی اول درجہ کی حامیون مین ہین اور اس کے عملی امثال و نظائر سے زندگی کی کوئی شاخ خالی نہین جب کبھی خاندان شاہی مین کوئی تقریب ہوتی ہے تو پوری توجہ اور سعی بلیغ اس بارے مین صرف کی جاتی ہے کہ حتی المقدور سادگی برتی جائے اور کوئی رسم خلاف شرع عمل مین نہ آئے علاوہ اس کے وہ بحیثیت ایک مصلح کے ہمیشہ اپنا فرض سمجھتی ہین کہ یہ خیال جہان تک ممکن ہو عام ہو اور ہر خاندان اس کو اپنا دستور العمل بنائے جو عورتین شرفیاب حضوری ہوتی ہین اُن کو اخلاق و مذہب اور عقلی مصلحت اندیشیون کے مختلف و مؤثر پیرایون مین عموماً نصائح دل پذیر فرماتی رہتی ہین تاکہ رفتہ رفتہ رسم و رواج کی بندشین ڈھیلی ہوتی جائین اور عورتون کے خیالات روشن ہون۔ چنانچہ اسی خیال سے فروری ۱۹۱۰ء مین پرنسس آف ویلز کلب کے جلسہ مین ایک زبردست تقریر بھی فرمائی تھی جس کی تمہید مین فرمایا تھا کہ۔

"مجھے ایک عرصہ سے اس امر پر یقین ہے کہ اگر مسلمانون کی تقریبات کی رسوم مین اصلاح ہو جائے تو ایک بڑی حد تک افلاس کی مصیبت دور ہو جائے گی اور ان کو گناہون اور بداخلاقیون سے جو اُن رسومات کا لازمی نتیجہ ہین نجات ملے گی۔

مین نے جہان تک غور کیا ہے ان فضول اور غیر شرعی مراسم کا میابات

عورتوں میں بہت زیادہ ہے اور اگر عورتیں ان رسومات کو مٹانا چاہیں تو آسانی
مٹا سکتی ہیں میرا یہ خیال و یقین نیا نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے جس قدر عقلمند لوگ
گذرے ہیں اور موجود ہیں سب کا یہی خیال اور یقین ہے میری والدہ نواب
شاہجہان بیگم صاحبہ کا بھی اسی پر عملدرآمد تھا چنانچہ تم میں سے بعض نے خود
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا کہ میری شادی میں کوئی فضول اور نامشروع رسم
ادا نہیں کی گئی تھی۔ اور حتی الامکان وہ دوسروں کے لئے بھی اسی کی کوشش
کرتی تھیں مسلمانوں میں اس وقت جو رسمیں جاری ہیں ان میں کچھ تو وہ ہیں
جو غیر اقوام کے میل جول سے پیدا ہوئیں لیکن بالآخر مسلمانوں کی قومی رسمیں بنگئیں
اور کچھ وہ رسمیں ہیں جن کو مذہب نے بنایا اور اخلاق اسلام میں داخل ہوئیں
اور وہ مسلمانوں کے لئے واجب و مسنون ہیں۔ لیکن اُن میں بھی افراط تفریط
کرکے نہایت مضر بنا لیا ہے ؎
اس کے بعد پھر تمام رسوم پر ایک عمیق تبصرہ تھا جو خواتینِ اسلام کے غور و مطالعہ کے قابل ہے

خاندانی تقریبات

ہر ہائنیس کسی تقریب میں فضول تکلفات کو کبھی روا نہیں رکھتیں لیکن وہ تمام لوازم
جو شاہی تقریبات کے لئے موزوں ہیں ضرور ہوتے ہیں تقریبات میں اہل خاندان، ارکین
و عہدہ داران کو خلعت عطا کئے جاتے ہیں، ایسے موقعوں پہ بالعموم دو دربار ہوتے ہیں
ایک مردوں کا اور دوسرا عورتوں کا۔
مردوں کے دربار میں علیا حضرت پس چلمن تشریف فرما ہوتی ہیں تمام اشخاص
لبلسلہ مراتب یکے بعد دیگرے پیش ہوتے ہیں اور ان کو ہر ہائنیس خلعت عطا فرماتی ہیں
عورتوں کے دربار میں اپنے معمولی لباس میں سب کے سامنے جلوہ افروز ہوتی ہیں اور

شادان و فرحان خلعت تقسیم فرماتی ہین حاضر دربار خواتین اُسی وقت خلعت کے قیمتی ڈوپٹون کو اوڑھ لیتی ہین اور ہر ہائنیس کی شفقت و عطوفت اور شگفتگی مجسم شکل مین عیان ہوتی ہے ایسی تقریبات مین یورپین لیڈیز بھی شریک کی جاتی ہین اور اگر وہ متوسّل ریاست ہوتی ہین تو وہ بھی خلعت سے ممتاز کی جاتی ہین لیکن یہ تمام تقریبات نہایت سادہ ہوتی ہین اور کوئی غیر مشروع رسم ادا نہین ہوتی۔

عالیجناب نواب میجر محمد نصراللہ خان صاحب بہادر و عالیجناب نواب زادہ برگیڈیر جنرل حافظ حاجی محمد عبیداللہ خان صاحب بہادر سی، ایس، آئی کی شادیون مین بھی سادگی کو ہی ملحوظ رکھا البتہ تمام مستحقین و متوسلین کو نہایت فیاضی کے ساتھ انعام و اکرام مرحمت فرمائے نوابزادہ میجر حاجی محمد حمیداللہ خان صاحب بہادر کی شادی شاہ شجاع والی کابل کے خاندان مین شہزادہ جہانگیر کی پوتی کے ساتھ ہوئی جن کا خاندان عرصہ سے پشاور مین بہ ظلِ سرکار برطانیہ سکونت پذیر ہے ۲۔رجب ۱۳۲۳ھ = ۲ ستمبر ۱۹۰۵ء کو بہ کمال تزک و احتشام بارات پشاور گئی اور واپسی مین سانچی مین ہر ہائنیس نے اس کا خیر مقدم کیا۔

اس شادی مین جہان شاہانہ شان و شوکت کا پورا اہتمام کیا گیا تھا وہان یہ امر بھی ملحوظ رکھا گیا تھا کہ کوئی فضول اور غیر مشروع رسم ادا نہونے پائے البتہ مستحقین اور خاندان ریاست کو بیش بہا جوڑے اور گرانقدر انعامات عطا کئے گئے۔ نیز خیرات و صدقات مین غربا کو روپیہ تقسیم کیا گیا۔ اس مین شک نہین کہ ہر ہائنس کے تمام اعمال شاہانہ کی طرح یہ تقریب بھی دیگر والیان ریاست کے لئے ایک قابل تقلید مثال تھی جس کو خلاف شرع اور فضول رسم کی آمیزش سے ہر طرح محفوظ رکھا گیا تھا۔

چونکہ شادی صغر سنی مین ہوئی تھی۔ اس لئے ممکن ہے کہ ناظرین اس تقریب کا حال پڑھکر متعجب ہون کہ ہر ہائنس جیسی روشن ضمیر اور اہل الرائے نے صغر سنی کی شادی کیون روا رکھی بلکہ اس کی مثال قائم کردی لیکن اس کا جواب خود ہر ہائنس کی اُس تقریر مبارک مین موجود ہے جو اسی تقریب مین حضور ممدوحہ نے برٹش افسران رزیڈنسی و ایجنسی کی دعوت مین

فرمائی تھی جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے:۔
"میں گمان کرتی ہوں کہ اس چھوٹے سے دولھا کو دیکھکر آپ خیال کرتے
ہوں گے کہ اس صغر سنی میں دلہن بیاہ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ شاید آپ کو
یہ بھی خیال ہوگا کہ ہندوستان کے رسم و رواج کا اثر مجھ پر بھی ہے اور صغر سنی کی
شادی کو جو عموماً معیوب سمجھی جاتی ہے میں بھی مستحسن سمجھتی ہوں۔
میرا اصل مقصود شادی میں اس قدر تعجلت کرنے کا یہ تھا کہ اپنی ننھی سی
بہو کو اپنا نور نظر بنا کر اپنی نگرانی میں تعلیم و تربیت دے سکوں۔ کیونکہ عمدہ تعلیم و
تربیت کو مستورات کے لئے سب سے بہتر اور سب سے زیادہ خوشنما زیور سمجھتی ہوں۔ یہ
ایسا بیش بہا اور پائدار زیور ہے جس کی آب و تاب کبھی کم نہیں ہو سکتی مجھے
امید ہے کہ اس توضیح کے بعد آپ اس صغر سنی کی شادی کو موافق مصلحت وقت
خیال کر کے میری اس تمنا میں میرے ہم زبان ہونگے خدا کرے کہ دلہن کی تعلیم
و تربیت میری مرضی اور خواہش کے موافق ہو جائے"
ہر ہائینس نے سب سے پہلے خود ہی اس امر کو محسوس کیا لیکن نکتہ سنج نظر جس گہری مصلحت
کو دیکھ رہی تھی وہ یکایک ہر شخص کو محسوس نہیں ہو سکتی۔ اسی مصلحت سے حضور ممدوحہ نے اس
صغر سنی کی شادی کو روا رکھا اور اس تقریب مبارک میں عمداً جلدی کی بیگم صاحبہ موصوفہ کی
تعلیم و تربیت نہایت وسیع پیمانہ پر ہوئی اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے جو لوگ حضور سرکار عالیہ کے
طریقہ تعلیم و تربیت کا اندازہ کر چکے ہیں وہ ان کے مستقبل کو نہایت خوشگوار امیدوں کی ساتھ
دیکھتے ہیں کیونکہ ان کو یقین ہے کہ مسلمان مستورات کے لئے بیگم صاحبہ موصوفہ کی تعلیم و تربیت
ایک عمدہ مثال ہوگی اور ان کے ہاتھوں اپنے کمزور اور بیکس فرقہ نسوان کے لئے نہایت مفید
اور ترقی خیز امور انجام پائیں گے جن کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور اس عمر اور اس عرصہ میں
جس طرح بیگم صاحبہ موصوفہ نے صنف اناث کی بہبودی میں ہر ہائینس کو امداد دی ہے اور

(بقیہ حاشیہ بصفحہ آئندہ)

بذاتِ خود صرف ہمت کر رہی ہین وہ نہایت امید افزا ہے۔

کوئی شک نہین کہ جناب ممدوحہ علیا حضرت کی تعلیم و تربیت کا نہایت بہترین نمونہ ہوگی ہین۔ خداوند کریم اُن کی عمر اور مساعیِ جمیلہ مین برکت دے اور اُن کے ہاتھ مین وہ قوت عطا کرے کہ جس سے وہ اپنی صنف اور قوم کے لئے مفید کام کرتی رہین۔

سفر و سیاحت

سفر حجاز زادہ اللہ شرفہ | ۱۳۲۲ھ مین ہر ہائینس نے ایک بہت بڑے قافلہ کے ساتھ ادائے فریضۂ حج کے لئے سفر فرمایا۔

سفر سے قبل ہر ہائینس نے دو اعلان شائع فرمائے جس کا ہر ہر فقرہ اُن کے پاک و مقدس ارادت و جذباتِ قلبیہ کا ترجمان تھا جس سے ایک طرف ہر ہائینس کی شفقت و عطوفت ظاہر ہوتی تھی کہ اپنی وفادار رعایا کی جدائی سے اُن کا مہربان دل کیسا اندوہگین ہے اور دوسری طرف نظر آتا تھا کہ یہ پیغامِ شفقت جس دل سے نکلا ہے وہ خدا ترسی اور انسانی ادائے فرائض کے خیال کا کیسا نورانی دریا ہے۔ اس کے آخر مین التجا کی گئی کہ

سلہ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) بیگم صاحبہ ممدوحہ کے مانگہ کا نام میمونہ سلطان اور سرکاری خطاب شاہ بانو ہے۔ اردو، فارسی، اور انگریزی کی پوری تعلیم پائی ہے قرآن مجید با ترجمہ پڑھا ہے اور مسائل کی درسی کتابین بھی ختم کرلی ہین دستکاری اور خانہ داری کی تعلیم و تربیت کی بھی تکمیل ہو چکی ہے ہر ہائنس کی معیت مین یورپ کا سفر کیا ہے اور واپسی پر ہر ہائنیس کی یادداشتون وغیرہ سے سفر یورپ کے حالات مرتب فرما کر سیاحت سلطانی کے نام سے شائع کئے ہین۔ اس کتاب کے علاوہ سلک مروارید، گل ریحان، ذکر مبارک، آغاز اسلام یعنی ترجمہ بدء الاسلام اور اخلاقی حکایات فرائض مادری آپ کی مولفہ و مرتبہ او رمترجمہ کتابین ہین نمائش مصنوعاتِ خواتین ہند اور آل انڈیا لیڈیز کانفرنس مین آپ نے بڑا حصہ لیا ہے۔ لیڈیز کلب کے جلسون مین ہمیشہ دلچسپی ظاہر فرماتی ہین۔ اور اکثر اوقات مختلف مضامین پر تقریرین کرتی ہین ۱۲

سلہ علیا حضرت نے خود اپنے سفر کے حالات قلمبند فرما کر روضۃ الریاحین کے نام سے شائع فرما دیئے ہین ۱۲

بیگمات بھوپال

اگر احیاناً اور ناوانستہ کوئی غلطی یا ناانصافی عمل مین آئی ہو تو میری وفادار رعایا کُھلے دل سے معاف کرے کہ بندگان خدا کی پرورش ونگرانی کا بوجھ مجھ پر قدرت نے ڈالدیا ہے اس کا متحمل ہونا نہایت مشکل ہے۔"

جس شخص نے اس اعلان کو پڑھا یا سنا بے اختیار رہنا متاثر ہوکر اشکبار ہوگیا۔

۴ ۲۔ رجب المرجب کو نماز عصر کے بعد جبکہ ہر ہائنیس قرنطینہ مین تشریف لیجانے والی تھین اول مسجد آصفیہ مین تشریف لائین اور اپنی زبان فیض ترجمان سے مضمونِ اعلان کا اعادہ فرمایا اللہ اکبر یہ کیا عجیب وقت اور کیسا پراثر منظر تھا۔ ہر شخص زار قطار رو رہا تھا اور کوئی سخت سے سخت دل بھی ایسا نہ تھا جو نشتر درد والم سے دو نیم نہ ہو خود ہر ہائنیس کی آنکھین بھی پُرنم تھین اور اس موقع کے دردانگیز اثر کو سب سے زیادہ محسوس فرمارہی تھین۔ غرض اس حسرت آمیز منظر کو ختم فرماکر قرنطینہ مین تشریف لے گئین۔ قرنطینہ بھوپال ہی مین ہوا تھا چند دن کے بعد قرنطینہ سے فارغ ہوکر براہ راست اسپیشل ٹرین مین نہضت فرمائے بمبئی ہوئین اسپیشل ٹرین بندر کے پلیٹ فارم تک گیا جہان سفر سمندر کے لئے اکبر نامی جہاز چشم براہ تھا۔ دوسرے روز جہاز نے لنگر اُٹھایا۔ اور ۲۳ دن کے بعد بندر ینبوع مین داخل ہوا۔ یہان عثمانی فوج کا ایک بڑا حصّہ استقبال کے لئے موجود تھا۔ توپ خانہ سے شلکِ سلامی سر ہوئی۔ ہر ہائنیس نے ایوان سکونت مین پہنچکر حسب قاعدہ ایک دریچہ سے فوج کا جائزہ لیا اور ایک ہفتہ آرام کے بعد مدینہ منورہ کی طرف عثمانی گارڈ اور توپ خانہ کی حفاظت مین مع قافلہ روانہ ہوئین جن لوگون کو سرزمین حجاز کی بادیہ پیمائی کا شرف حاصل ہوا ہے وہ سب جانتے ہین کہ اس گلزار مین کانٹے بھی ڈالدئے گئے ہین تاکہ ہر ہر گام پر قدم قدم شوق کا امتحان ہوتا جائے۔ بدوؤن کے بیسیون گروہ اور قبائل ہین جن سے مدینہ کی راہ بھری پڑی ہے۔ وہ اگر نقصان رسانی پر آجاتے ہین تو حجاج کے لئے پیغام ہلاکت ہوتے ہین علی الخصوص امراء اور اصحابِ دول کے سفر کی خبر سن کر تو ان کا دہن آب طمع سے بھر جاتا ہے۔

چنانچہ ہر ہائنیس کے قافلہ کی شہرت وقت سے بہت پہلے تمام قبائل مین گونج گئی تھی اور وہ مختلف ارادون اور منصوبون کے ساتھ ورود قافلہ کے منتظر تھے۔ متعدد مقامات پر انھون نے مزاحمتین کین۔ یہان تک کہ فوج کو بھی مقابلہ کرنا پڑا لیکن اقبال شاہی ہر جگہ سینہ سپر ہوا اور بالآخر دُور سے روضۂ نبوی کے دل غریب گنبد کا نظارہ کرتا ہوا یہ قافلہ مدینۃ الرسول مین داخل ہوا۔

ہر ہائنیس کے استقبال کے لئے مقامی حکومت کی طرف سے خاص اہتمام کیا گیا تھا تمام اکابر و اعیانِ مدینہ کے علاوہ عثمانی فوج کا استقبالی دستہ اور بینڈ بھی منتظر ورود تھا سلامی کی شلک اور نغمۂ خیر مقدم نے ورودِ قافلہ کی خبر دی۔ تمام لوگ استقبال کے لئے بڑھے ہر ہائنیس نے ایک خیمہ مین (جو آپ کے آرام فرمانے کے لئے حکومت عثمانی کی طرف سے نصب کر دیا گیا تھا) اعیان و شرفاءِ مدینہ سے ملاقات فرمائی اور ایک مؤثر تقریر کی جس مین زیارتِ مدینہ کی شرفیابی پر شکر الٰہی کا اظہار کیا پھر سلطان المعظم کی عنایت، عثمانی فوج کی خدمات اور اعیانِ حجاز کے اظہار محبت وخلوص کا شکریہ اور تعریف و توصیف تھی۔

اعیانِ مدینہ نے زمانۂ قیام مین نہایت احترام و محبت کا برتاؤ کیا ہر ہائنیس بھی اُن کی احترام و محبت کا معاوضہ ویسے ہی اعزاز و خصوص سے فرماتی رہین۔

مدینہ منورہ مین ڈہائی ماہ کے قیام کے بعد پھر یہ مبارک قافلہ مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ علاوہ محافظ ترکی فوج کے شامی قافلہ بھی ساتھ تھا۔ مدینہ سے تیسری منزل پر قافلہ پہنچا تھا کہ بدوّن کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا اور چوتھی منزل مین علانیہ بدوّن نے گولیان برسائین۔ پہاڑون کے سبب سے موقع نہایت سخت تھا کیونکہ یہ لوگ قدرتی حفاظت مین چھپ کر حملہ کرتے تھے۔ اور اس طرف سے حملہ کا جواب نہین دیا جا سکتا تھا۔ عام طور پر تمام قافلہ مین تشویش پھیلی ہوئی تھی اور گولیون کی مسلسل بارش نے ایک عجیب ہل چل ڈالدی تھی کئی گولیان ہر ہائنیس کے تخت رواں کے پاس سے نکل گئین مگر ہر ہائنیس نہایت اطمینان و استقلال کے ساتھ سفر کرتی رہین اور بالآخر آگے بڑھ کر ایک موقع پر

اُن لوگوں نے اپنے تئیں پورے طور پر ظاہر کیا اور حملہ و مقابلہ کرنے کے لئے سامنے آگئے۔ فوج سلطانی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اس زور شور سے حملہ کیا کہ تمام بدو شکست کھا کر منتشر ہوگئے اُس کے بعد عنایت الٰہی سے کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ اور ۱۰ ذیحجہ = ۲۳۔ فروری ۱۹۰۴ء کو بارہ بجے قافلہ شاہی مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ والی اور شریف مکہ فوجی جمعیت اور بینڈ کے ساتھ بیرون شہر استقبال کے لئے موجود تھے۔ داخلہ کے وقت توپ خانہ سے باضابطہ شلکِ سلامی سر ہوئی۔

۲۱۔ ذیحجہ تک ہر ہائینس مکہ معظمہ میں مقیم رہیں۔ اس عرصہ میں شریف اور والیِ مکہ کے علاوہ اکثر اعیان و امراء حجاز سے سلسلۂ ملاقات جاری رہا اور یہ کہنا ضرور نہیں کہ جو لوگ ہر ہائینس کی خدمت میں شرف یاب ہوتے تھے وہ کس قسم کا اثر اپنے ساتھ لیجاتے تھے

۲۲ ذیحجہ کو ہر ہائینس فوجی حفاظت میں جدہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ساحلِ جدہ پر جہاز اکبر منتظرِ قدوم تھا۔ ۲۵۔ ذیحجہ کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور ۸۔ محرم کو مع الخیر بمبئی کے ساحل پر پہنچا۔ یہ داخلہ چونکہ باضابطہ تھا اس لئے گورنمنٹ بمبئی کی طرف سے گارڈ آف آنر غرض استقبال کے لئے موجود تھا۔ بمبئی میں چند دن قیام فرمانے کے بعد دار الریاست میں تشریف لائیں تمام فوجِ ریاست استقبال کے لئے حاضر تھی۔ عام رعایا نے جس جوش و خروش اور محبت و خلوص کے ساتھ اپنے شفیق فرمانروا کا استقبال کیا وہ ایک نہایت مؤثر واقعہ تھا۔

تمام شہر کی نہایت تکلف کیساتھ آرائش کی گئی تھی در و دیوار رعنائی و دلفریبی کی تصویر تھے جھنڈیاں ہر طرف لہرا رہی تھیں۔ عام نشان مسرت کا یہ عالم تھا کہ عید سے بھی بڑھ کر کسی تقریب شادمانی کا دھوکا ہوتا تھا ادنیٰ سے اعلیٰ تک اور ایک عام مزدور رعایا سے ارکانِ ریاست تک کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو پیکرِ انبساط نہ ہو اور یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ ہر ہائینس کے شفقت و محبت کی کوششِ مقناطیسی نے کوئی قلب ایسا نہ چھوڑا تھا جو بے اختیار نہ کھینچ رہا ہو کیونکہ محبت ایک ایسی جنس ہے جو صرف نقد محبت ہی سے خریدی جا سکتی ہے۔

ہر ہائنیس کے قلب مبارک پر بھی اپنی رعایا کے اس پر جوش خیر مقدم کا خاص اثر تھا۔

سفرِ حجاز میں بدوؤں کی شورش جن تکلیفات کا باعث ہوئی اور شریفِ مکہ نے جو کارروائیاں کیں وہ ظاہر ہے کہ محض طمعِ زر کے باعث تھیں۔

ہر ہائنیس کا سفرِ حج ایسا نہ تھا جو معمولی طور پر شہرت پذیر ہوتا تمام بدو قبائل میں شہرت ہوگئی تھی۔ خود شیوخ ہمہ تن حرص بنے ہوئے تھے۔ ہر ہائنیس محض بنظرِ ثواب جو کچھ ان لوگوں کو دینا چاہتی تھیں وہ اُن کے اندازۂ خیال سے بہت کم تھا۔ پس اُنھوں نے بجائے عاجزی و استدعا کے تکلیف و ایذا دیکر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا۔ لیکن یہ امر ہر ہائنیس کی شان کے خلاف تھا کہ وہ کسی خوف سے دب کر بے اعتدالانہ جود و بخشش پر آمادہ ہو جاتیں۔ یہی اسباب تھے جو ان خطرات و فسادات کا باعث ہوئے۔ البتہ جن شیوخ نے اظہارِ طماعی سے اپنے تئیں بچایا وہ ہر ہائنیس کے جود و سخا اور فیاضی سے مالا مال ہوگئے۔

ہر ہائنیس سے پہلے فرمانروا خواتین میں صرف ہر ہائنیس نواب سکندر بیگم صاحبہ کو حج کا شرف حاصل ہوا ہے لیکن جو احترام و عزت منجانب سلطنتِ عثمانیہ ہر ہائنیس کے ساتھ کی گئی اُس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

سیاحتِ یورپ[۱] سیر و سفر کے تذکروں میں اکثر شائقین یورپین لیڈیز کی بڑی بڑی سیاحتوں کی موجود ہیں اور خال خال مشرقی بیگمات کے بھی حالاتِ سفر نظر آجاتے ہیں۔ لیکن ان میں ہر ہائنیس کی سیاحت فی الواقع عدیم المثال ہے۔

ہر ہائنیس کا سنِ شریف اُس وقت ۵۴ سال کا تھا اس عمر میں یورپ کی سیاحت کے لئے روانہ ہونا اور پھر وہ بھی مذہب و پردہ کی کامل پابندی کے ساتھ تھا ایک عجیب حیرتناک امر ہے۔ بے شک مشرقی بیگمات ہی نہیں بلکہ عموماً مسلمان خواتین ارضِ حجاز و بغداد و کربلا

۱؎ علیا حضرت کے اس سفر کے حالات کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ نے قلم بند کرکے "سیاحتِ سلطانی" کے نام سے شائع کیا ہے۔

معلّیٰ کو حج و زیارت کے لئے جاتی ہین اور بعض ہندورانیان اور امیر عورتین یورپ کو بھی گئی ہین اور چند یورپین لیڈیز نے دنیا کے اُن تمام حصص کی سیاحت کی ہے جہان ریل وجہاز کے ذریعہ سے امکانِ سفر ہے۔ لیکن ہر ہائنس نے جس طرح سفر حجاز کیا وہ ناظرین پڑھ چکے ہین اور سیاحت یورپ کے لئے جس طریقہ پر قدم اُٹھایا اور جس کو آخر تک نبا ہا وہ ناظرین کے زیر مطالعہ ہے یہی تمام باتین ہر ہائنس کے سفر کو ایک ایسا سفر بناتی ہین جس کی مثال اِس سے قبل نہین دیکھی گئی ہے۔

اپریل ۱۹۱۱ء کو ہر ہائنس بندر بمبئی سے کالیڈونیا اسٹیمر پر سوار ہوئین۔ اس سفر مین ہر ہائنس کے ہمراہ (۲۰) آدمی تھے۔ ان مین نوابزادہ حاجی حافظ کرنل محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر بالقابہ، نوابزادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر، علیا جناب شہریار دلہن صاحبہ بانوئے محترمہ کرنل صاحب بہادر، علیا جناب شاہ بانو صاحبہ بانوے محترمہ نواب زادہ حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر خاص طور پر قابل الذکر ہین۔

ہر ہائنس نے راستہ مین مارسیلز کی بھی سیر فرمائی۔ یہان ہندیون نے اپنے ملک کی ایک جلیل القدر والی ریاست کے اعزاز و اظہار محبّت کے لئے پُر جوش اور شاندار استقبال کیا چونکہ ہر ہائنس پہلے فرانس کی سیر کرنا چاہتی تھین اس لئے مارسیلز سے پیرس کو روانہ ہوئین راستے مین اٹلی سسلی اور پورٹ سعید کے مناظر بھی ملاحظہ کئے پیرس پہنچنے پر ایک مشہور ہوٹل میجسٹک نامی مین مقیم ہوئین۔ اور یہان تاریخی مقامات اور عمدہ عمارات کی سیر فرمائی میوزیم کو ملاحظہ کیا جو نپولین بوناپارٹ کے ایوان سلطنت مین ہے۔ اور جہان لوئیس پانزدہم قید کیا گیا تھا سب سے بڑے گرجا کو بھی دیکھا جو شہر پیرس کی ناک سمجھا جاتا ہے ہر ہائنس نے اپنے مصاحبات و خدام سمیت ہوٹل مین پہنچنے سے بہت دیر پہلے اخبارون کے نامہ نگار، فوٹو گرافر اور سینوٹوگراف (متحرک تصاویر) کے تماشہ دکھلانے والون نے ہوٹل کی عمارت کے تمام دروازون کو گھیر لیا تھا کہ مشرقی ملکہ کے آتے ہی ان کی تصویرین

سے لین۔ اور اخبارون مین خبرین دوڑا دین لیکن یہ لوگ اپنے اس خیالِ باطل کے پورا کرنے مین سخت مایوس ہوئے کیونکہ انگریزی افسرون نے جو ہر کاب تھے دانشمندی اور سیاسی حکمت عملی سے نہایت عجلت کے ساتھ ہر ہائینس کو قیام گاہ کے کمرون مین پہنچا دیا اور یہ لوگ سوائے سفید سفید ٹوپی دار برقعون کے جلوس کے اور کچھ نہ دیکھ سکے۔ لطف یہ ہے کہ اس پُراسرار منظر نے اہل پیرس کے دلون مین اور بھی اشتیاق بڑھایا کہ وہ علیا حضرت کے متعلق مزید استفسار کرین۔

پیرس کی سیر کے بعد ہر ہائنیس انگلستان تشریف لے گئیں۔ ڈوورز تک بحری سفر تھا اور ڈوور سے ریڈہل تک اسپشل ٹرین مین سفر کیا۔ ڈوور پر اسپشل ٹرین ساحل سمندر تک لائی گئی یہان تک کہ سیلون کا دروازہ جہاز کے قریب ہو گیا۔ ہر ہائنیس نے ریڈہل مین قیام فرمایا۔ یہ ایک فرحت افزا مقام ہے جو لندن سے چند گھنٹہ کے فاصلہ پر واقع ہے اور مضافاتِ لندن مین داخل ہے۔

چونکہ ہر ہائنیس ہمیشہ مناظرِ قدرت کی شایق ہین اور آبادی کے شور شغب سے دُور رہنا پسند کرتی ہین اس لئے خاص لندن مین قیام کرنا پسند نہ فرمایا اور اُس قصبہ کو انتخاب کیا۔ ایک اخبار نے ریڈہل مین ہر ہائنیس کی مصروفیتون کے متعلق تحریر کیا تھا کہ:۔

"ہر ہائنیس پابندِ اوقات اور صبح اٹھنے والی ہین وہ نہایت مضبوط کیرکٹر رکھتی ہین ۵ بجے صبح اُٹھتی ہین اور ۸ بجے ناشتہ فرماتی ہین۔ ناشتہ سے پہلے اپنے گراونڈ پر چہل قدمی کرتی ہین اور پھر دوسری مرتبہ ٹہلتی ہین۔ اُس کے بعد کچھ مطالعہ کرتی ہین اور پھر اپنے ہمراہی لیڈیز کے ساتھ بات چیت مین مصروف ہوتی ہین۔ دن بھر گھر کے اندر رہتی ہین۔ انگریزی اور دوسری زبانون کے اخبارات کا مطالعہ کرتی ہین۔ ناول پڑھتی ہین لیکن عمدہ تصنیفات کو ترجیح دیتی ہین اگرچہ اون کی لیڈی ڈاکٹر کے پاس انگریزی ادبیات کا

بکس ہے لیکن ہر ہائنیس بہت تندرست ہین دن کا معقول حصہ
پینٹنگ مین بھی صرف فرماتی ہین۔"

ہر ہائنیس نے مدارس اور شفاخانجات، نباتات کے شاہی باغ کا معائنہ کیا۔
پال مال مین وائٹ کلر اگزبیشن کی سیر کو بھی تشریف لے گئین جہان اُن کو پریسیڈنٹ نے
ریسیو کیا۔ مارل برو ہوس مین ملکہ الگزنڈرا (کوئن مدر) سے ملاقات کی اور قصر بکنگھم مین ۲۲ مئی کو
جبکہ ملک معظم جارج پنجم قیصر ہند کا پہلی مرتبہ نہایت شاندار دربار منعقد ہوا تھا۔ اعزاز حضوری
حاصل کیا انعقادِ دربار سے تھوڑی دیر پہلے ہز مجسٹی نے ہر ہائنیس اور نواب زادہ کرنل
محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر کو ریسیو کیا۔ پھر یہان سے درباری کمرے مین تشریف لے گئین
جہان سے اس شاہی دربار کا نظارہ کیا۔

۲۳۔ جون یوم جمعہ کو تاج پوشی کا جو عظیم جلوس قصر بکنگھم کو گیا تھا اور جس مین تمام سلطنت کے
قائم مقام شریک تھے ہر ہائنیس نے اُس مین بھی مع ہر دو نواب زادگان ممدوح الشان کے
شرکت کی وہ ایک کھلی گاڑی مین بہ لباس برقع اُن کے ہمراہ سوار تھین غرض تمام شاہی
تقریبات مین شرکت کی مختلف سوسائٹیون اور امرا کی پارٹیون مین بھی شریک ہوئین۔

ہر ہائنیس نے اپنے نہایت معزز و ممتاز احباب ارل آف منٹو اور کونٹس آف منٹو اور دیگر یورپین
جنٹلمین اور لیڈیز سے جن سے ہندوستان مین راہ و رسم تھی اور دیگر ہندوستانی احباب سے جو یہان
مقیم تھے ملاقاتین کین ایک مرتبہ ناہم مین بھی تشریف لے گئین جو پرشیا مین واقع ہے اور جہان کا
ہسپتال بہت مشہور ہے اور اس مین بجلی کے ذریعہ سے علاج کیا جاتا ہے۔

انگلستان مین ڈیڑھ مہینہ قیام کے بعد براہ جینوا اور بوڈاپسٹ وغیرہ استنبول داخل ہوئین
داخلہ بالکل پرائیوٹ تھا تاہم علاوہ عہدہ داران سفارت برطانیہ کے سلطان المعظم کے ایک سکرٹری
اور ایک اڈی کانگ اسٹیشن پر موجود تھے اور شاہی گاڑی بھی حاضر تھی۔ اس مین سوار ہو کر پیرا
تشریف لے گئین جہان قیام قرار پایا تھا سفیر برطانیہ سے تھراپیا مین ملاقات ہوئی وزرائے

عثمانی بھی ملاقات کو آئے احمد رضا بے ہیڈ آف پارلیمنٹ کے زنانہ مدرسہ کا بھی معائنہ کیا۔ اُنکی بہنوں سے بھی ملاقات ہوئی جو نہایت تعلیم یافتہ ہیں۔ اور بھی قابل ترکی خواتین ملنے کو آتی رہیں اعلیٰحضرت سلطان المعظم سے سفیر برطانیہ کے ذریعہ سے دولما باغچہ میں ملاقات ہوئی۔ اور فارسی میں گفتگو ہوئی پھر حضور ممدوحہ سلطانہ سے ملنے کو حرم سرا میں تشریف لے گئیں خود سلطان المعظم ہمراہ تھے اور تعارف کرانے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ آٹھ روز قیام کے بعد تھراپیا کے سمر پلیس ہوٹل میں قیام کیا خرقۂ مقدس، اقدام شریف علم مبارک حضرت عثمان کے قلمی نسخہ قرآن مجید جو وقت شہادت آپ تلاوت کر رہے تھے اور جس پر ہنوز خون کے داغ موجود ہیں، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ کی تلواروں کی زیارت کی۔ اس سفر میں حضور ممدوحہ کو سلطان المعظم نے ایک نہایت مقدس تحفہ دیا جو بھوپال کے لئے دائمی خیر و برکت کا باعث رہے گا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک جو سلطان المعظم کی ذاتی ملکیت تھا۔

یہاں سے بیت المقدس کا ارادہ تھا لیکن شدت گرما وغیرہ کے باعث ارادہ فسخ کرنا پڑا بہرحال یہاں سے روانہ ہو کر بڈاپسٹ تشریف لائیں مشہور پروفیسر ویمبری سے ملاقات ہوئی فلارنس کا خوبصورت شہر دیکھا اور یہاں دوگانہ عید الفطر ادا کیا پھر برنڈزی سے پورٹ سعید ہوتے ہوئے قاہرہ میں داخلہ ہوا۔ یہاں آنے کی اطلاع پہلے سے لارڈ کچنر بہادر کو کردی گئی تھی اور انہوں نے مصری گورنمنٹ کو مناسب ہدایات دیدی تھیں۔ پورٹ سعید میں خدیو کا سیلون موجود تھا۔ مصری گورنمنٹ نے باقاعدہ استقبال کا انتظام کیا تھا قاہرہ کے مشہور مقدس مقامات کی زیارت کی لارڈ کچنر ملاقات کے لئے آئے اور ہر ہائنیس نے بھی بازدید کی۔ خدیو موجود نہ تھے۔ اس لئے اُن سے ملاقات نہ ہو سکی۔ یہاں سے روانہ ہو کر ۲۲۔ اکتوبر کو مع الخیر ساحل بمبئی پر اور اُسی دن ریل میں سوار ہو کر ۲۳۔ اکتوبر بہ بجے ۷ ماہ ۱۶ یوم کے سفر کے بعد دار الریاست میں رونق افروز ہوئیں۔

اس سفر میں ہر ہائنیس نے اپنی ممتاز صفت پردہ کو کہیں ترک نہیں کیا حتے کہ جب اعلیٰحضرت سلطان المعظم کی ملاقات کو گئیں تو اگرچہ عثمانی قاعدہ کے مطابق کوئی نقاب پوش خاتون اعلیٰحضرت کے

سامنے حاضر نہیں ہو سکتی اس لئے ہر ہائنیس سے کہا گیا کہ نقاب اوتار دیں لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا اور جب سلطان المعظم کو اطلاع کی گئی تو صرف حضورِ ممدوحہ کی ذات کے لئے اس قاعدہ میں استثنا کیا گیا۔

ہر ہائنیس کی سیاحت کے متعلق اکثر اخبارات میں عجیب مضمون شائع ہوئے جن کو ہم ہندوستانی لوگ دیکھکر مضمون نگاروں کی معلومات پر قہقہہ لگائیں تو کچھ بیجا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ انگلستان کے اخبارات کو مشرقی معلومات بہت کم ہیں اور وہ مسلمانوں کی معاشرت و حالات سے بالکل بیخبر ہیں یا اُنکا علم قصص و حکایات یا ادنےٰ قسم کی تاریخوں تک محدود ہے۔ مثلاً ایک اخبار نے لکھا تھا کہ:۔

"وہ اپنے ساتھ پینے اور استعمال کا پانی جس کی اُن کے ملک سے باہر ضرورت ہوگی ہمراہ لائی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے دین آنکھیں اُن کو نہ دیکھ سکیں ہمیشہ برقع میں رہتی ہیں کیونکہ ہندوؤں میں جیسی کہ وہ ملکہ شمار کیجاتی ہیں ویسے ہی خدا کا اوتار مانی جاتی ہیں"

ایک اخبار ایک ہمراہی مولوی صاحب کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"اُن کے ساتھ وہ راہب ہیں جن کا یہ عہد ہے کہ وہ اپنی ملکہ کی مغربی جوتشیوں کے جادو سے حفاظت کریں گے"

ان ہی مولوی صاحب کو کہیں پجاری اور کہیں منجّم کے نام سے خطاب کیا گیا ہے۔ ایک اخبار نے لکھا تھا کہ:۔

"جب مشرقی ملکہ کا سفر ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہاتھی مقدس طاؤس اور غلام کو بھی ساتھ رکھتے ہیں اُنھوں (ہر ہائنیس) نے یورپ کی دریوں پر بھی قدم رکھنے سے انکار کیا اور مشرقی قیمتی قالینوں پر اُن کا پاؤں رکھا جاتا ہے"

ہندوستان کے سفروں کے حالات | ہر ہائنیس نے علاوہ اُن سفروں کے جو سرکار خلد مکان کی

معیت مین گئے صدر نشین ریاست ہونے کے بعد شاہنشاہی درباروں اور تقریبات کی شرکت اور قومی انسٹی ٹیوشنون کے ملاحظہ کے لیے حصص ہند مین متعدد سفر کیئے ہین۔ اور ان سفرون کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ ہر ہائنیس نے ہمیشہ اُن سے نتائج اخذ کیئے اور سفر کا اصل مقصد صرف سیر و تفریح اور ملاقات ہی نہین سمجھا بلکہ اس مین کوئی قومی و ملکی مقصد پیش نظر رکھا ہے اور علاوہ شہنشاہی تقریبات کے موقعون کے ہمیشہ سادگی کے ساتھ یہ سفر کیئے ہین۔

دہلی

مسند آرائے ریاست ہونے کے بعد سب سے پہلا سفر ۱۹۰۲ء کے دربار کارونیشن دہلی کے لئے کیا تھا ۱۹۰۳ء کے دربار کے بعد یہ دوسرا موقع دارالسلطنت دہلی کی اس عظیم الشان تقریب کی شرکت کا تھا اور یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ جس سال ہز امپیریل مجسٹی دی کنگ ایڈورڈ سپتم اورنگ آرائے برطانیہ ہوئے اُسی سال ہر ہائنیس بھی مسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئین۔

ہر ہائنیس کا کیمپ رہتک کی سڑک پر نصب کیا گیا تھا جس پر ایک سبز جھنڈا شان و شوکت کے ساتھ نمایان صورت مین لہرا رہا تھا۔ اُس پر ہلال کا خوشنما دائرہ اور زر دوزی سے عربی فارسی کے درخشندہ طغرے صاف ظاہر کر رہے تھے کہ یہ ایک مسلمان والیِ ملک کا کیمپ ہے۔ اس کیمپ مین سب سے زیادہ قابل دید چیز ایک اونچی قنات تھی جو وسط مین نصب کی گئی تھی جو چارون طرف سے سراپردۂ شاہی کو احاطہ کئے ہوئے تھی۔

باغ نہایت خوبصورتی کے ساتھ لگائے گئے تھے اور صبح سے شام تک ریاست کا مشہور بینڈ بجتا رہتا تھا۔

ویرا ئسلنسز دیسرائے و لیڈی کرزن و ہز رائل ہائنیسز ڈیوک و ڈچز آف کناٹ کے داخلۂ دہلی کے وقت ہر ہائنیس کے لئے پلیٹ فارم پر رئیسون کی قطار کے داہنے سرے پر ایک چھوٹا سا رنگین شامیانہ نصب کر دیا گیا تھا جس کے دروازہ پر زر بفت کی چلمن پڑی ہوئی تھی۔ ہر ہائنیس اُسی مین تشریف فرما ہوئین اور ویرا ئسلنسیز اور ڈیوک و ڈچز آف کناٹ نے شامیانے کے پاس تشریف لاکر ملاقات کی یکم جنوری کو جب امفی تھیٹر مین ہز ایکسلنسی ویسرائے کی تقریر کے بعد روسا پیش ہوئے

توہر ہائنیس بھی اپنی جگہ سے شہ نشین تک تشریف لے گئین۔

ہر ہائنیس نے خاتونِ پردہ نشین ہونے کی وجہ سے خاص اپنی مبارکباد بصورت تحریر پیش کی جو ایک کاسکٹ مین رکھی ہوئی تھی اور وہ متعدد بیش بہا جواہرات سے مرصع تھا اور جس پر نواب احتشام الملک عالی جاہ جنت آشیان اور تینون صاحبزادون کی تصویرین ہاتھی دانت پر کندہ تھین ہر ہائنیس نے ہز اکسلنسی ویسرائے سے مصافحہ کرنے کے بعد یہ شاہی تحفہ پیش کیا غرض ہر ہائنیس نے تمام تقریبات دربار مین حصہ لیا اور بہ لباس برقع و نقاب شریک ہوئین۔

سنہ ۱۹۱۱ء کا دربار دہلی دسمبر سنہ ۱۹۱۱ء کے مشہور دربار دہلی مین شریک ہوئین اور ہر تقریب مین برقع و نقاب کے ساتھ آزادانہ حصہ لیا جب بارگاہ خاص مین تمام روساء و والیان ملک کو فرداً فرداً اعلیٰ حضرت شہنشاہ معظم نے باریابی عطا فرمائی تھی توہر ہائنیس نے اس موقع پر ایک فصیح و مختصر تقریر مین مبارکباد دی اور ایک ایڈریس پیش کیا جو کشتی کی شکل کے کاسکٹ مین رکھا ہوا تھا اور اس کے کمرون مین ہر ہائنیس اور خاندان کے ممبرون کی تصویرین تھین اور اس کشتی کو ہندوستانی ملاح کھے رہے تھے جس وقت یہ ایڈریس پیش ہو رہا تھا توہر ہائنیس نے انگریزی مین کہا کہ "یہ تحفہ ہمارے جہاز ران بادشاہ کے لئے ہے" اعلیٰ حضرت نے اس تحفہ کو بہت پسند فرمایا اور ارشاد کیا "یہ تحفہ میرے شوق کے مطابق ہے"

تذکرۂ دربار قیصری کے سلسلہ مین ایک قابل و معزز یورپین خاتون مس میری فرانسس بلینکٹن کے ایک مضمون مندرجۂ وومنس میگزین مئی سنہ ۱۹۱۴ء کا اقتباس خاص طور پر دلچسپ ہے۔ خاتون موصوفہ دربار مین شریک تھین اور ان کو ہر ہائنیس سے ملاقات و تبادلۂ خیالات کا موقع ملا تھا انہون نے اس مضمون مین ہر ہائنیس کے مختصر حالات بطور تذکرہ کے تحریر کئے ہین جو جزءً حضور ممدوحہ کی کتاب این اکونٹ آف مائی لائف (تزک سلطانی) سے لے گئے ہین اور جزءً اپنے ذاتی مشاہدات و معلومات سے لکھے ہین اور تمہید مین ذات و صفات شاہانہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جزو اول تفصیل کے ساتھ اس تذکرہ مین موجود ہے اس کا اعادہ غیر ضروری ہے۔ البتہ تمہید اور جزو دوم کا اقتباس درج کیا جاتا ہے جو دلچسپی سے مملو ہے:

"ہندوستان کی دیسی ریاستون کے تمام فرمان رواؤن مین علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ کو ذاتی اوصاف اور قابلیت کے اعتبار سے جو برتری اور اعلیٰ اعزاز حاصل ہے وہ کسی فرمانروا کو بھی حاصل نہین آپ کو مختلف حیثیتون سے جو مابہ الامتیاز وقار حاصل ہے وہ اپنا نظیر نہین رکھتا۔ آج کل کوئی خاتون ایسی نہین اور نہ کسی کے ہونے کی امید ہے کہ جو ایک ہندوستانی تخت پر حکومت کرے بعد ملکہ معظمہ کے آپ ہی اپنی صنف مین ایسی ہین جو گرینڈ کراس آف دی آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا کے خلعتِ فاخرہ اور تمغہ کو زیب تن فرماتی ہین۔ اسی کے ساتھ ساتھ ایسے ہی اعلیٰ مرتبہ کے آرڈر آف دی انڈین ایمپائر" کا افتخار بھی صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ ان دونون کے ساتھ ساتھ عدیم المثال طریقہ سے آپکو "کرون آف انڈیا" ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے سوائے آپ کے ہندوستان کی بڑی سرزمین مین کسی خاتون کو بھی یہ وقار حاصل نہین جس کو تقریبات سلطنت کے تمام مواقع پر اونیس [۱۹] توپون کی سلامی دی جاتی ہو۔

آپ کو انگریزی اور فارسی کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت حاصل ہے آپنے دور دور تک سفر فرمایا ہے۔ مساوی حیثیت سے ہوم گورنمنٹ اور ہندوستانی گورنمنٹ اور ہندوستانی انگریزی احباب کو آپ پر کامل اعتماد ہے۔ غالباً متوسط درجہ کی انگریزی خواتین کو (جو ہمیشہ عورتون کی مساوات پر بحث کیا کرتی ہین) تاریخ ہندوستان سے بہت ہی کم واقفیت ہے اس لئے وہ ریاست بھوپال کی جگمگاتی ہوئی مثال کو پیش نہین کرتین کہ خواتین معاملات حکومت مین کیا کیا کر سکتی ہین۔

پرائیوٹ زندگی جب مین دربار کے موقع پر دہلی گئی تھی تو مجھکو اپنی خوش نصیبی سے ایک بار سے زیادہ علیا حضرت سے ملنے کا موقع حاصل ہوا تھا آپ کا شاندار خیمہ تھا۔ خاص ملاقات کے خیمہ مین ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی

تصویرین تھین جو ملک معظم اور ملکہ معظمہ نے خود عطا فرمائی تھین۔ یہ تصاویر خوبصورت گنگا جمنی چوکھٹون مین لگی ہوئی تھین۔ نادر و کمیاب قالین بچھے ہوے تھے اور پہلوؤن مین خوبصورت ریشم کے پردے اپنی بہار دکھا رہے تھے

دربار کے اگلے دن علیا حضرت خاص خاص یورپین خواتین اور نیز بہت سی رانیون اور دیگر ہندوستانی خواتین کو سہ پہر کے وقت پارٹی مین مدعو فرمارہی تھین۔ آپ نے مجھکو یہ افتخار بخشا تھا کہ مین دیگر مہمانون سے نصف گھنٹہ پیشتر آؤن تاکہ کچھ بلطف گفتگو رہے۔ چنانچہ مین قریب قریب انگریزی اور امپریل افواج کے شاندار منظر کو دیکھکر براہ راست آئی تھی۔

فطرتی طور پر آپ کا پہلا سوال یہ تھا کہ ہندوستان کے باقیماندہ دیسی رسالون کے ساتھ وکٹوریہ لانسرز بھی اچھا معلوم ہوتا تھا یا نہین ؟

مین نے علیا حضرت کو یقین دلایا کہ پریڈ کے وسیع میدان مین وکٹوریہ لانسرز کے مقابلہ مین کیا مارچ پاسٹ کیا پرجوش اور سرپٹ رفتار مین کسی نے بھی اس سے زیادہ دلیری اور بہادری کا ثبوت نہین دیا۔

اگرچہ یہ صبح آپ کے لئے مایۂ ناز تھی لیکن افسوس کی گھٹا بھی چھائی ہوئی تھی آپ کے منجھلے فرزند (جو آپ کو اس لئے زیادہ عزیز ہین کہ انھون نے ایک نیک مسلمان کی حیثیت سے سب سے نمایان اعزاز حاصل کیا تھا یعنی وہ حافظ قرآن ہین) سخت بیمار تھے اور وہ اُن بڑی بڑی تقریبون مین بالکل شریک نہ ہوسکے اس واقعہ سے چند دن پیشتر علیا حضرت نے ملکہ معظمہ سے اس موقع پر (جبکہ ملکہ معظمہ نے آپ کو تخلیہ مین شرف باریابی عطا فرمایا تھا) اپنی پریشانی خاطر کا اظہار کیا تھا ملکہ معظمہ نے (جو ہر وقت ہمدردی کے لئے تیار رہتی ہین اور جو اُن کی طبیعت کا خاصہ ہے) اپنے خاص سرجن سر ہیویلاک چارلس کو اس نوجوان کے

دیکھنے کے لئے بھیجا تھا۔ سرجن مذکور نے جو رائے دی وہ بالکل مسرت خیز نہ تھی چنانچہ جب علیا حضرت اس امر کا تذکرہ فرماتی تھیں تو اُن کے چہرہ سے غم کی جھلک نظر آتی تھی اور اسی کے ساتھ آپ کی اُس شکر گذاری اور افتخار کا اظہار بھی صاف صاف نمایاں تھا جو ملکہ معظمہ کی پُر اثر تشویش خاطر سے پیدا ہوا تھا۔

میزبان کی حیثیت میزبان کی حیثیت سے آپ بہمہ وجوہ کامل تھیں۔ ہر شخص بے تکلف تھا آپ اپنی ذہانت اور ادراک سے معلوم کر لیتی تھیں کہ ہر ایک مہمان کو کس کس بات سے خاص دلچسپی ہے۔ چاء اور انواع اقسام کی بہ کثرت یورپین انداز کی کیک کے ساتھ ساتھ عجیب و غریب مشرقی مٹھائیاں بھی موجود تھیں اور بڑے بڑے پھلوں کے نمونے شکر پر منقش تھے جو اصلی معلوم ہوتے تھے۔

اس خاص موقع پر نہیں بلکہ اس سے پہلے تقریب دربار کے موقع پر آپ نے ایک بڑی پیاری بات کہی کسی حرف گیر شخص نے یہ شکایت کی تھی کہ جلوس کے وقت ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی سواری کے لئے ہاتھی نہ تھے یہ کسر ضرور رہ گئی۔ علیا حضرت نے آہستہ سے کہا کیوں؟ نکتہ چین نے حسب معمول بنا بنایا جواب دیا کہ مشرقی شان و شوکت کے لئے یہ ضروری ہے غرضکہ اس قسم کی باتیں کیں علیا حضرت نے کسی قدر زور سے جواب دیا لاحول و لا قوۃ یہ بھی کوئی بات ہے۔ دہلی کا پہلا فاتح گھوڑے پر سوار ہو کر آیا تھا ملک معظم جارج نے بھی جو ہمارے دلوں کا فاتح ہے یہی کیا ہے۔"

مذاق علمی آپ کی باتیں بڑی پر لطف ہوتی ہیں آپ کے متین و سنجیدہ مگر شفقت آمیز چہرہ سے آپکے اخلاق کا استحکام ہویدا ہے آپ انگریزی علم ادب کی بڑی قدر فرماتی ہیں تمام بہترین کتابیں شائع ہوتے ہی

اور زیادہ عمدہ رسالے (جن میں دو منیں میگزین بھی شامل ہے) برابر آپ کے

حضور مین پیش کئے جاتے ہین۔ آپ نے بارہا اپنی کامل انگریزی دانی کے ثبوت بھی دیے ہین۔

نمایان موقعون پر آپ کی تقریرین قابل اعتراف طریقہ سے تیار ہو کر دی گئی ہین۔ آپ فارسی کے اساتذہ کی کتابین بڑی خوشی سے پڑھتی ہین۔ خواہ اس زمانہ کو لیجئے یا کسی اور زمانہ کو نواب سلطان جہان بیگم ایک نہایت ہی غیر معمولی قابلیت کی خاتون ہین اور ہندوستان مین آپ سے بڑھ کر انگریزی سلطنت کا کوئی زیادہ عقلمند یا زیادہ عقیدت کیش حامی نہین ہے"۔

اس دربار کے علاوہ متعدد مرتبہ دہلی جانے کا اتفاق ہوا رؤسائے ہند کی اعلیٰ تعلیم کی بابت جو کانفرنس ہوئی تھی اُس مین بھی شریک ہوئین اور پھر چیفس کانفرنس کے اجلاس مین شریک ہو کر نہایت بیدار مغزی اور دلچسپی سے حصہ لیا اور اُس ڈنر مین شریک ہوئین جو رؤسائے ہند نے امپیریل وار کانفرنس کے ہندوستانی ممبرون کو دیا تھا۔ ایک دوسرے موقع پر آنریبل مسٹر مانٹیگو سے ملاقات ہوئی اور دیر تک مختلف معاملات پر گفتگو ہوئی۔

ہر ہائینس نے دہلی مین ایک زنانہ باغ کا بھی افتتاح کیا جس کا انتظام مسز ہیلی نے ہندوستانی عورتون کے لئے کیا ہے۔

اپریل ۱۹۱۸ء مین وار کانفرنس مین مدعو ہوئین۔

ہندوستان کی تاریخ برطانیہ مین بہت سے موقعے دہلی اور کلکتہ وغیرہ مین سرکاری طور پر عام اجتماع کے ہوے ہین حتیٰ کہ پچھلے تین دربار تاریخ عالم مین یادگار رہین۔ لیکن اپریل کا اجتماع جو تمام حصص ہند کے چیدہ اور سربرآوردہ اصحاب امپیریل کونسل کے ممبرون اور والیان ملک کا ایوان کونسل مین ہوا تھا جس مین ہز اکسلنسی وائسرائے نے ہز امپیریل مجسٹی ملک معظم کا وہ مشہور پیغام سنایا جس مین موجودہ جنگ کے متعلق

اہل ہند کو امداد کے لئے توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر امداد کے متعلق رزولیوشن پیش ہوئے اس موقع پر ہر طبقہ کے اصحاب نے تقریرین کین۔ ہر ہائینس نے بھی ایک مختصر تقریر انگریزی مین ارشاد فرمائی اگرچہ ہر ہائینس انگریزی مین بلا تکلف گفتگو فرماتی ہین، کتابین ملاحظہ کرتی ہین اور اپنی تصانیف مین بعض اوقات اپنے ترجمون سے مدد لیتی ہین لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ ایسے منتخب مجمع مین آپ نے انگریزی مین تقریر فرمائی۔

یہ تقریر اس لحاظ سے اور بھی اہمیت رکھتی ہے کہ اگرچہ آپ بہ حیثیت ایک والیہ ملک کے اس وقت موجود تھین مگر آپ اپنی ذات مبارک سے نصف آبادی ہندوستان کی قائم مقام تھین اور آپ کی موجودگی ان جذبات کو ظاہر کر رہی تھی جو ہندوستان کی عورتون کے دلون مین تاجدار برطانیہ کے ساتھ اور حفاظت وحمایت سلطنت کے متعلق ہین۔

جس وقت ہر ہائینس تقریر فرما رہی تھین تمام حاضرین جلسہ آپ کے انداز تقریر اور پرجوش لہجہ پر متحیر تھے۔ خصوصاً گیلری مین جس قدر یورپین خواتین موجود تھین ان کی خوشی اور اظہار مسرت کے چیرز سے تمام ایوان گونج اٹھتا تھا۔

اندور — ہر ہائینس کئی مرتبہ اندور تشریف لے گئی ہین اور یہین ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز (یعنی شہنشاہ ملک معظم جارج پنجم) سے جب حضور ممدوح سنہ ۱۹۰۶ء مین تشریف لائے تھے ہر ہائینس نے ملاقات کی تھی۔ اور اسی موقع پر خود ولیعہد سلطنت برطانیہ نے علیا حضرت کو تمغہ جی، سی، آئی، ای، عطا فرمایا تھا۔ ڈیلی کالج کونسل کے اجلاس اندور ہی مین منعقد ہوتے ہین۔ اور ان اجلاسون مین عموماً تشریف لے جاتی ہین۔

پہلی مرتبہ جب ہر ہائینس اس اجلاس مین شریک ہوئین تو کونسل کا رنگ ہی بدل گیا اور آنریبل کرنل ڈیلی نے اس کا اعتراف مہاراجہ سیندھیا بہادر کے خاص الفاظ مین ایک ڈنر کی تقریر مین اس طرح کیا کہ:-

"مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب یور ہائینس پہلی مرتبہ ڈیلی کالج کی مینیجنگ

کمیٹی کے ایک جلسے میں شریک ہوئی تھیں تو مہاراجہ سیندھیا نے اس جلسہ سے واپس آکر ہم سے کہا تھا کہ اس سے پہلے تمام معاملات ایسی صفائی اور خوش انتظامی کے ساتھ طے نہیں ہوئے"

آگرہ کا مشہور دربار | سنہ ۱۹۰۵ء میں آپ آگرہ کے اس مشہور و معروف دربار میں شریک ہوئیں جو ہز مجسٹی امیر افغانستان کی سیاحت ہند کے زمانے میں ہز اکسلنسی لارڈ منٹو نے منعقد کیا تھا اور پہلی مرتبہ ایک غیر ملک کے ہم مذہب بادشاہ سے ملاقات ہوئی ہز ہائینس نے گارڈن پارٹی وغیرہ میں ہز مجسٹی سے از اول تا آخر مختلف معاملات پر فارسی زبان میں گفتگو فرمائی اور اس بے تکلفی و روانی و سلاست کے ساتھ کہ ہز مجسٹی کو بھی استعجاب ہوا اور بیساختہ ان کے منھ سے یہ شعر نکل گیا ؎

یہ اگر نہ پختہ ہر میوۂ نہ مثلِ زبیدست ہر بیوۂ

شملہ | سنہ ۱۹۱۰ء میں شملہ تشریف لے گئیں جہاں آپ کو جی، سی، ایس، کا تمغہ لارڈ منٹو نے دیا اس موقع پر آپ نے پہلی مرتبہ یورپین بچوں کا فینسی بال ملاحظہ کیا۔ لیڈی ووبن کی پارٹی میں بہت سی ہندوستانی خواتین و بیگمات سے ملاقاتیں ہوئیں۔

الہ آباد | دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء میں مشہور عالم نمائش دیکھنے کی غرض سے الہ آباد تشریف لے گئیں اور نمائش کے ہر صیغہ کو بنظر امعان دیکھا۔ یہاں مہامنڈل سبھا کے جلسے میں شریک ہوئیں جو راجہ پرتاب گڈھ نے قائم کی تھی۔ اس جلسہ میں حضور ممدوحہ کا ارادہ کسی تقریر کا نہ تھا لیکن تمام تقریریں انگریزی میں ہوئی تھیں۔ اور بہت زیادہ عورتیں انگریزی سے ناواقفیت کی وجہ سے وہ تقریریں سمجھ نہ سکتی تھیں اور نہ کارروائی میں حصہ لے سکتی تھیں اس لئے حضور ممدوحہ نے بغیر کسی ماقبل تیاری کے اردو میں تقریر کر کے مہامنڈل سبھا کے فوائد وغیرہ بیان کئے اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

بمبئی | لارڈ منٹو، لارڈ ہارڈنگ دیگر امپیریل مجسٹیز اور ممبران امپیریل وار کونسل کو

خدا حافظ کہنے اور دوسری ضرورتوں سے بمبئی کا بھی چند مرتبہ سفر کیا۔ اور یہاں کے تقریباً کل زنانہ انسٹی ٹیوشنوں کو بنظر امعان ملاحظہ کیا اور قابل و تعلیم یافتہ لیڈیز کو شرف ملاقات بخشا۔ ۱۳۳۸ھ میں محی الملۃ والدین اعلیٰ حضرت حضور نظام آصف جاہ سابع میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ اور بیگمات سے ملاقاتیں ہوئیں دوران قیام بمبئی میں کئی دفعہ پونہ کی سیر کے لئے بھی تشریف لے گئیں۔

علیگڈھ — ۱۹۱۱ء میں منصوری سے واپسی میں محمڈن کالج کا معائنہ فرمایا۔ کلاسوں کو بہ حالت تعلیم ملاحظہ کیا۔ سائنس لیبارٹری اور بورڈنگ ہاؤس، لٹن لائبریری، اسٹریچی ہال، نظام میوزیم، اسکول اور انگلش ہاؤس وغیرہ تشریف لے گئیں۔

سر سید، سید محمود، نواب محسن الملک کے مزارات پر فاتحہ پڑھی اور مسجد دیکھی۔ غرض کامل تین گھنٹے تک سر حالت، ہر صیغے اور جملہ بورڈنگ ہاؤسوں کو بنظر غور ملاحظہ فرمایا۔ مختلف سوالات اور مختلف ریمارک کئے۔ دوسرے وقت زنانہ اسکول کی عمارت کے نقشے ملاحظہ کئے اور اسکول کے متعلق ہر مسئلہ پر خیالات ظاہر فرمائے اور شام کو خواتین سے ملاقات کی اور زنانہ مسائل پر گفتگو رہی۔

پھر ۲۵ فروری ۱۹۱۴ء کو تشریف لے گئیں اور اس موقع پر کئی دن تک قومی کاموں میں مصروف رہیں۔ اس سفر میں بیگم صاحبہ جنجیرہ اور زہرا بیگم صاحبہ بھی ہمراہ تھیں۔ چونکہ زہرا بیگم فیضی صاحبہ واقعہ نگاری میں ید طولے رکھتی ہیں اور قومی نقطہ نظر سے اس سفر کے حالات بھی بہت ہی دلچسپ ہیں لہذا ان ہی کے ایک مضمون سے اقتباس کرکے لکھے جاتے ہیں:۔

"ہم لوگ یعنی ہر ہائینس نواب بیگم صاحبہ جنجیرہ اور میں سرکار عالیہ (فرمان روائے بھوپال) کے ساتھ ۲۵ فروری کو سویرے علیگڈھ روانہ ہوئے۔ سرکار عالیہ کا سیلون نہایت نفیس اور اسباب آسائش سے

معمور ہے۔ ہلکے آسمانی رنگ کا فرنیچر ہے۔ اور ایسے ہی پردے اور قالین وغیرہ ہین۔
جس سے موزونیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ لکڑی کی چیزون پر بھی سنہرے نقش و نگار
ہین جو نہایت نظر فریب ہین۔ خوابگاہ مین تمام ضروری چیزین موجود ہین اور
بڑے آرام کے ساتھ سفر ہو سکتا ہے۔ گول کمرہ اگرچہ کشادہ ہے مگر اُسی کے ساتھ
اور بھی کمرے ہین غرض اس سیلون مین سفر کرنے سے تکلیفاتِ سفر جہان تک
ممکن ہے ضرور دُور رہتی ہین مجھے پہلی ہی دفعہ اس مین سفر کرنے کا اتفاق ہوا
لیکن سرکار عالیہ کی صحبت ہی بجائے خود ایک عجیب نعمت ہے۔ آپ کی
بیدار مغزی، دُور اندیشی اور ذہانت حیرت مین ڈال دیتی ہے۔ آپ کے ہم سفر
ہونے مین ہم دونون کو عجیب لطف حاصل ہوا چونکہ ہماری گاڑی قریبًا نصف گھنٹہ
لیٹ تھی۔ ٹونڈلہ مین پنجاب میل نہ مل سکا۔ اس لئے وہان فورًا اسپشل تیار ہوا
اور ہم سب اا بجکے بجے علیگڈھ داخل ہوئے۔ اسٹیشن پر صاحبانِ ذوی الاحترام[۱]
مع ممبران اسٹاف خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ ان سب صاحبون کو پرنس
حمید اللہ خان سلمہ اللہ تعالیٰ نے سیلون ہی مین سرکار عالیہ کے حضور مین باریاب
کرایا۔ اس کے بعد سیلون ایسی جگہ لگایا گیا جہان پردہ کا انتظام تھا۔ وہان ہم
سب اُترے اور سرکار عالیہ کے ساتھ موٹر مین سوار ہوکر بہاسو ہاؤس آئے
جو پارٹی کے قیام کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ اس موٹر کو خود پرنس لائے تھے
اور یہ دیکھ کے مجھے تو بہت اچھا معلوم ہوا کہ اپنی والدہ کے بارِ محبت کو پرنس آپ
اُٹھاکے چلے ہین، بہاسو ہاؤس نواب فیاض علی خان صاحب رئیس پہاسو
کی کوٹھی ہے۔ اور نہایت آرام دہ اور وسیع ہے کالج کے جملہ معزز مہمان
اسی کوٹھی مین مقیم ہوتے ہین۔ بہت سی بی بیان روز ملاقات کے لئے آتی تھین

---

[۱] یعنی ٹرسٹی صاحبان۔

اور سرکار عالیہ اُن لوگوں کو کیسے تحمل، بردباری، اور عمدگی سے تعلیم نسواں کے لئے ترغیب دلاتی اور بحث کرتی تھیں۔ سرکار اس قدر سادہ مزاج ہیں اور ایسے ملائم لہجہ اور موثر الفاظ میں گفتگو کرتی ہیں جس سے لوگوں کے دل مسخر ہو جاتے ہیں۔ خودبخود ایک امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اتنا تو میں یقین کرتی ہوں کہ انہوں نے طبقۂ نسواں کے اُبھارنے میں جو کوششیں کی ہیں اور کر رہی ہیں اگر لڑکیوں کی قسمت سیدھی ہے تو ان ہی کے عہد حکومت میں ان کے لئے ضرور کچھ تو ہو جائے گا۔

۲۷۔ فروری کو سرکار عالیہ نے عمارتِ کانفرنس کا سنگ بنیاد رکھا اور ایک مفید تقریر فرمائی۔ وہاں بڑی رونق اور بڑا مجمع تھا۔

۲۸۔ فروری کو اسٹریچی ہال میں ٹرسٹیانِ کالج کا ایڈریس قبول فرمایا اور یہ ایک نیا قدم تھا کہ گیلری میں خواتین کے لئے بھی انتظام تھا۔ سنتی ہوں کہ بعض اشخاص نے اس انتظام پر اعتراض کیا تھا خدا جانے کب یہ تعصبات دُور ہوں گے اور یہ لوگ احکام الٰہی کی اصلیت کو سمجھیں گے۔ خیر ۱۲ بجے تک تمام ہال طلبائے کالج اور معزز آدمیوں سے بھر گیا ان سب کو دیکھ کر عجیب فرحت پیدا ہوتی ہے۔

تمام لڑکوں کے سر پر سرخ فیر ذ ترکی ٹوپی نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی اور جب وہ ہلتے یا پھرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ بحر احمر لہریں مار رہا ہے اس وقت اتفاق سے ٹرکی ہلال احمر کے ممبران ڈاکٹر عدنان بے اور ڈاکٹر کمال بے بھی جو علیگڈھ میں موجود تھے شریک جلسہ تھے۔

صاحب کلکٹر ضلع صاحب کمشنر، اور صاحب انسپکٹر جنرل پولیس اور چند یوروپین لیڈیز اور جنٹلمین بھی موجود تھے غرض تمام ہال آدمیوں سے

بھرا ہوا تھا۔

نواب حاجی محمد اسحق خان آنریری سکریٹری نے اجازت کے بعد منجانب ٹرسٹیان ایڈریس پڑھا۔ ایڈریس کے بعد سرکار عالیہ نے ایک دلچسپ تقریر پڑھی۔

اس تقریر[1] کے وقت عجب قسم کی متضاد کیفیتیں پیدا ہوتی تھیں کبھی زور شور کے چیئرز ہوتے تھے کبھی ایک ایسا سناٹا ہوتا تھا جو مشفقانہ نصائح کے اثر سے ہوتا ہے۔ اسپیچ قریباً ۲۰ منٹ میں ختم ہوئی۔

شام کو کرکٹ کے میدان میں تشریف لے گئیں۔ وہاں کالج کی باہمی مقابلہ کرنے والی ٹیموں میں سے کامیاب ٹیم کو شیلڈ عنایت فرمایا۔ آج کل کالج کے کپتان پرنس حمید اللہ خان ہیں اور جب سے یہ کپتان ہوئے ہیں۔ کرکٹ کو خاص رونق ہو گئی ہے ان کی ٹیم مشہور اور بڑی بڑی ٹیموں کو ہرا چکی ہے یہ بھی عجب حسن اتفاق ہوا ہے کہ کالج کے اس مقابلہ کی کامیاب ٹیم کا کپتان بھی بھوپال کا طالب علم تھا جو سرکار عالیہ کی فیاضی کی بدولت کالج میں تعلیم پا رہا ہے جس وقت شیلڈ لینے کے لئے اس طالب علم کا نام پکارا گیا اور وہ پیش ہوا تو بڑے زور شور کے ساتھ چیئرز دیے گئے چونکہ کرکٹ کے مصارف بہت ہیں اور کرکٹ ٹیم کالج کی عزت و شہرت کا باعث ہے۔ اس لئے سرکار عالیہ نے

---

[1] اس تقریر کو کالج کی اُن تمام تقریروں میں جو آج تک اسٹریچی ہال میں کی گئی ہیں سب سے اعلیٰ شمار کیا جاتا ہے ہر ہائینس نے کالج کے چہرے پر سے نقاب اٹھا کر یہ تقریر کی تھی اور تمام اہل مسائل پر بالخصوص طلباء و اسٹاف و اولڈ بوائز اور ٹرسٹیز بہ حیثیت کے تعلقات کالج کی توسیع و انتظامات اس کی عظمت و شہرت، طلباء و اسٹاف کے فرائض گورنمنٹ کے ساتھ تعلقات محسنین کے احسانات سب پر اپنے خیالات ظاہر فرمائے اس تقریر کے اس حصہ میں جہاں طلبا کو خاص طور پر مخاطب کر کے نصیحت فرمائی ہے وہ نہایت پر اثر ہے ۱۲

دو سو روپیہ ماہوار اس کلب کو عطا فرمائے یہاں سے ڈسٹیون کے کلب مین تشریف لے گئین۔ اور وہان بھی تعلیم نسوان کے متعلق بہت دیر تک بحث ہوتی رہی ڈاکٹر ضیاء الدین جو اپنی تعلیم کے لحاظ سے ہماری قوم مین ایک بڑے ممتاز شخص ہین۔ افسوس ہے کہ تعلیم نسوان کے متعلق محدود خیالات رکھتے ہین۔ اس موقع پہ اُن سے بہت پر تکلف گفتگو فرمائی۔

یکم مارچ کو وہ جلسہ ہوا جس مین قومی ترقی کی علامتین نظر آئی تھین ٹھیک ۱۱ بجے سرکار عالیہ کے ہمراہ ہم دو لڑن اسلامیہ بورڈنگ اسکول کی رسم افتتاح دیکھنے کے واسطے گئے ہم لوگ بورڈنگ کے پھاٹک پر اترے اور سرکار عالیہ سلطانیہ بورڈنگ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھنے تشریف لے گئین وہان اچھا مجمع تھا سرکار عالیہ نے اس بورڈنگ ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھنے سے انکار کر دیا تھا لیکن جب وہان تشریف لے گئین اور شیخ عبداللہ نے اس کی فوری ضرورتون کو ایڈریس مین ظاہر کیا۔ اور اُن کو سرکار عالیہ نے قابل توجہ سمجھا تو سنگ بنیاد رکھنا منظور کیا اس رسم کے وقت بھی سرکار نے برجستہ اور زبانی تقریر فرمائی اور نہایت فصاحت کے ساتھ تعلیم نسوان کی اشاعت و ترقی کی طرف توجہ دلائی۔

ہم بورڈنگ اسکول کے پھاٹک مین داخل ہوئے وہان عجب نظارہ دکھائی دیا جناب محمود بیگم جناب بیگم صاحبہ سید محمد علی، جناب بیگم نوشاد علی خان صاحب کی بیگم صاحبہ اور آپ کی ہمشیرہ عبدالصمد بیگم صاحبہ اور اُن کی تین بہنین، آپ کی صاحبزادیان۔ اور ہمشیرزادیان، مسز شاہ دین صاحبہ، مس شاہ دین صاحبہ، نواب اسحٰق خان صاحب کی بیگم صاحبہ، اقتدار دولہن صاحبہ آپ کی بہو بیگم صاحبہ، مسز یعقوب صاحبہ، نذر سجاد صاحبہ، فاطمہ بیگم صاحبہ

اڈیٹر شریف بی بی بیگم سید علی شاہ رئیس سردہنہ، اور آپ کی صاحبزادی محمود بیگم صاحبہ، نفیس دولہن صاحبہ بھابیگم پوری بیگم صاحبہ اور آپ کی سسرال کی چند بی بیاں او ر ہمشیرہ، اور والدہ بیگم صاحبہ آفتاب احمد خان۔ بیگم خواجہ عبد المجید اور آپ کی خوشدامن صاحبہ اور تین نندین، مریم بیگم صاحبہ صاحبزادی فیض احمد خان مسس یعقوب خان اور آپ کی صاحبزادی، ان کے علاوہ اور بہت سی خواتین موجود تھیں، قریبًا دوسو سے زائد بی بیاں اور بچے تھے پھاٹک سے بورڈنگ ہاؤس تک سب کے سب مختلف رنگ مختلف وضع کے لباس پہنے دھوپ مین بے سایہ کھڑے تھے یہ دیکھ کر مجھے بہت بُرا معلوم ہوا کہ اس قدر بے انتظامی ہے، کاش شامیانہ ہی لگا دیا ہوتا کہ تمازتِ آفتاب سے چہرے نہ جھلتے جب ایسی بدنظمی ہوتی ہے تو جلسہ کی خوشی بھی کافور ہو جاتی ہے آنے والیاں کیا کہہ سکتی تھیں وہ تو طوعًا کرہًا اغماض کر گئیں۔ مگر منتظمین سے میری شکایت ضرور ہے۔ امید ہے کہ آئندہ اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے گا۔ ہر ہائینس بیگم صاحبہ جنجیرہ اور مین بی بیون سے کچھ ملے کچھ نہ ملے اور بورڈنگ مین چلے گئے۔ اور وہین سرکار عالیہ کا انتظار کرتے رہے۔ ہماری طاقت سے باہر تھا کہ ہم ایسی سخت دھوپ کی تکلیف برداشت کر سکتے البتہ سایہ مین بیٹھ کر رنگارنگی ؍ جگمگاتے لباس دُور سے دیکھنا ایک حد تک لطف پیدا کرتا تھا۔ لیکن جب یہ خیال آتا تھا کہ یہ بیچاریان خود تکلیف اٹھا کر ہماری آنکھون کیلئے لطف کا سامان پیدا کرتی ہین تو بُرا معلوم ہوتا تھا تھوڑی دیر کے بعد سرکار عالیہ بورڈنگ مین رونق افروز ہوئین سب بی بیان استقبال کے لئے دروازہ تک آئین۔ بعد حمد و ثنا اور درود کے سرکار عالیہ نے قفل کھولا

اور کواڑ کھول کر بورڈنگ مین داخل ہوئین اور اُن کے بعد سب بی بیان اندر چلی گئین، تمام کمرہ بھر گیا تھا اور واقعی ایک خوشی پیدا ہوتی تھی کہ مختلف دیار و امصار کی بی بیان بعید مسافت طے کرکے صرف شرکت کی غرض سے یہان تک آئی ہین خداوند کریم کا شکر ہے کہ جس نے ہم سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اور موقع دیا کہ تبادلۂ خیالات کرسکین اس کے بعد جلسہ شروع ہوا پہلے عبداللہ بیگم نے ایڈریس پڑھا۔ اس کے بعد سرکار عالیہ کی تقریر ہوئی سرکار عالیہ کی تقریر کے بعد محمودہ بیگم صاحبہ نے شکریہ ادا کیا پھر ”ذ ح ش“ غائب بیگم صاحبہ کے اشعار پڑھے گئے۔ اس قدر کارروائی کے بعد جلسہ ختم ہوا۔ ایڈریس سرکار عالیہ کو کارچوبی کام کے خریطہ مین پیش کیا گیا۔ ہار پہنائے گئے اور مجلس برخاست ہوئی۔ نماز ادا کرنے کے لئے مہلت دی گئی، ذرا ستائے اس کے بعد لیڈیز کانفرنس سرکار عالیہ کی زیر صدارت منعقد ہوئی۔ اکثر بی بیون نے تائید مین تقریرین کین، سرکار عالیہ سرپرست اور صدر مقرر ہوئین۔ بارہ وائس پریزیڈنٹ بنائی گئین۔ ۶۰ کے قریب ممبر ہوئین۔ نفیس دولہن صاحبہ سکریٹری اور محمودہ بیگم صاحبہ جائنٹ سکریٹری قرار دی گئین، ممبری کی فیس چھ روپیہ سالانہ مقرر ہوئی۔ ہر ہائنیس نواب بیگم صاحبہ جنجیرہ اور دیگر اولی العزم خواتین نے عطیات و وظائف کا اعلان کیا۔

اس کے بعد سرکار عالیہ نے اپنی مصنفہ کتابین تقسیم فرمائین، اور کانفرنس ختم ہوگئی۔ اس کے بعد ایک پارٹی ہوئی جس مین مین بھی موجود تھی۔ پارٹی ختم ہونے پر ہم چلے آئے۔

یہ بھی ایک عجیب قابل بیان لطیفہ ہے کہ بورڈنگ کے افتتاح کے

وقت سرکار عالیہ نے کنجی سے قفل تو کھول دیا لیکن تالی چونکہ انگریزی وضع کی اور نئی ہونے کے باعث بہت سخت تھی اس لئے حضور عالیہ سے کوششوں کے ساتھ بھی نہ کھلی اور کئی بی بیوں نے کوشش کی مگر بے فائدہ۔ اسی وجہ سے سب کے دلوں میں ایک الجھن سی پیدا ہو گئی آخر بیگم خواجہ حمید المجید صاحب بیرسٹر نے آگے بڑھ کر دقت کے ساتھ کھول لیا مگر اس جد و جہد سے اُن کے ہاتھ میں ایک زخم آگیا۔ اس واقعہ کو ملاحظہ کرکے نواب بیگم صاحبہ جنجیرہ نے اوسوقت بہت موزون فرمایا کہ "خواتین دیکھو یہ تعلیم نسوان کے دروازے ہیں زبردستی اور دقتوں سے ہی سہی لیکن آخرکار کھولنے میں ہم لوگ کامیاب ہو گئے ہیں" یہ فقرہ ایسا برمحل اور دلفریب تھا کہ اس پر خوب قہقہہ پڑا اور چیرز ہوئے۔"

تیسری مرتبہ ہر ہائینس فروری ۱۹۱۶ء میں عمارتِ کانفرنس کا افتتاح کرنے تشریف لے گئیں۔ کانفرنس کی جدید عمارت نہایت آراستہ کی گئی تھی یہ وسیع و خوشنما عمارت ہر ہائینس اور نواب زادگان ممدوح الشان کی فیاضی سے تعمیر ہوئی ہے اور کالج کی عمارت میں بہترین عمارت ہے اس کا نام "سلطان جہان منزل" رکھا گیا ہے۔

اس موقع پر ہر ہائینس کی تقریر پہلے سے بھی زیادہ صاف بیانی کے ساتھ تھی اور قومی تعلیم کے جملہ مسائل پر بحث فرمائی تھی اور اُن نقائص پر جو قومی تعلیم کی اشاعت میں کارکنوں کی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں شفقت آمیز نصیحت اور قومی سرمایہ کو کفایت شعاری کے ساتھ خرچ کرنے کی ہدایت کی تھی مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ پر بھی نہایت آزادی کے ساتھ اظہار راے فرمایا تھا۔ یہ تقریر

اگرچہ ایسے اصحاب کے لیے جو ہمیشہ ان موقعون پر تعریف وستائش سننے کے مشتاق وعادی ہین بظاہر تلخ معلوم ہوئی۔ لیکن دراصل اس کا ہر ایک لفظ مقاصد قومی کے احیا کے لیے قطرۂ حیات تھا۔ نواب عماد الملک بہادر بھی اس موقع پر موجود تھے تقریر کے بعد انھون نے اعتراف کیا اور کہا کہ کاش ان نصائح پر عمل کیا جائے۔

لاہور | مارچ ۱۹۱۳ء مین لاہور تشریف لے گئین۔ ہز آنر سر لوئیس ڈین اور اُن کی بالنوئے محترم لیڈی ڈین نے جن سے دیرینہ اور خاندانی مراسم ہین آپ کو اصرار کے ساتھ مدعو کیا تھا۔

یہان ہر ہائنیس نے علاوہ مشہور مقامات کی سیر کے زنانہ مدارس وغیرہ کو دلچسپی سے ملاحظہ فرمایا اور خواتین لاہور کی درخواست و اصرار سے ایک زنانہ ہال[1] کا جس کو انھون نے سلطانیہ ہال کے نام سے موسوم کیا تھا زنانہ جلسہ مین سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقع پر حضور ممدوحہ نے ایک دلچسپ تقریر فرمائی جو عموماً مسائل و تجاویز ترقی و اصلاح نسوان پر مشتمل تھی۔ زیب النسا بیگم کے مقبرہ پر بھی گئین۔ یہ مقبرہ لاہور سے چند میل کے فاصلہ پر نہایت کثیف و غلیظ مقام پر واقع ہے ہر ہائنیس کی شاہانہ طبیعت اور نفیس مزاج کے لئے ایسی جگہ جانا نہایت سخت کام تھا۔ تمام راستہ غلاظت و کثافت سے بھرا ہوا تھا قدم قدم پر عفونت و بدبو تھی تقریباً ایسے ہی راستہ پر ڈیڑھ دو فرلانگ پیادہ بھی جانا پڑا مقبرہ پر بھی صفائی نہ تھی اور اس کو کثیف النساؤن اور مویشیون کا مسکن بنا دیا گیا تھا۔ ہر ہائنیس نے قبہ مین جا کر فاتحہ پڑھی اور اس عبرت انگیز منظر کو حسرت و تاسف سے چند منٹ تک ملاحظہ کرتی رہین ہر ہائنیس نے اس کی صفائی[2] و درستی کے لئے گورنمنٹ

---

[1] اس ہال کے چندۂ تعمیر مین ہر ہائنیس نے پانچ ہزار روپیہ مرحمت فرمایا لیکن افسوس کہ وہ زمین جس پر سنگ بنیاد رکھا گیا تھا فروخت کر دی گئی اور ہنوز ہال صرف تخیل ہی تخیل مین ہے۔

[2] بعد کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ مقبرہ زیب النساء بیگم کا نہین ہے ۱۲

پنجاب کو ایک معقول رقم بھی تفویض فرمائی ہے۔

لکھنؤ و نینی تال ہر ہائینس اور سر جیمس مسٹن اور لیڈی مسٹن سے نہایت گہری راہ و رسم ہے ان کی دعوت و اصرار پر ایک مرتبہ لکھنؤ اور ایک مرتبہ نینی تال تشریف لے گئیں نینی تال میں ہز آنر نے ہر ہائینس کے اعزاز میں ایک بڑا ڈنر دیا اور اس موقع پر ہر ہائینس نے زبانی تقریر میں جو بہت طویل تھی ہز آنر اور لیڈی مسٹن کی مہمان نوازی اور خاطر و مدارات وغیرہ کا شکریہ ادا کیا ہز آنر نے کوئی دقیقہ ہر ہائینس کی خاطر و مدارات اور قیام کو دلچسپ بنانے میں فروگذاشت نہیں کیا تھا اور خود کاٹ گودام تک استقبال و مشایعت بھی کی تھی

گوالیار ہر ہائینس دو مرتبہ ۱۹۱۵ء و ۱۹۱۶ء میں گوالیار تشریف لے گئیں ہر ہائینس اور ہر ہائینس مہاراجہ سیندھیا بہادر (بالقابہ) میں مادرانہ و فرزندانہ تعلقات ہیں اور ہز ہائینس کی والدۂ ماجدہ اور ہر ہائینس میں خواہرانہ محبت ہے اور دونوں طرف سے دلی خلوص کے ساتھ شفقت و الفت اور محبت کا قابل احترام اظہار ہوتا رہتا ہے۔ ان تعلقات کے علاوہ دونوں ہمسایہ رئیس ہیں اور عرصہ سے دونوں ملکوں کے فرمانرواؤں میں دوستانہ ارتباط ہے۔ پہلی مرتبہ ہمراہیوں میں بیگم رحمن فیضی بھی تھیں جو شادی سے قبل ادبی و قومی دنیا میں "عطیہ" کے نام سے مشہور رہی ہیں انہوں نے اس سفر کے واقعات کو نہایت تفصیل و قابلیت سے قلمبند کیا ہے جو نہایت دلچسپ ہیں لہذا اس موقع پر ان کے مضمون کو نقل کیا جاتا ہے۔

"جو محبت و ہمدردی گوالیار اور بھوپال کے شاہی خاندانوں میں ہے اس کی وجہ سے ہماری ہر دلعزیز سرکار عالیہ نے گوالیار تشریف لے جانے کا قصد کیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ پہلا ہی موقع ہے کہ وہ کسی ہندوستانی ریاست میں تشریف لے جا رہی ہیں۔ جب انہوں نے فرمایا کہ مجھکو بھی ان کے ہمراہیوں میں چلنا ہوگا تو مجھکو بے حد خوشی ہوئی کیونکہ اراکین خاندان گوالیار ہمارے

معزز دوست رہتے ہین اور باوجودیکہ مین نے اپنی زندگی مین بہت سے سفر کئے ہین لیکن کسی نہ کسی خاص اتفاق سے اُن کی عنایت آمیز دعوت کبھی قبول نہ کرسکی تھی۔ مجھے اس موقع کے حاصل ہونے سے بے حد خوشی ہوئی اول تو اس وجہ سے کہ حضور سرکار عالیہ کی ہمراہی سے دوسرے اپنے عزیز دوستون سے ملاقات ہوگی۔

جمعرات۔ ۱۱۔ مارچ ۱۹۱۵ء بھوپال سے گوالیار تک راستہ مین کوئی بات قابل تذکرہ پیش نہین آئی سوائے اسکے کہ حضور سرکار عالیہ کا سیلون (گاڑی) نہایت تکلفات سے آراستہ وپیراستہ تھا اور حضور عالیہ کی عقل وحکمت کی باتون اور اُن کی خوشگوار ہمراہی مین راستہ بالکل معلوم بھی نہ ہوا جس وقت گوالیار ٹرین پہنچی تو ہزہائنس مہاراجہ صاحب بہادر سیندھیا نے گاڑی مین داخل ہوکر حضور سرکار عالیہ کا خیر مقدم کیا پھر تھوڑی دیر بعد مسٹر جارڈن رزیڈنٹ تشریف لاے اور حسب دستور سلام وغیرہ ہوئے اور رسمی طور پر خیر مقدم کے الفاظ دوہراے گئے۔ اس وقت انجن ٹرین سے حضور سرکار عالیہ کی گاڑی علیحدہ کرکے اُس پرائیویٹ پلیٹ فارم پر لے گیا جہان پر پردہ کے لئے قناتین کنارے تک لگی ہوئی تھین سفید اور باناتی فرش بچھا ہوا تھا اور پھولون اور تاڑ کے درختون سے خوب سجایا گیا تھا۔ ویٹنگ روم اس موقع کے لئے مثل گول کمرے کے آراستہ تھا۔ مہارانی سکھیا راجہ صاحبہ، مہارانی جنکو راجہ صاحبہ اور مہاراجہ صاحب کی ہمشیرہ متو راجہ صاحبہ، نہایت شاندار ساڑھیان پہنے ہوئے اور چمکتے ہوئے ہیرون اور جواہرات مین لدی ہوئی یہان پر ہمارا انتظار کر رہی تھین اور اُنھون نے نہایت تپاک سے ہمارا خیر مقدم کیا۔ چار خواصین جو عمدہ ہلکے رنگ کے ململ کی ساڑھیان باندھے تھین جن پر سنہرا ٹھپہ وغیرہ لگا تھا

اور اسی قسم کا زیور وہ گلے مین کانون اور ہاتھون اور چاندی کا زیور پاؤن
مین پہنے ہوے نہایت ادب سے سنہرا اور ہیرے جڑا ہوا پاندان اپنے
ہاتھون مین لئے ہوئے کھڑی تھین۔

یہ رواج بڑودہ مین بھی ہے کہ جب کبھی مہارانی صاحبہ گائیکواڑ کو
کہین تشریف لے جانا ہوتا ہے خواہ وہ ایک بے ضابطہ پارٹی ہی کیون
نہ ہو تو وہان خواصین پہلے سے پہنچ جاتی ہین اور مہارانی صاحبہ موصوفہ
کی آمد اور حکم کا انتظار کرتی ہین۔

غرض ہم پورے اسٹاف کے ساتھ محل پر گاڑیون مین پہنچے اور
حضور سرکار عالیہ کے پہنچنے پر توپون کی سلامی سر ہوئی جہ بلاس ایک عالیشان
محل ہے جس مین دو سو یا زیادہ کمرے ہین اور یہ وسط مین ایک مربع
سفید عمارت ہے اور اس کے چارون طرف وسیع میدان ہے جس مین
ہوکر مختلف ڈیوڑھیون مین موٹرین جاتی ہین۔ مہاراجہ صاحب، بڑی
مہارانی صاحبہ، جنگوراجہ صاحبہ اور چھوٹی مہارانی کمارراجہ صاحبہ اور ان کا
چھوٹا بچہ میری کملا[۱] راجیہ، سب اس محل مین رہتے ہین اور ہر ایک کے لئے
علیحدہ علیحدہ کثیر تعداد کمرون کی ہے اور ہر ایک کے پاس بیس سے لے کر
پچیس تک سلیقہ دار ہوشیار اور صاف پوشاک پہنے ہوئے خواصین انکی
خدمت کے لئے موجود رہتی ہین۔

ہماری گاڑی منو محل کی ڈیوڑھی کے پاس جاکر ٹھیری جہان پر ہم
اُترے اور ایک سنگ مرمر کے احاطہ مین جس مین سنگ مرمر ہی کا فوارہ

---

[۱] میری کملا راجہ صاحبہ ہز ہائنیس کی صاحبزادی ہین جن کو ہز امپریل مجسٹی کوئن میری
قیصرۂ ہند نے اپنا نام مبارک "میری" عطا فرمایا ہے۔

چل رہا تھا داخل ہوئے ایک بڑے زینہ سے جو بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا
اور جس کا جنگلہ شیشے کا تھا ہم اوپر کی منزل میں پہنچے محل کے نیچے کا حصہ کم و
بیش مہمانون کے استقبال کے لئے سجا ہوا تھا اور اوپر کی منزل کا حصہ ان کے
رہنے کے لئے تھا ہم زینے کے اوپر پہنچے اور وہان گول کمرے میں داخل
کئے گئے یہ کمرہ بہت بڑا ہے اور اُس پر سنہری کام خوب کیا گیا ہے اور
اس مین قدیم سنہری تصاویر منقش ہین اور وہ طرح طرح کے پردون اور
سامان سے آراستہ ہے۔ یہان پر مشرقی شان وشوکت کی حقیقی حالت کا
فوراً اثر ہوتا ہے۔ خاندان گوالیار کی معزز خواتین اور سردارون کی
بیویان عمدہ پوشاکین اور زیورات پہنے ہوئے یہان پر ہم سے ملین اور
خواصون کی جماعتین جو عمدہ اور خوبصورت لباس اور زیورات
سب ایک ہی قسم کا پہنے ہوئے تھین یہان پر وقتاً فوقتاً خدمت کے لئے
ادب سے کھڑی ہوئی تھین کمرے کے بیچ مین مطلا کرسیان رکھی ہوئی
تھین یہان پر ہم بیٹھے اور ہمارے چارون طرف اس طور سے وہ خواتین
بیٹھین کہ ایک شاندار گروپ بن گیا۔ اس کے بعد عطر و پان کی رسم
عمل مین آئی۔ جڑاؤ پاندان اور عطر دان مین گلوریان اور عطر پیش
کیا گیا۔ گلاب پاشون مین عرق گلاب بھرا ہوا تھا جو چھڑکا گیا۔ چاندی
کی کشتیان جو پھولون کے ہارون سے بھری ہوئی تھین پیش ہوئین
دستور یہ ہے کہ جو کشتیان تمہارے سامنے پیش کی جائین ان کو چھو لو
اور اُن کا سامان تمہارے کمرون مین بھیجدیا جاتا ہے اور ہار گلے مین
پہنا دیئے جاتے ہین چند منٹ بعد مہارانی صاحبان ہمکو ہمارے کمرون
مین لے گئین جن مین ہم جب سے کمرون اور سنگ مرمر کی غلام گردشون مین سے

ہو کر پہنچے جہاں پر تاڑ کے درخت اور دیگر اقسام کے پودے وغیرہ خوبصورتی
سے لگائے گئے تھے۔ ہمارے قیام کے کمرے موجودہ زمانہ کے تمام سامانِ
آرائش سے مکلف تھے میں نے اپنے کمرے میں جا کر قیام کیا اور وہاں پر
ایک خاص قسم کے اطمینان اور راحت کا احساس ہوا منھ وغیرہ دھونے
اور کپڑے بدلنے کے بعد ہم ایک بالاخانے پر بیٹھے جہاں سے وسیع میدان
نظر آتے تھے اور وہاں پر چاء پی اور باوجودیکہ ابر ہو رہا تھا اور گھٹا چھا رہی
تھی تاہم دل یہ چاہتا تھا کہ موٹر کار میں بیٹھکر گھوڑ دوڑ کے میدان میں
ہوتے ہوئے جو ابھی گوالیار میں بنا ہے بازار کی جانب چلیں جہاں پر رزیڈنٹ
صاحب رہتے ہیں۔ اس کے تھوڑی دیر بعد گرج اور بجلی کی چمک کے ساتھ
بارش ہونے لگی اور بہت زیادہ اولے پڑے مگر مجھکو اس سے زیادہ خوشی
ہوئی کیونکہ اس سے گرمی کم ہو گئی۔

ساڑھے آٹھ بجے ہم نے کھانا کھانے کے کمرے میں جس میں سنگ مرمر کا
فرش تھا کھانا کھایا ہندوانی قدیم طرز کی پیالیوں میں جو کل خالص
نقرہ کی تھیں قسم قسم کی ترکاریاں قورمہ، قلیہ، دال وغیرہ تھی یہ سب
پیالیاں ایک نقرئی تھالی میں سجادی گئی تھیں اقسام اقسام کے
چاول چینی کی طشتریوں میں میز پر لگادیے گئے تھے۔ اور سب کے سامنے
میز پر رکھے گئے تھے۔ اچار چٹنیاں دودھ کی بنی ہوئی چیزیں۔ چار پانچ قسم کی
روٹیاں چپاتیاں۔ باقرخانی، پھلکے دال، کھیر کی قابیں مٹھائیاں
وغیرہ وغیرہ اس قسم کے لذیذ کھانوں کو بیٹھکر کھایا اور ان سے حظ
اٹھایا، مہارانی صاحبہ گوالیار کے باورچی نہایت عمدہ قسم کے کھانے
پکاتے ہیں۔ اسلامی زردہ، پلاؤ، کباب وغیرہ بھی ایسے ہی عمدگی سے

پکائے گئے تھے جیسے کہ برہمنی، سودی پوریان شیر قند وغیرہ وغیرہ۔

حضور سرکار عالیہ، کھانیکے بعد ہی اپنے کمرے مین تشریف لے گئین لیکن ہم مہارانی جنکو راجہ صاحبہ کے گول کمرے مین بہت رات تک بیٹھے ہوے گانے اور باتین کرتے رہے۔

یوم جمعہ - ۱۲ مارچ ۱۹۱۵ء | باوجود رات کو دیر تک جاگتے رہنے کے مین صبح ہی اپنی تھوڑی دیر کی نیند سے جس کا مجھے موقع ملا تھا سو کر اٹھ بیٹھی بارش سے ہوا مین خوب خنکی پیدا ہوگئی تھی اور یہ نہایت ہی فرحت بخش تھی ہندوستان کے میدانی مقامات کی خشک و گرم ہواؤن سے بڑا جس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ سخت ناگوار معلوم ہوتی ہین قریب ساڑھے نوبجے کے ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر سرکار عالیہ کو ہسپتال دکھانے لے گئے ہین اور جنکو راجہ صاحبہ ہمراہ تھین یہ ایک بڑی شاندار دو منزلہ عمارت ہے جس مین زنانہ اور مردانہ دونون حصے ہین۔ گوالیار کی پچے کاری کا کام واقعی قابل دید ہے اقلیدس کی شکلین جو نفاست سے بنائی گئی ہین وہ نہایت ہی خوشنما معلوم ہوتی ہین۔

ہسپتال مشرقی طرز کی ایک نہایت عمدہ عمارت ہے لیڈی ڈاکٹر ماسٹرن اور ان کے اسٹاف نے دروازہ پر ہمارا استقبال کیا اور ہم کو چارون طرف لیجاکر وہ سب چیزین دکھلائین جو معمولاً ایک اعلیٰ درجہ کے ہاسپٹل مین اس زمانہ کے لحاظ سے ہوتی ہین۔ یہ ایک نہایت ہی افسردگی کا کام ہے کیونکہ اس مین طرح طرح کی بوئین اور مریضون کے کراہنے کی آوازین آتی ہین۔ وہان نرسون اور دائیون کی تربیت بھی تین برس کی کامل پڑھائی سے کیجاتی ہے۔

ہماری روانگی کے وقت عطر پان کی معمولی رسم ادا کی گئی اس کے بعد ہز ہائینس نے محل پہنچنے سے پیشتر شہر کی سیر کرائی۔ جدید گوالیار (لشکر) کی آبادی حقیقت میں کچھ خوشنما نہیں معلوم ہوتی۔ نئے چوک میں چند عمدہ عمارتیں ہیں اور شہر کی بڑی سڑک عمدہ ہے کیونکہ اس کے دونوں طرف نہایت عمدہ پچے کاری کے جھروکے بنے ہوئے ہیں سکونتی مکانوں کی آبادی شہر میں کم و بیش دُور دُور ہے۔

ہم جائے قیام پر دیر سے پہنچے اور نہایت ہی لزیذ کھانے کا لطف اٹھایا اس وقت کھانا دوسری قسم کا تھا مگر ویسا ہی خوش ذائقہ تھا۔ بلاشبہ یہاں کے باورچی مہارانی صاحبان کی قابل قدر نگرانی میں کھانا پکانے میں نہایت عمدہ مہارت رکھتے ہیں کھانے کے بعد حضور سرکار عالیہ اپنے کمرے میں تشریف لے گئیں اور جنکو راجہ صاحبہ نے مجھکو محل لے جاکر دکھلایا۔ میں دوسری منزل کے صرف دو مکان دیکھ سکی لیکن اسی میں دو گھنٹے صرف ہو گئے اور بالکل تھک گئی۔ انہوں نے مجھکو اپنے رہنے کے کمرے اور چھوٹی مہارانی گجرا صاحبہ کے رہنے کے کمرے اور تارا راجہ صاحبہ مہارانی دیواس کے کمرے دکھلائے جنکو راجہ صاحبہ موجودہ مہارانی صاحبہ کے قبضہ میں دوسری منزل کا کل مکان ہے اس کے کل کمرے نہایت ہی بیش قیمت اسباب سے آراستہ و پیراستہ ہیں اور کم و بیش ان کی آراستگی میں بڑا سلیقہ برتا گیا ہے۔ اُن کا اپنا گول کمرہ بہت سی مختلف قسم کی اشیاء سے بھرا ہوا ہے جس میں صناعی کی بہت سی عجائب و غرائب چیزیں ہیں جو ان کو شاہی خاندانوں اور روساء نے اُن کی سالگرہ کے موقع پر بطور تحائف پیش کی ہیں جنکو راجہ صاحبہ بڑی زندہ دل اور خوش اخلاق ہیں اور ہمیشہ آئندہ کے لئے شاندار کاموں کی

تجاویز کرتی رہتی ہین اور ہندوستانی زبان خوب جانتی ہین علم مجلسی سے خوب واقف ہین اور ایک نہایت سلیقہ مند اور مدبر مہارانی ہین۔ تمام خانگی معاملات اُن کے اختیار مین ہین اور اُن کے آٹھ مصاحب ہین اور پورا اسٹاف افسران کا ہے جو اُن کی ماتحتی مین کام کرتا ہے۔ اُن کے یہان ایک دفتر کا کمرہ بھی ہے جس مین وہ اوقاتِ معینہ پر برابر کام کرتی ہین وہ اپنے اعلیٰ مرتبہ کا کام نہایت سطوت و فراست سے انجام دیتی ہین اُن کو تتلیان جمع کرنے کا بڑا شوق ہے اور اُن کے پاس ایک بہت عمدہ ذخیرہ تتلیون کا ہے اُن کے پاس ایک مربع اپنے ہاتھ کا بنا ہوا البم بھی ہے۔ نارا راجہ صاحبہ مہارانی دیواس کا گوالیار سے قریبی رشتہ ہے۔ خاندان گوالیار کی ایک پہلی شاہزادی کی شادی راجہ صاحب دیواس سے ہوئی تھی اور اس کے انتقال پر نارا راجہ صاحب کی شادی اُن کے ساتھ کی گئی اور ان مہارانی صاحبہ کے ساتھ اسی محبت و ہمدردی کا برتاؤ کیا جاتا ہے کہ جو ایک گھرانے کی بیٹی کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ اکثر محل مین تشریف لاتی رہتی ہین اور جنکو راجہ صاحبہ نے ان کے لئے نہایت اعلیٰ درجے کے کمرون کا انتظام کر رکھا ہے جنکو راجہ صاحبہ نے چند کمرے ایسے بھی آراستہ کئے ہین جو لڑائی کی وجہ سے ایک خلو کی حالت مین تھے۔ وہ نہایت ہی ہوشیاری سے کئی محراب دار کمرون کو بھی جو محل کے ایک گوشہ مین خالی اور بیکار پڑے ہوے تھے اور جن مین ایک سے دوسرے مین چھوٹے چھوٹے دریچے تھے کام مین لائی ہین ان کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور اُن کی ٹائل مین سوراخ دار پتھرون کی کھڑکیان ہوا اور روشنی آنے کے لئے لگی ہوئی ہین ان مین سے ایک کمرہ خوشنما غسل خانہ سنگ مرمر کا ہے جس مین چاندی کے

برتن پانی وغیرہ رکھنے کے لئے ہین اور چاندی کے ٹمبلر وغیرہ ہندوستانی طرز سے رکھے ہوے ہین اور وہ بجلی کی روشنی سے مکمل ہے۔ دوسرے تیسرے اور چوتھے محرابدار کمرون مین نہایت صفائی سے چارون طرف الماریان لگی ہین جن مین چھوٹے چھوٹے چاندی کے مرتبان اور بوتلین ایک ہی پیمانے کی رکھی ہوئی ہین جن مین تمام قسم کے مسالے جو کھانا پکانے مین کام آتے ہین سلیقہ سے بھرے رکھے ہین۔ چٹنی، اچار، مربون کے مرتبان بھی دوسرے ایسی ہی برج نما کمرون مین رکھ دیے گئے ہین۔ غرضکہ بیکار جگہ کو اس سلیقہ شعار مہارانی نے یادگار بنا لیا ہے۔ پانچوین کمرے مین نفیس باورچی خانہ ہے جس مین ایک چولھا ہے اور طرح طرح کے چھوٹے بڑے نقرئی برتن کھانا پکانے کے نہایت صاف رکھے ہین۔ چھٹے کمرے مین نہایت ملائم روئین کا فرش لیٹنے یا آرام کرنے کے لئے ہو رہا ہے۔

یہ تمام کمرے علیحدہ اور خوشنما ہین اور تاراراجہ صاحبہ کے رہنے کے لئے جو کمرے علیحدہ رکھے گئے ہین اُن سے ملحق ہین۔ اس سیر مین وقت بہت زیادہ صرف ہو چکا تھا اس لئے ہم اپنے کمرون مین جلدی سے گئے وہان جاکر پوشاک تبدیل کی اور گول کمرے مین جمع ہوے جہان پر حضور سرکار عالیہ کی جانب سے گوالیار کے شاہی خاندان کو پوشاک پیش کرنے کی رسم عمل مین آئی۔ حضور سرکار عالیہ نے اپنے حسب معمول دریا دلی اور فیاضی سے ہر ایک کو شاہانہ عطیے نہایت بیش قیمت دوشالے، کمخواب کے تھان، اشرفیان، زیورات اور بیس خوان خشک میوے اور سپاریون کے پیش کئے مہاراجہ صاحب سیندھیا کو انھون نے آٹھ

اشرفیان پانچسو روپیہ نچھاور سنہرے کام کے دو شالے اور زربفت کی پگڑیان وغیرہ اور چار خوان خشک نٹس (سپاریان یا گری وار میوے) کے دیئے مہارانی جنکو راجہ صاحبہ کو سنہرے دو شالے، کمخوابی کپڑے، دوسو روپیہ نچھاور، ۵ اشرفیان، ہیرے اور لعل کی چوڑیان اور چار خوان خشک نٹس کے دیئے مہارانی نگرا راجہ صاحبہ کو سنہرے دو شالے، کمخواب کے کپڑے دوسو روپیہ نچھاور ۵ اشرفیان ہیرے اور زمرد کا ہار اور چار خوان خشک نٹس کے دیئے۔

شری متی منو راجہ صاحبہ اور اُن کے شوہر سردار سیتوپا صاحب کو اسی قسم کی پوشاک سو روپئے نچھاور اور موتیون کی جڑاؤ پہونچی اور چار خوان خشک نٹس کے دیئے چھوٹی بچی راجہ کملا صاحبہ کو حضور سرکار عالیہ نے پانچ ہزار روپئے کی قیمتی پوشاکین اور زیورات پہلے ہی سے بھیج دیئے تھے لیکن انھون نے اُن کو بھی پانچ اشرفیان اس وقت پہلے ہی مرتبہ دیکھنے کی وجہ سے دین۔ جب پوشاک دینے کی رسم ختم ہو گئی تو ہم ایک خوبصورت (سمر (گرمیون کے) باغ مین گئے جس کے قطعات نہایت عمدگی سے بنائے گئے تھے اور جس مین بجری کی سایہ دار روشین تھین اور ایک پختہ بالاخانہ پانی کے کنارے بنا ہوا تھا اور کئی ڈیرے لگے ہوئے تھے یہان پر حضور سرکار عالیہ کے اعزاز مین ٹی پارٹی تھی اور تمام خواتین گوالیار حضور سرکار عالیہ سے ملنے کے لئے جمع ہوئی تھین۔ یہ زندہ دلی اور شگفتگی کا ایک خوبصورت نظارہ تھا۔ وہان پر مرہٹی خواتین زرق برق پوشاکین زیب تن کئے ہوئے اور زیورات مین آراستہ قطارون مین کھڑی ہوئی تہین اور کچھ ادھر اُدھر پھر رہی تھین یورپین لیڈیان بھی

یہاں موجود تھیں اور ایک مشرقی و مغربی مجموعہ ہو کر عجیب خوشنما سماں
ہو رہا تھا۔ چاے کا انتظام ایک خیمہ میں کیا گیا تھا۔ آسمان پر شام کے آثار
نمایاں ہو گئے تھے۔ دن کی روشنی جا کر رات کی تاریکی نے ہم کو گھیرنا
شروع کیا تھا۔ بجلی کی چمک سے جواہرات اور سونے کے زیورات جگمگا رہے تھے
خوش قسمتی سے ہم بارش سے پہلے ہی مکان پر پہنچ گئے۔ سکھیا راجہ صاحبہ
ایک ایک خاتون سے جو پارٹی میں موجود تھیں نہایت خوش اخلاقی سے
گفتگو اور تواضع کرتی تھیں۔

رات کے وقت کھانا فرش پر حقیقت میں پاٹلون کے طریقہ پر چنا گیا تھا
چوکیاں جس پر نشستیں قرار پائی تھیں اور جن پر کمخواب کے گدے بچھے تھے
تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے تمام مہمان و مدعوشدہ خواتین کے واسطے
بچھائی گئی تھیں۔ اور چاندی کی تپائیاں سامنے رکھی تھیں۔ جن پر
سونے کے پیالے اور طشتریاں نہایت ہی لذیذ کھانوں کی رکھی تھیں
اور چاندی کے شمعدان دونوں جانب ہر ایک نشست کے رکھے تھے
اور ان کے بیچ میں خوشبوئیں جل رہی تھیں۔ یہ نظارہ مثل ایک الف لیلہ کے
خوبصورت روغنی تصویر کے جو ایک ہوشیار صناع نے بنائی ہے معلوم
ہوتا تھا اس طریقہ کے کھانے چننے جانے کو ناٹ لا کے نام سے موسوم
کرتے ہیں۔ کھانے کے بعد طوائف کا ناچ اور گانا جنکو راجہ صاحبہ کے
پرائیوٹ دربار ہال میں ہوا۔ گوالیار میں اور ستار بجانے والے
اور گانے والے ماہرین کے لئے مشہور ہے۔ اور پرانے وقتوں میں
بڑے بڑے مشہور لوگ ہوئے ہیں لیکن اس زمانہ کے گانے والے کچھ
زیادہ عمدہ نہیں۔ نصف شب کے بعد یہ جلسہ برخاست ہوا لیکن مہارانی

جنکو راجہ صاحب اور میں رات کے دو بجے تک بیٹھے رہے۔

یوم ہفتہ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۵ء | آج کا دن پھر آنے والے کل کی اس ضروری فرض سے شروع ہوا کہ پبلک کی درسگاہوں کو دیکھے۔ ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر سرکار عالیہ کو گرلس اسکول دکھانے لے گئے۔ جنکو مہاراجہ صاحب اور سکھیا راجہ اور میں بھی ہمراہ تھی۔ ہم لڑکیوں کے مدرسہ میں گئے دراصل ہندوستان میں تعلیم نسوان ایک اہم مسئلہ ہے اور اب کچھ کچھ کوششیں ان کو تھوڑی سی تعلیم دینے کے لئے ہو رہی ہیں اور وہ کچھ تعلیم حاصل کرنے لگی ہیں۔ پبلک گرلس اسکول کی عمارات نہایت نفیس، صاف اور روشن ہے سرگرم پرنسپل نے ہم کو مدرسہ لیجا کر دکھلایا ہم نے کچھ عمدہ کشیدے کڑھے ہوے اور طالبات کے خود تیار کردہ بعض قسم کے کھانے دیکھے سردار س گرلس اسکول پرانے محل میں ہے۔ یہ عمارت اپنی تعمیر کے لحاظ سے بڑی دلچسپ ہے۔

اعلیٰ تعلیم کی کوشش بیکار ہے کیونکہ لڑکیوں کی شادی بارہ برس کی عمر میں ہونا لازمی ہے مہارانی صاحبہ نے کچھ خوبصورت کشیدہ کا کام جو لڑکیوں نے کیا تھا سرکار عالیہ کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا۔ اس پرانے محل میں کچھ قدیم ملازم رہتے ہیں اور سال میں مختلف قسم کے مراسم کی ادائگی ابھی تک اس محل میں کی جاتی ہے۔

سکھیا مہارانی صاحبہ سرکار عالیہ کو اور ہم کو اپنے مندر کے پاس بھی لے گئیں جو محل کے اندر ہے۔ ہم نے بہت سی جگمگاتی ہوئی مورتوں کو اونچے اور صاف پایے والے ستونوں پر دیکھا۔

سہ پہر کے وقت ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر وائزرکس کی

عمارت دکھلانے کے لئے لیگئے جو شہر سے کئی میل کے فاصلہ پر ہے اس سے تقریباً بیس میل مربع زمین کی آب پاشی کی جائیگی جس سے بے حد آمدنی ہوگی۔ ہم نے وہان پر ایک نفیس چھوٹے سے مکان مین جو جھیل کے سامنے بنا ہوا ہے چاء کا لطف اٹھایا اور پشتہ کے اوپر اور نیچے بھی ہم نے سیر کی سورج کا غروب ہونا اس وقت خوبصورت معلوم ہو رہا تھا اور آسمان ایسا نظر آتا تھا کہ چمکتا ہوا سونا چھڑک دیا گیا ہے۔

اتوار ۱۴ مارچ ۱۹۲۵ء آج صبح کو سب سے پہلے ہز ہائینس مہاراج نے سرکار عالیہ کو عجائب خانہ دکھایا۔ یہ ایک خوبصورت عمارت ہے اور اس مین بہت کچھ پچے کاری کا کام ہو رہا ہے اس مین پرانے چند ہتھیار ہین اور کثرت سے بھس بھرے ہوے جانور ہین جس سے یہ زیادہ تر قدرتی نایکی اشیاء کا عجائب خانہ معلوم ہوتا ہے اور اس مین گوالیار کی مصنوعات بھی ہین۔ چونکہ شہر سے فاصلہ پر اور محلات کے قرب مین ہے اسواسطے یہان پر آدمی آسانی سے نہین پہنچ سکتے اور اس لئے مقبول عام نہین ہے مہاراجہ صاحب کا ارادہ ہسپتال کو عجائب خانہ بنانے کا ہے۔ اور اس مین زیادہ پیمانہ پر اس کا انتظام کرین گے۔ چونکہ متورا جہ صاحبہ سرکار عالیہ کو مدعو کرچکی تھین اس لئے یہان سے وہان جانا ہوا۔ یہ ایک بڑا وسیع محل ہے جہان پر یہ ملاقات کم و بیش باضابطہ قسم کی تھی کیونکہ انھون نے ہمکو پوشاکین عطا فرمائین اور حسب معمول عطر و پان کی رسم بھی ادا کی گئی۔ ان کے شوہر سیتولے صاحب آے اور سرکار عالیہ کو سلام کیا۔ چار بجے ہز ہائینس نے آہستہ آہستہ ایک بڑی ٹریموے کی مثل موٹر کار مین قلعہ کی اور اس کی چارون طرف کی سیر کرائی یہ پروگرام

مین ایک نہایت دلچسپ کام تھا کیونکہ ہندوستان مین گوالیار کا قلعہ
نہایت ہی تاریخی اور دلچسپ ہے بیشک اس قدر تھوڑا وقت رہ گیا تھا کہ
ہم کل قلعہ کو دو گھنٹہ مین دیکھنے پر مجبور ہوے جو ایک عظیم الشان جگہ کے
دیکھنے کے لئے ناکافی تھے۔ جہان پر ہر ایک پتھر اپنے اندر خاص دلچسپی
رکھتا تھا اور ہر ایک نہایت ہی غور وخوض سے دیکھا جاتا بہرکیف نہایت
قدیم اشیاء کو دیکھکر دل بہت خوش ہوا تمام اقسام کی مورتیان پہاڑون کے
پہلوؤن مین منقش تھین اور ایک یا دو مورتین بڑی قوی الجثہ اور خوبصورت
تناسب اعضاء کی پچاس فٹ سے ساٹھ فٹ تک اونچی تھین پہاڑ کی چوٹیون پر
عمدہ پرانے مندر اور محل بنے ہوئے تھے بعض بالکل اچھی حالت مین اس وقت
تک موجود تھے اور بعض پر کم وبیش زمانہ کے حوادثات کا اثر تھا اور بعض
بالکل ویران پڑے تھے وہان پر قدرت اور صناعی یکجا ملی ہوئی تھین ان کے
قرب وجوار مین عجیب وغریب سوز وگداز کے تاریک اور روشن مناظر تھے
ویران محلات اور شکستہ قصبات کثرت کے ساتھ نظر پڑے جو ایک طلسم کے
مانند معلوم ہوتے تھے۔ ہوا سے پرانے زمانے کے واقعات کی صدائے بازگشت
آرہی تھی اور جان گدازی کے طور طریقے ظاہر ہو رہے تھے۔ ہم پہاڑ کی چوٹی پر
گئے اور وہان پر ایک قدیم ملکہ کے محل کے پاس کھڑے ہوئے جو ایک نہایت ہی
عمدہ عمارت تھی اور جس پر مثل ایک لیس کے کام کی پچی کاری ہو رہی تھی وہان
سے نہایت شاندار نظارہ شہر اور گوالیار کے زرخیز میدانون کا نظر آتا ہے
محل ایک بڑی چمکتی ہوئی سفیدی کی طرح دور سے نظر آرہا تھا۔ سامنے کے
مکانات کے گنبد اور مینار، باغات اور فوارون مین کثرت سے درخت نکل آئے تھے
سورج کے غروب ہونے کی آخری کرنین نہایت ہی خوشنما منظر پیدا کر رہی تھین

مہاراجہ صاحب بہادر نے ملیٹری اسکول ان ہی قدیم عمارات قلعہ میں قائم کیا ہے۔ سرکار عالیہ کے روبرو ہز ہائنیس ممدوح نے فوجی طالب علموں کا امتحان لیا ڈرل بھی دکھائی گئی اور ایک قدیم عمارت کے سامنے وہاں کے پرنسپل صاحب کی بہن کی جانب سے چاء پیش کی گئی ہر سہ مہارانی صاحبان سرکار عالیہ اور ہم سب نے چاء نوش کی، سامنے سے مزار کا منظر نظر آرہا تھا۔

رات کے وقت ریاست کے کمرۂ دعوت میں سٹیٹ ڈنر دیا گیا شاندار زرق برق پوشاکیں اور شریف خواتین کے زیورات بڑے بڑے جھاڑوں کی خوشنما روشنی میں جگمگا رہے تھے اور عمدہ پوشاکیں پہنے ہوئے جو خواصیں خدمات کے لئے وہاں پر مستعدی اور خاموشی سے کھڑی ہوئی تھیں ان کا نفیس رنگین لباسوں میں ادھر ادھر پھرنا ایک لطف پیدا کر رہا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد ہم دربار ہال میں آئے اور وہاں پر خواتین سے بھرے ہوئے دربار میں حضور سرکار عالیہ نے ایک مختصر تقریر نہایت عمدہ الفاظ میں فرمائی جس میں اپنے میزبان کا شکریہ ادا اور گوالیار آنے پر اظہار مسرت تھا جواب میں سکھیا مہارانی صاحبہ نے سرکار عالیہ کی تشریف آوری پر اظہار مسرت و شکر گذاری کیا۔ اس کے بعد سرکار عالیہ کے سامنے خلعتیں اور زیورات پیش کئے گئے جس میں کئی سنہری دوشالے کمخواب کے کپڑے بنارس کی ساڑھیاں وغیرہ تھیں اور ایک نہایت خوبصورت گلوبند تھا جس میں موتی اور ہیرے لگے تھے حسب دستور اس پر ہاتھ رکھا گیا اور خواصیں ان کشتیوں کو نہایت سلیقہ سے لے گئیں پھر دوسری

خواصون کا جلوس آیا جو ہیونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ (سرکار عالیہ کے فرزند اصغر نواب زادہ میجر حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر کی بیگم صاحبہ) کے لئے خلعت ہفت پارچہ لایا تھا۔ تمام خواتین نہایت ادب و سلیقہ کے ساتھ قدم بقدم لے کر آ رہی تھین خلعت علحدہ علحدہ خوانون مین سجا ہوا تھا اور اُس کے جلوس مین عطر دان، گلاب پاش، ورچڑاو، پاندان تھا۔ سامنے مجرا ہو رہا تھا اور تمام خواتین کرسیون پر مؤدب بیٹھی ہوئی خاموشی سے سُن رہی تھین۔ یہ خلعت اُسی طرح پیش کیا گیا اور اُس پر ہاتھ لگا دیا گیا۔ اس خلعت پر بھی زمرد اور موتیون سے مرصع گلوبند تھا مجھکو ایک کُھسّی زمرد، ہیرے اور موتیون کی اور سنہری ساڑھیان اور کمخواب کے کپڑے مرحمت ہوئے پوشاک دینے کی رسم حسب معمول عطر و پان اور پھولون کے ساتھ نصف شب کو ختم ہوئی۔

ہر ہائینس سکھیا راجہ صاحبہ مجھکو اپنے خلوت کے مکان مین تھوڑی دیر کے لئے لے گئین جہان پر شہزادی کملا راجہ ایک سنہری پلنگڑی پر آرام سے سو رہی تھین اور خاموش خواصین چارون طرف پہرہ دے رہی تھین اُن کے پہلو مین ایک سنہرا پالنا پڑا ہوا تھا چمکدار رنگا رنگ کے کھلونے بچے کے کھیلنے کے لئے وہان پر سب طرف پڑے ہوئے تھے۔

سکھیا راجہ صاحبہ ایک نہایت زیرک اور سلیقہ مند خاتون ہین اور مہاراجہ صاحب کی نابالغی کے زمانہ مین اُنھون نے ریاست کا انتظام بطور ریجنٹ کے نہایت ہی مستعدی اور مدبری کے ساتھ کئی سال تک انجام دیا ہے ہز ہائنیس کو اپنی والدہ کی بزرگی اور اطاعت کا بے حد خیال ہے محل کے رہنے والون مین جو اتحاد و اخلاق اور رعب و داب قائم ہے وہ پرانے زمانہ سے

تعلق رکھتا ہے جبکہ دلاوری اور شاعرانہ تخیلات مردہ نہین ہو گئے تھے
اس عالی شان خانہ داری کا انتظام نہایت خوبی سے کیا جاتا ہے
ہم جنکو راجہ صاحبہ کے گول کمرے مین واپس آے اور کچھ گانا سنتے رہے
باجہ خوب بج رہا تھا۔ رات کے دو بجے ہم وہان سے رخصت ہوے اور
اس جدائی کا بے حد افسوس ہوا۔ چونکہ سرکار عالیہ دہلی تشریف لے جانے
والی تھین اور میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ بھوپال واپس ہو رہی
تھین اس لئے ہز ہائنس مہاراجہ صاحب بہادر نے اُن کے اعزاز کو ملحوظ
رکھکر منو راجہ صاحبہ کو ہدایت فرمائی کہ دولہن صاحبہ کے ہمراہ اسٹیشن تک
جائین چنانچہ وہ تشریف لائین اور جب تک ٹرین روانہ ہو گئی وہین رہین
ہز ہائنس کے دو ایڈیکانگ بھی انتظام کے لئے اسٹیشن پر موجود تھے ریل
تین بجے روانہ ہونے والی تھی اور ہم اپنے ڈبہ مین دو بجے سے چلے گئے یہ
ایک گھنٹہ اور منو راجہ صاحبہ کے ساتھ دلچسپ گفتگو مین صرف ہوا
دولہن صاحبہ کے ہمراہ مین بھی بھوپال واپس آئی۔ سرکار عالیہ کے
بھتیجے میان سالار محمد خان صاحب بہادر ہمارے ہمراہ تھے۔

پیر ۱۵۔ مارچ ۱۹۱۵ء | پھر (جیسا کہ مجھے بعد کو علم ہوا) علی الصباح سرکار عالیہ
کا ہمراہی اسٹاف جس مین اسوقت مسٹر عبد الصمد مظہر بی اے ملیٹری سکریٹری
اور مہتمم تاریخ منشی محمد امین اڈیٹر ظل السلطان) تھے ہز ہائنس مہاراجہ صاحب
کے آفس روم مین طلب کیا گیا۔ جہان ان کو ہز ہائنس مہاراجہ نے اپنے
دست مبارک سے ہار اور پان عنایت فرماے اور زرین دوشالے مع
پگڑیون کے عطا کئے۔ اس کے بعد سرکار عالیہ مع مہارانی صاحبہ کے
شاہ غوث صاحب کے مقبرہ پر پرانے گوالیار تشریف لے گئین۔ شاہ غوث

عہد اکبری کے مشہور صاحب نسبت بزرگون مین سے ہین ان کی ذات کے
ساتھ شہنشاہان مغلیہ کو ہمیشہ عقیدت رہی ہے اُنکا مقبرہ قدیم سنگین صنعت
تعمیر کا ایک نمونہ ہے وہان سے واپسی کے بعد حضور عالیہ ہز ہائنس کے
پرائیوٹ پلیٹ فارم سے بذریعہ اسپشل ٹرین کے دہلی روانہ ہوئین مشایعت
کو وقت ہز ہائنس اور مہارانی صاحبان بھی تشریف رکھتی تھین۔

حیدرآباد دکن آخر اگست سنہ ۱۹۱۵ء مین اعلیٰ حضرت نظام کی دعوت پر پرائیوٹ طور پر
ہز ہائنس حیدرآباد تشریف لے گئین اور پانچ دن لشبر باغ مین قیام فرمایا علاوہ اُن
ملاقاتون کے جو اعلیٰ حضرت اور بیگمات کرام سے ہوئین حیدرآباد کے مشہور مقامات
کی سیر زنانہ مدرسون اور شفاخانون اور یتیم خانہ وغیرہ کے ملاحظہ مین اوقات گرامی
مصروف رہے۔ اعلیٰ حضرت سے ملاقاتون مین بھی تعلیم نسوان اور عثمانیہ یونیورسٹی
کے نتائج و فوائد پر گفتگو رہی۔

۳ ستمبر کو انجمن خواتین دکن نے پبلک طور پر علیا حضرت کو لشبر باغ کے
ایک بڑے ہال مین ایڈریس پیش کیا بہ کثرت تعلیم یافتہ اور امرا و عمائدین کی خواتین
شریک تھین۔ اس ایڈریس کے جواب مین علیا حضرت نے تقریر ارشاد فرمائی جس مین
بلحاظ ضرورت و موقع مسائل نسوان پر بحث تھی اور خواتین دکن کو تعلیم اور مذہبی
پابندی کی طرف توجہ دلائی تھی اور فرمان روائے دکن کی توجہات و فیاضی اور
خصوصاً عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام کو خواتین دکن کی بہبودی و بہتری کے اسباب
و مواقع سے تعبیر کر کے اس سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب دی تھی۔ حیدرآباد مین
خواتین کے ایسے شاندار اجتماع کا یہ پہلا موقع تھا جس کی یاد خواتین کے دل مین
مدتہائے مدید تک باقی رہے گی۔

محل کی زندگی

یہ مضمون علیا حضرت کے تذکرے میں ایسا اہم اور بسیط مضمون ہے جس کے لکھنے کے لئے ادبی خوبی کے ساتھ ذاتی معلومات کی بڑی ضرورت ہے اس بنا پر مؤلف تذکرہ نے علیا جناب شاہ بانو میمونہ سلطان صاحبہ بالقابہا سے درخواست کی اور جناب موصوفہ نے بکمال عنایت درخواست منظور فرما کر نہایت قابلیت کے ساتھ یہ مضمون ارقام فرمایا جو اگرچہ مختصر ہے لیکن ادبی محاسن کے ساتھ علیا حضرت کی روزانہ زندگی کا سبق آموز اور حیرت انگیز مرقع اور اس تذکرہ کا سب سے زیادہ دلچسپ باب ہے۔

علیا حضرت سرکار عالیہ کے زمانۂ ولیعہدی تک تو حسب ذیل مشاغل تھے۔ جاگیر اور ڈیوڑھی کا کام، خانہ داری، تربیت اولاد، مطالعہ اور کتب بینی۔ اس کے سوا درس و تدریس کا مشغلہ رہتا تھا اور اپنی اولاد کے سوا خاندان کی لڑکیوں کو بھی تعلیم دیتی رہتی تھیں۔ کتب بینی اور ہر قسم کی مذہبی و اخلاقی کتابوں کے مطالعہ فرمانے کا کافی وقت ملتا تھا۔ صدر آرائے ریاست ہونے کے بعد غیر محدود مشاغل ہو گئے ان کا کوئی صحیح پروگرام بنانا اور پورے طور پر احاطہ کرنا ناممکن ہے علی العموم صبح کو نماز و تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر موسمی حالت اچھی ہوئی تو باغ میں چہل قدمی فرماتی ہیں۔ اکثر مدرسہ سکندریہ میں تشریف لیجاتی ہیں اور لڑکیوں پر شفقت مادرانہ مبذول فرماتی ہیں، ان سے پر لطف اور حوصلہ افزا باتیں کرتی ہیں۔ اس سے فارغ ہو کر کاغذات ریاست کو جن میں بعض اوقات بڑی بڑی مسلیں بھی ہوتی ہیں ملاحظہ کرکے ان پر احکام صادر فرماتی ہیں اور تقریباً کل احکام اپنے قلم خاص سے تحریر کرتی ہیں۔ حکم بہت مختصر ہوتا ہے مگر جامع اور تمام مطلب پر حاوی ہوتا ہے اور بعض اوقات تفصیلی احکام بھی لکھتی ہیں۔ اسی وقت ڈاک اور اخبارات ملاحظہ فرماتی ہیں اور پھر شام تک مختلف کام مختلف اوقات

مین انجام دیتی ہین اکثر عہدہ داران ریاست اجلاس کے کمرون مین باریاب ہوتے ہین اور اُن سے انتظامی معاملات پر گفتگو ہوتی ہین۔ اُسی وقت کبھی کبھی سکرٹیری بھی کاغذات پیش کرتے ہین اور بالمشافہ سماعت فرما کر احکام صادر فرماتی ہین۔ اسی کمرہ مین ان اصحاب سے بھی ملاقاتین ہوتی ہین جو باہر سے کسی خاص قومی مقصد کے لئے بھوپال آتے ہین۔ اور سرکار عالیہ اُن کو اعزازِ حضوری عطا فرماتی ہین۔ پولیٹکل عہدہ داران اور دیگر ممتاز یورپین جنٹلمینون سے بھی یہین پر پرائیوٹ ملاقات ہوتی ہے۔

دوپہر کو خاصہ تناول فرمانے کے بعد کچھ قیلولہ کرتی ہین اور پھر نماز ظہر ادا کرکے مختلف کامون مین مشغول ہو جاتی ہین کبھی قدرتی مناظر کے پینٹنگ کا کام شروع کر دیتی ہین۔ اور کئی کئی گھنٹے اُس مین مصروف رہتی ہین۔ کبھی سوزن کاری کا شغل فرماتی ہین دستکاری کی طرف طبیعت بچپن ہی سے مائل ہے۔ ہر قسم کے سوئی کے کام مین مہارتِ تامّہ حاصل ہے۔ آئل پینٹنگ سے بہت مناسبت ہے۔ اثنائے سفر حجاز مین اس فن کو یہاز مین سیکھا تھا لیکن مناسبتِ طبیعت سے تھوڑے ہی عرصہ مین ایسی مشق بہم پہنچائی کہ مناظر قدرت کی نقشہ کشی مین ید طولیٰ حاصل ہو گیا بڑے بڑے ماہرین فن سرکار عالیہ کے کام دیکھ کر حیران رہ جاتے ہین محلات کے ڈرائنگ رومون مین اکثر نقشے حضور ممدوحہ ہی کے تیار کئے ہوئے آویزان رہتے ہین اور اکثر اپنے یورپین احباب کو اپنی دستکاری کی چیزین بطور تحفہ دیتی ہین۔

اکثر فرصت کے وقت ریشم کا فینسی ورک بھی بناتی ہین اور جو انگلش لیڈیز دوست ہوتی ہین اُن کو تحفۃً اپنے ہاتھ کا بنایا ہوا دیدیتی ہین۔ ہز امپیریل میجسٹی کنگ امپرر جارج پنجم دام سلطنتہ جب کہ بزمانہ ولیعہدی تشریف فرمائے ہند ہوئے تھے تو حضور ممدوح کی تحائف کی پیشکش مین زیادہ حصہ سرکار عالیہ کی ہی دستکاری خاص کا تھا۔ علیگڈھ کی قومی نمائش اور الہ آباد کی ملکی نمائش مین بھی سرکار عالیہ نے اپنی دستکاری کی چیزین بھیجی تھین جو سوزنکاری کے کام کا بہترین نمونہ تھین لندن کی مشہور نمائش مین سرکار عالیہ کی دستکاری کی چیزین رکھی گئی تھین

مصوری مین انسانی تصاویر بنانے سے بخیال اتقا احتراز ہے البتہ مناظر قدرت کی تصاویر کھینچنے کا خاص طور پر شوق ہے۔

آئل پینٹنگ کی تصویر مین یہ ضروری ہے کہ جس منظر کی تصویر بنائی جاے وہ پیش نظر ہو اس لئے اکثر تو سرکار عالیہ محل شاہی یا دیگر مقامات سے صرف اُن مناظر کی جو نظر آسکتے ہین تصویر کھینچ لیتی ہین۔ لیکن ابتدا مین جب کسی ایسے منظر کی تصویر بنانا مقصود ہوتا تھا جو پیش نظر نہ ہوتا تو اوّل اُس کو بغور دیکھ لیتین اور پھر قوتِ حافظہ کی امداد سے اُس کا نقشہ کھینچکر بھر لیتی تھین اور پھر ایک مرتبہ اُس منظر کو دیکھ کر مقابلہ کر لیتین تاکہ کوئی نقص نہ رہ جاے۔ لیکن اب تو مصوری کا اس قدر شوق ہے کہ ہمیشہ جب موٹر مین شہر سے باہر ہوا خوری کو جاتی ہین تو پینٹنگ کا سامان ضرور ساتھ رکھواتی ہین۔ اور ماشاءاللہ تھوڑی سی دیر مین دو تین مناظر کا خاکہ کھینچ لیتی ہین اور یادداشت کے واسطے جگہ جگہ پر رنگ لگا دیتی ہین۔ پھر محل پر آکر اُس کو بالکل منظر کی طرح بنا لیتی ہین ریاست کے دوروں مین بھی بہ اوقاتِ فرصت یہ مشق جاری رہتی ہے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کبھی کبھی نوابزادگان کی سالگرہ پر بھی بطور تحفہ بھیجتی ہین دستکاری وغیرہ کے علاوہ اکثر اپنی تصنیفات و تالیفات کے مسودات تحریر کرتی ہین یا اُن کے لئے انگریزی سے ترجمہ کرتی ہین۔

شام کو بعد نماز عصر موسم کے لحاظ سے باغ مین تفریح کے لئے چلی جاتی ہین۔ کبھی صبح شام یا اور کسی وقت موٹر مین سوار ہو کر باغات و تعمیرات وغیرہ کے ملاحظہ کو جاتی ہین نماز مغرب کے بعد موسم سرما مین کتب بینی اور تحریر مسودات کا کام عموماً کرتی رہتی ہین یا کبھی کبھی نوابزادگان کے یہان تشریف لے جاتی ہین۔

مطالعہ مین عموماً اُن کتابون کا زیادہ حصہ ہوتا ہے جو خاص عورتون سے یا بچون کی پرورش، تربیت اور تعلیم سے متعلق ہون یا مذہب و اخلاق سے تعلق رکھتی ہون ایسے مطالعہ مین اگر انگریزی کتابین ہوتی ہین تو ان مضامین پر خاص توجہ فرماتی ہین جو

ہندوستانی بچوں کے واسطے مفید ہو سکتے ہیں اور پھر اُن کا ترجمہ کرا لیا جاتا ہے جن میں اپنی تصانیف میں مدد لیتی ہیں۔ کبھی کبھی مشہور و معروف انگریزی ناولوں کا بھی مطالعہ کرتی ہیں چونکہ باغ سے نہایت گہری دلچسپی ہے اور محل کے اندر بھی عمدہ قسم کے خوشنما درخت گملوں میں رکھے رہتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان گملوں کی ترتیب و درستی اپنے ہی ہاتھوں سے کرتی ہیں۔

اجلاس کے کمرہ میں جس طرح وہ اپنے شاہانہ فرائض انجام دیتی ہوئی نظر آتی ہیں اُسی طرح اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ محل کے اندر خانہ داری کے مختلف کام بھی خود ہی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حتےٰ کہ اپنے خاندان کے بچوں کے لباس کی قطع و برید، کسی خاص چیز کا پکانا یا ترتیب دینا اور نصیب دشمنان کوئی علیل ہو جائے تو اُس کی تیمار داری اور اس قسم کے بیسیوں اشغال میں اپنے کو مشغول کئے رہتی ہیں۔

خادماؤں اور ماماؤں کے ساتھ خوش اخلاقی، درگذر اور عفو و کرم سے کام لیتی ہیں اور قصوروں پر چشم پوشی فرماتی ہیں اگر کبھی کسی سخت قصور پر غصہ آیا تو مزاج برہم ہو جاتا ہے مگر چند ہی منٹ میں برہمی رفع بھی ہو جاتی ہے۔ اکثر اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتی ہیں اور خادمات کے ساتھ بھی بہت سے کام خود ہی کر لیتی ہیں۔

تحقیق کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ سرکار خلد نشین نواب سکندر بیگم صاحبہ نے جہان بڑے ناز و نعم سے ان کی پرورش کی حتےٰ کہ ایک مرتبہ سرکار خلد مکان نواب شاہ جہان بیگم صاحبہ پر صرف اس بات سے ناراض ہوئی تھیں کہ حضور ممدوحہ کو ایک خاندانی تقریب میں بغیر چہرہ و چنور کے بھیجا تھا وہاں اپنے سامنے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ چکی بھی پسوائی تھی اور دالان میں ستھرائی بھی دلوائی تھی اور محض اس لئے کہ غریبوں کی محنت کا اندازہ اور امہات المؤمنین و بنات طیبات رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت ادا ہو جائے۔

جب نوابزادگان تشریف لے آتے ہین تو اُن سے مختلف خانگی باتین یا سرکاری امور پر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ کسی دن جب خاندان کے بچے جمع ہو جاتے ہین تو اُس وقت اُن کے ساتھ مشغول رہتی ہین اور ایک شفقت مجسم نظر آتی ہین۔

رمضان المبارک مین معینہ کامون کے علاوہ شام کے وقت افطاری کی تیاری مین بھی کبھی خود حصّہ لیتی ہین اور کبھی کوئی کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتی ہین اور اُس کو نوابزادگان کے لئے بطور تحفہ بھیجتی ہین۔ یہ چیزین نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہین۔ تراویح مین پورا قرآن مجید سنتی ہین۔ نوابزادہ برگیڈیر جنرل حاجی حافظ محمد عبید اللہ خان صاحب بہادر بالقابہ جب تک قصر سلطانی پر قرآن مجید سناتے تھے تو محل پر پڑھتی تھین مگر جب سے کہ جہان نما پیلیس پر سنانے لگے ہین تو وہان تشریف لیجاتی ہین اور پورا کلام مجید سنتی ہین جو پندرہ بیس دن مین ختم ہوتا ہے۔

ان ہجوم اشغال مین اپنی پوتی عابدہ سلطان سلمہا کو خود قرآن مجید پڑھاتی ہین نماز اور کلام مجید کی چند سورتین خود ہی یاد کرائی ہین۔ کنڈر گارٹن کا ہر طرح کا سامان موجود رہتا ہے اس سے بھی تعلیم دیتی ہین اور کچھ حصۂ وقت بچون کے ساتھ پُر لطف باتون مین صرف ہوتا ہے۔

تعلیم دینے کا تو خاص شوق اور خیال ہے۔ خدا کے فضل سے اب تو سرکار عالیہ کو اتنا وقت بھی مل جاتا ہے لیکن اُس زمانہ مین بھی جبکہ کام کی اس قدر کثرت تھی کہ صبح سے شب کے گیارہ بجے تک منہمک رہتی تھین اور اہم انتظامات مین مصروف رہنے کے باعث دل و دماغ تھک جاتا تھا تو بھی نوابزادہ حمید اللہ خان صاحب بہادر کی جن کی عمر اُس وقت ۱ سال کی تھی تعلیم و تربیت کی نگرانی ایک لمحہ کے لئے بھی کسی دوسرے کے سپرد نہین کی اور مین بحیثیت ایک شاگرد کے سرکار عالیہ کے اس شوق کا پورا تجربہ رکھتی ہون طرز طریقہ تعلیم بھی خاص دلنشین ہے شفقت مادری اور الفت اُستادی کی

ملی جلی کیفیت کا اندازہ صرف شاگردوں ہی کو ہوسکتا ہے۔ غرض تعلیم کا طریقہ اور تعلیم دینے کا شوق بجائے خود ایک مضمون ہے جو اس تذکرہ میں غالباً باعث طوالت ہوگا۔

یورپین لیڈیز سے محل کے اندر ہی ملاقات کرتی ہیں اور شاید ہی کوئی دن ایسا ہوتا ہو کہ کسی لیڈی کے ساتھ کچھ وقت نہ گذرتا ہو۔ اُن سے بالعموم مختلف مسائل نسوان پر گفتگو ہوتی ہے۔

محل کی آرائش مختلف کمروں میں مختلف قسم کی ہے اور حضور ممدوحہ کے ہی مذاق سلیم پر اسکا انحصار ہے خاص طور پر جو کمرے استعمال میں رہتے ہیں وہ ہندوستانی معاشرت کے لحاظ سے آراستہ ہیں لیکن متعدد کمرے اعلیٰ قسم کے فرنیچر سے یورپین طرز معاشرت پر سجائے گئے ہیں۔

نشست عموماً فرش پر رہتی ہے اور اس کو پسند کرتی ہیں البتہ کھانا چھوٹی میز پر تناول فرماتی ہیں جیسے کہ عرب میں دستور تھا۔ سرکار عالیہ نے یہ طریقہ بعد حج جاری کیا ہے اسوقت مختلف مضامین پر گفتگو کا سلسلہ چھڑتا ہے۔ غذا نہایت سادہ ہوتی ہے، ترکاریاں، دالیں اور چٹ پٹے کھانے زیادہ مرغوب ہیں۔ مرغن غذا کو پسند نہیں فرماتیں۔

لباس میں انتہائی سادگی ہوتی ہے اور قیمتی نہیں ہوتا حضور ممدوحہ لباس وطرز معاشرت میں جس طرح قدیم طرز کو قابل اصلاح تصور کرتی ہیں اُسی طرح خاص یورپین لباس اور معاشرت کو بھی ہندوستانیوں کے لئے بھی موزوں نہیں سمجھتیں وہ ایک اصلاح یافتہ طرز کو جس نے دونوں ملکوں کے آرام وہ قطع و برید سے مل کر ترتیب پائی ہو پسند فرماتی ہیں بالخصوص عورتوں اور بچوں کے لباس میں جو جو اصلاحیں فرمائی ہیں وہ اگر ہندوستان میں عام طور پر پھیل جائیں تو ایک نہایت مفید تغیر ہو جائے۔ حضور ممدوحہ گھٹنے تک کا کرتا بہت پسند فرماتی ہیں اور بالعموم بھوپال میں یہ کرتا

سرکاری کرنا مشہور ہے۔ انھون نے اپنی کتاب معیشت مین ایسے اصلاح یافتہ لباس کا بخوبی خاکہ کھینچا ہے اور یہ لباس اس قسم کا ہے کہ اس سے حقیقی ستر پوشی ہوتی ہے اور نماز ادا کرنے مین بھی آسانی ہے۔

زیورات کا تو ابتدا سے ہی شوق نہین ہوا البتہ کبھی اور وہ بھی صرف تقریبات مین ہلکا پھلکا زیور پہن لیتی ہین۔

اکثر ضرورت مند اور غریب مستورات اور رعایا کی عورتین محل مین باریاب ہوتی ہین اور سرکارعالیہ اُنکے دُکھ درد اور ضرورت کو توجہ کیساتھ سنتی اور ہمدردی فرماتی ہین۔ خاندان یا ارکین ریاست کی خواتین بھی حضوری حاصل کرتی رہتی ہین جن کے ساتھ ہمیشہ کریمانہ اخلاق سے ملاقات فرماتی ہین۔

اپنے اعزا و اخوان ریاست پر بے انتہا مہربان ہین لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھتی ہین کہ دانائی کی محبت اور نادانی کی محبت مین کیا فرق ہے۔ ہمیشہ کوشش فرماتی ہین کہ خاندان ریاست جس طرح اپنے خاندانی اعزاز کے لحاظ سے ممتاز رہا ہے علم و لیاقت اور فضیلت کے لحاظ سے بھی ممتاز ہو اور اس مقصد کے لئے سرکارعالیہ نے ابتدا سے مختلف قسم کی تدابیر اختیار فرمائی ہین۔ ہر موقع پر اور ہر وقت والدین کو بچون کی تعلیم کی طرف رغبت دلاتی رہتی ہین۔ اکثر لڑکون کو وظائف تعلیمی عطا فرماتی ہین محل کے قریب ایک چھوٹا بورڈنگ اسکول ہے جس مین تمام اعزا و اقربا کی لڑکیان تعلیم پاتی ہین اور خود اُن کی تعلیمی حالت کی نگرانی فرماتی ہین۔

سرکارعالیہ ہر شخص کی قابلیت اور اہلیت کا صحیح انداز رکھتی ہین اور جو شخص جس کام کے لائق ہوتا ہے اُس کو اُسی کام پر مامور فرماتی ہین۔ کسی قسم کی رو رعایت کو دخل نہین دیتین۔ تقریبات مین زر نقد سے امداد دینے مین ہمیشہ فیاض ہین مگر ساتھ ہی فضول مراسم اور مسرفانہ روپیہ سے احتراز کرنے اور قرض لینے کی ممانعت مین نہایت

سخت ہین یہان تک کہ اگر ذرا بھی اسراف کا احتمال ہوتا ہے تو خود ایوان شاہی مین بالکل سادہ طریقہ پر تقریبات کا انتظام فرمادیتی ہین۔

خاندان کی تقریبون مین فرد خاندان اور بزرگ خاندان کی حیثیت سے شریک ہوتی ہین اور سلوک فرماتی ہین اور اُن تمام جائز مراسم کو ادا کرتی ہین جو اس حیثیت مین ادا کرنے ضروری ہین۔

انصاف وعدل کے ساتھ شفقت ورافت طبیعت کا جوہر خاص ہے بھوپال مین جب طاعون شروع ہوا تو اُن تمام تدابیر مختلفہ پر جو انسداد طاعون کے لئے ضروری ہین نہایت تاکید کے ساتھ عمل کیا گیا لیکن سرکار عالیہ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت رنج والم اور فکر و تردد مین ڈوبی رہتی تھین۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ خود بخود خیال آجانے یا رپورٹون کے پیش ہونے کی وجہ سے بے اختیار حضور ممدوحہ کی آنکھون سے آنسو نکل پڑے اور عرصہ تک افسردہ خاطر رہین اُس زمانے کے احکام کو دیکھکر ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ ایسے شفیق حکمران کے دل پر اپنی رعایا کی مصیبت کا کیسا سخت صدمہ تھا۔ اگرچہ لاکھون روپیہ حفظ ماتقدم اور علاج اور دیگر تدابیر پر صرف کیا جاتا تھا مختلف اوراد اور ختم مساجد مین ہوتے تھے لیکن دل کے اضطراب کا یہ حال تھا کہ ہر وقت خود دعا مین مصروف رہتی تھین اور خدا سے رحم وعفو کی التجا کرتی تھین اُن کی دوراندیشی نے جب ٹیکہ کے فوائد کو معلوم کیا تو اُس کے اجرا مین ہر قسم کی ترغیب دی یہان تک کہ محض رعایا کو مطمئن کرنے اور ترغیب دینے کی غرض سے تمام خاندان کے ٹیکہ لگایا اور پھر اس پر ہی اکتفا نہ فرماکر باوجود ڈاکٹرون کی ممانعت کے بہ نفس نفیس انا کولیٹ ہوئین، اسکول کے بچون کو محل شاہی پر طلب کیا۔ اور اُن کو نہایت شفقت کے ساتھ باتین کرکے ٹیکہ لگانے کے متعلق ایسی پُراثر نصیحت فرمائی کہ چھوٹی سی چھوٹی عمر کا بچہ بھی بہ خوشی مستعد ہوگیا اور کئی گھنٹہ تک بہ نفس نفیس تشریف فرما رہین اور ہر بچے کو جب وہ ٹیکہ سے فارغ

ہوکر حاضر ہوتا تھا شاباش و مرحبا کہتی تھیں اور ڈاکٹروں کو بار بار سخت تاکید کرتی تھیں
کہ پوری احتیاط سے کام لیں۔ بچوں کو ٹیکہ لگاتا تھا کہ عام طور پر ٹیکہ کا خوف جاتا رہا اور
ہر عمر کے آدمی نہایت خوشی کے ساتھ آمادہ ہوگئے اور بغیر کسی تامل اور جھجک کے تمام شہر نے
ٹیکہ سے فائدہ اٹھایا۔ جب کبھی یہ مصیبت رونما ہوتی ہے تو وہ زمانہ بھی عجب اضطراب کا ہوتا ہے
اور اس اضطراب کا اندازہ اُن ہی کو ہوسکتا ہے جو ہر وقت حضوری میں حاضر ہوں۔
پنجوقتہ نماز کے بعد اس مصیبت کے دفع ہونے کی دعا مانگتی ہیں خود اوراد و وظائف
پڑھتی ہیں روزانہ ہدایتیں صادر فرماتی ہیں اور تدابیر انسداد کو عمل میں لانے کے لئے فیاضی
کے ساتھ اخراجات منظور فرماتی ہیں۔ بے حد پریشانی میں اکثر اوقات خود ٹیلیفون سے
ہیلتھ آفیسر اور ڈاکٹروں کو تاکیدیں کرتی ہیں شدتِ الم کے باعث ہم سب کو بار ہا ناسازی
مزاج کا اندیشہ ہو جاتا ہے اور باوجود طبع ہمایوں کو دوسرے مشاغل کی جانب مصروف
کرنے کی کوششوں کے جب دیکھتے ہیں تو رعایا کی اس مصیبت کا تصور ہی حضور ممدوحہ
کے سامنے پاتے ہیں۔ (میمونہ سلطان شاہ بانو)

مکارمِ اخلاق

اصولِ تذکرہ نویسی اور آئین سیرت نگاری کے مطابق ہم کو اپنی کتاب کا باب آخر علیا
حضرت کے مکارم اخلاق کا رکھنا چاہئے لیکن وہ اتنے وسیع غیر محدود اور بے پایاں ہیں
کہ اُن کا احصا ایک باب میں تو کیا پوری کتاب میں بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اعتراف
عجز کے ساتھ اس باب کو بہت ہی مختصر رکھتے ہیں تاہم کسی باب میں کوئی حصہ ایسا نہیں
جس میں علیا حضرت کے مکارم اخلاق کا جلوہ نمایاں نہ ہو۔
ہر انسان خواہ وہ کسی درجہ اور مرتبہ کا ہو اُس کے اخلاق کا صحیح اندازہ اور پورا
عکس ہمیشہ اُس کی پرائیوٹ لائف میں نظر آتا ہے اور جس قدر وہ اس زندگی میں

مکارم اخلاق کا اظہار کرتا ہے اسی قدر وہ بلند اور ممتاز ہوتا ہے۔ یہی حالت علیا حضرت کے اخلاق کی ہے جو محل کی زندگی مین نمایان ہین۔ حالانکہ علیا حضرت کی شاہانہ زندگی نے بمقابلۂ عام امراء اور شرفا کے اُن کی ایک خاص امتیازی حیثیت کردی ہے۔

تواضع شاہانہ زندگی مین اگر تواضع اور منکسر المزاجی نمایان ہو تو اس کو مافوق الفطرۃ تصور کیا جاتا ہے مگر جس شخص کو علیا حضرت کا شرفِ حضوری حاصل ہوا ہے سب سے پہلے اُس قلب پر اس صفتِ محمود کا نقش قائم ہوا ہے۔

یہ تو معمولی بات ہے کہ علیا حضرت ہمیشہ سلام مین تقدیم فرماتی ہین گفتگو مین ہمیشہ مخاطب کا یا جس شخص کا ذکر کیا جائے اس کا حفظ مراتب رکھتی ہین حتّٰے کہ شدید اختلاف رائے کی صورت مین بھی حفظ مراتب کے خلاف کوئی کلمہ زبان سے نہین نکلتا جو فرمانروایانِ ملک کے لئے حیرت انگیز بات ہے۔

صبر و استقلال انسان کی معمولی زندگی کیطرح علیا حضرت کی زندگی کی بھی بعض ساعتین نہایت رنج و الم اور حسرت و غم مین گذری ہین یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیون کی وفات، شوہر ذی وقار نواب احتشام الملک عالیجاہ بہادر کی رحلت۔ صاحبزادی بر جیس جہان بیگم کا انتقال، ایسے سانحات ہین جن کا اثر و غم دل سے دور نہین ہو سکتا۔ پھر ان صاحبزادیون کی ذات اور زندگی سے نہ صرف خاندان کی خوشیان اور امیدین وابستہ تھین۔ بلکہ علیا حضرت نے ان کی تعلیم و تربیت مین اُن صنفی مقاصد کی حمایت و اشاعت کو مرکزِ خاطر رکھا تھا جن کو اپنا سرمایۂ زندگی سمجھتی ہین لیکن باایں ہمہ ان نازک اور حوصلہ شکن موقعون پر علیا حضرت ہمیشہ مستقل و شاکر رہین اور صبر جمیل کی مثال قائم کی۔ البتہ وہ غم و الم بہت ہی روح فرسا رہا جو ماں کی کشیدگی سے مسلسل ۲۰ برس تک برداشت کرنا پڑا اور جس کا اثر ابھی تک موجود ہے۔ یہ ماں بیٹی کی طولانی کشیدگی، یہ رنج و غم، یہ ایک دوسرے سے مغائرت اور پھر ایسی صورت مین کہ دونون کے دلون مین شفقت و محبت، عطوفت

وترحم ہمدردی درواداری بدرجۂ اتم موجود رہی ہو اس مین شک نہین کہ دنیا کا تحیّر خیز واقعہ ہے۔ لیکن اس واقعہ کے اندر معمولی خاندانون سے شاہی خاندانون تک کے لئے بڑے بڑے سبق ہین کہ دراندازاور خودغرض انسان کس طرح خاندانی خوشیون کو قربان کرا دیتے ہین یہ تمام واقعات علیا حضرت کی کتاب تزک سلطانی مین تفصیل کے ساتھ مندرج ہین۔ اس لئے اس تذکرہ مین ان واقعات کے درج کرنے کی ضرورت نہین اس کے علاوہ ان واقعات اور اسباب کشیدگی پر بحث کرنا بھی بہت زیادہ تکلیف دہ ہے جیسا کہ خود علیا حضرت نے حیاتِ شاہجہانی مین ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"اگر کوئی شخص ان قابل فراموش واقعات پر کبھی تنقیدی نظر ڈالیگا تو اُس کو ان نزاعون کے پیدا ہونے کے اسباب خود معلوم ہو جائین گے لیکن مجھے امید ہے کہ اس محنت طلب اور تکلیف دہ کام کے اختیار کرنے سے ہر شخص گریز کرے گا"

لیکن اس حصۂ تذکرہ مین ہم علیا حضرت کی کتاب تزک سلطانی کے آخر باب کا کچھ اقتباس جو نواب شاہجہان بیگم کی وفات کے متعلق ہے درج کرتے ہین جس سے اُن جذبات کا جو علیا حضرت کے دل مین اپنی جلیل القدر ماں کی نسبت تھے۔ اور ابھی تک قائم ہین کچھ تھوڑا سا اندازہ ہو سکیگا۔ علیا حضرت فرماتی ہین کہ

"سرکار خلد مکان کے مرض مین روز بروز ترقی ہوتی جاتی تھی حتیٰ کہ اُن کو اپنی صحت سے قطعی مایوسی ہو گئی اور اس مایوسانہ حالت مین انھون نے ایک حسرت آمیز اور پُر درد اشتہار[1] جاری کیا جس مین اپنی رعایا سے استدعا کی کہ "ہمارے تینتیس سالہ دورِ حکومت مین کسی شخص کو عمداً یا سہواً کوئی ضرر ہماری طرف سے پہنچا ہو تو لوجہ اللہ معاف کرے"

---

[1] تذکرۂ نواب شاہجہان بیگم مین درج ہے ۱۲۔

اس اشتہار کے جاری ہونے سے رعایا نے جس قدر دلی اور سچی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اُس کی نظیر ملنی مشکل ہے، کوئی دل ایسا نہ تھا جو سرکار خلد مکان کی اس تکلیف سے بے چین نہ ہوا اور دلی خشوع و خضوع کے ساتھ ان کے لئے دعا نہ کرتا ہو، جب عام لوگوں اور تمام رعایا کی یہ حالت تھی تو خود اندازہ ہو جائیگا کہ میرے دل کی کیا حالت ہوگی جس مین دختر انہ محبت کا جوش باوجود بے انتہا ناگوار واقعات پیش آنے کے شمہ برابر بھی کم نہ ہوا تھا۔

مین نے نہایت بیتابی کے ساتھ اس اشتہار کو دیکھا اور ایک امید پر جو میرے دل مین پیدا ہوئی تھی اول سے آخر تک حرف بحرف اُس کو پڑھا مگر کہین یہ فقرہ نہ پایا کہ "ہم نے بھی لوگون کے قصور معاف کئے"، تاہم پھر مکرر پڑھا کہ شاید یہ فقرہ پڑھنے سے رہ گیا ہو، لیکن معلوم ہوا کہ نظر کی غلطی نہ تھی بلکہ امید ہی کا پیدا ہونا غلط تھا مجھکو اس فقرہ سے جس کو مین ڈھونڈ رہی تھی موقع ملتا کہ مین اُن کی خدمت مین حاضر ہوتی اور اس فقرہ کا حوالہ دیکر اُن کی آخری زندگی مین خدمت سے بہرہ یاب ہو سکتی لیکن بمصداق جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ پہلے ہی سے دنیا مین یہ صدمہ برداشت کرنا میری تقدیر مین تحریر ہو چکا تھا، غرض کہ مین ان کی صحت کی دعا کرتی تھی اور دن رات تکلیفات کا حال سنکر کڑھتی جس سے میری روح کو سخت بے چینی تھی، اور صدمہ مجکو ہر وقت تحلیل کر رہا تھا۔ وقت گذرتا گیا مگر مرض کی تکلیف اور ازدیاد کا بھی حال گوش زد ہوتا رہا۔ اب مجھ سے زیادہ ضبط و صبر نہ ہو سکا اور میری محبت ان واجبی اندیشوں پر غالب آگئی جو ایسی حالت مین اُن کے پاس جانے سے ضروری تھے کیونکہ مجھکو فتنہ پردازون سے ہمیشہ کھٹکا رہتی تھی مین مضطربانہ تاج محل کو روانہ ہوئی۔ میرے ہمراہ صرف صاحبزادہ محمد حمید اللہ خان صاحب

بہادر تھے جن کی عمر اُس وقت سات سال کی تھی یہ پہلا موقع تھا کہ ننھا اور معصوم بچہ اپنی عالی قدر نانی کے دیکھنے کے لئے جا رہا تھا خدا جانے اُس وقت کیسے کیسے معصومانہ خیالات اُس کے دل میں پیدا ہوں گے، بچہ کو نانی سے ملنے کا شوق محو کئے ہوئے تھا، لیکن مجھے پاؤ میل کا راستہ کوسوں دور معلوم ہوتا تھا، خدا خدا کر کے مجھے محل میں قدم رکھنے کی نوبت آئی اس سے پیشتر میں صرف ایک مرتبہ صاحبزادی بلقیس جہاں بیگم کو زمانۂ علالت میں سرکار خلد مکان کو لینے آئی تھی یا اب ان کی عیادت اور خدمت کے لئے آئی، سخت گرمی کا موسم، دو بجے کا وقت محل میں کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ تھا سب جانتے تھے کہ میں خون کے جوش اور محبت کے اثر سے آئی ہوں، لیکن جو تھا بیگانہ تھا، بجائے اس کے کہ ایسی حالت میں میرا آنا باعث تسلی سمجھا جاتا، اُن لوگوں میں بے چینی اور گھبراہٹ پھیل گئی میں ایک ایک سے پوچھتی ہوئی سرکار خلد مکان کے کمرے میں پہنچی، وہ بوجہ ضعف کے لیٹی ہوئی تھیں، میرا جی چاہا کہ ماں کے پاؤں سے لپٹ کر خوب روؤں تلوؤں سے آنکھیں ملوں، اور جو جوش کہ ۲۲ برس سے دل میں بھرا ہوا دریا کی سی لہریں لے رہا ہے اُس کو جی کھولکر نکالوں، مگر سرکار کی خفگی کے خیال اور تکلیف کے خوف سے مجھے جرأت نہ ہوئی اور دیوار حسرت بنکر کھڑی رہ گئی، سرکار خلد مکان کی حالتِ مرض لحہ بہ لحہ ترقی پذیر ہوتی گئی کیونکہ وہ مرض نہ تھا بلکہ مرض کی صورت میں موت تھی اس کا کیا علاج ہو سکتا تھا خدا نے تو امراض کے لئے دوائیں پیدا کی ہیں۔ ان میں تاثیر بخشی ہے لیکن موت کی کوئی دوا نہیں۔

مولوی عبد الجبار خاں صاحب بہادر نے اس سانحہ کی مجھے اطلاع کی

مین اُس دن صبح ہی سے غیر معمولی طور پر پریشان تھی مجھے ہر چیز پر اُداسی چھائی ہوئی نظر آتی تھی کہ اس سانحہ عظیم کی صدا میرے کانون تک پہنچی، آہون کے ہجوم سے حلق مین دم گھٹنے لگا، اور آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے، گھبرا گئی اور مین تاج محل کو روانہ ہوئی دل مین حسرت ناک خیالات کا ہجوم ہوگیا ۴۵ برسون کا گذرا ہوا زمانہ یاد آیا۔ قوت متخیلہ نے میری زندگی کے اُس حصّہ کو جس مین جلیل الشان مان کی محبّت و شفقت کی مسرت مجھے نصیب تھی دائمی فرقت سے بدل دیا اور میری مان کو ایک خلد نشین پاکیزہ صورت مین مجسم کرکے میرے سامنے لاکر کھڑا کر دیا، مگر چشم زدن مین وہ پاک صورت تصور کی نظرون سے غائب ہوگئی اور بجائے اس کے ۲۰ برسون کا رنج وہ زمانہ ایک خوفناک شکل مین نمودار ہوا لیکن آن واحد مین وہ بھی نقش بر آب کی طرح مٹ گیا پھر زمین اور آسمان مین ایک سناٹا معلوم ہوا اور بے بنائی دنیا کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھنچ گیا، اور نظر آیا کہ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ مین محل مین داخل ہوئی، وہی محل جس مین ہر وقت چہل پہل رہتی تھی، ہُو کا مکان معلوم ہوتا تھا، ہر چیز پر عبرت و حسرت برس رہی تھی۔

اُس کمرے مین پہنچی جہان سرکار خلد مکان تمام دنیاوی اقتدار و حکومت کو خیرباد کہکر ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھین بند کئے خواب شیرین مین محو تھین، میرے آنے پر نہ تو کا استفسار اور نہ میرے جانے پر اصرار کیا، معلوم ہوتا تھا کہ وہ باتین تمام تر بھلا دین اور آخری منزل طے کرنے کے لئے مجھ سے رخصت ہونے کا انتظار کر رہی ہین مین نے بے تابی اور بے اختیاری کے ساتھ اُن کے قدمون کے بوسے لئے جن سے ۲۰ برس جدا رہی تھی، اور جن کے

نیچے جنت کی نہریں بہ رہی تھیں۔ دیر تک ٹکٹکی باندھے ہوئے اس چہرۂ مبارک کو دیکھتی رہی جس کی زیارت کی محرومی کے سبب سے اکثر تمام تمام دن اور تمام راتیں گریہ وزاری میں بسر کی تھیں، اور اب دوبارہ بجز روز قیامت کے دیکھنے کی امید نہ تھی۔

جی چاہتا تھا کہ قدموں کو ہاتھوں سے نہ چھوڑوں اور آنکھیں روے مبارک سے نہ ہٹاؤں، لیکن کسی طرح ممکن نہ تھا، اور کیونکر ہو سکتا تھا، آخر تجہیز وتکفین کا انتظام کیا، اور جو لوگ جزع وفزع کر رہے تھے اُن کو منع کیا، البتہ ثواب کے لئے میں نے "سورۂ بقر" اور سوا لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی تاکید کی۔ اور خود انتظام تجہیز وتکفین میں مصروف ہو گئی ۷۔مرتبہ سورۂ بقر اور سوا لاکھ مرتبہ کلمہ طیب پڑھا گیا، ۴ بجکر ۵ منٹ پر بعد فراغتِ غسل وکفن جنازہ تاج محل سے جانب باغ نشاط افزا روانہ ہوا جنازہ پر فرشتگان رحمتِ الٰہی کا سایہ تھا اور رضائے الٰہی برس رہا تھا"

ان اقتباسات کے علاوہ اس کتاب میں جہاں جہاں اس قسم کا بیان ہے وہاں الفاظ میں ایسا سوز وگداز بھرا ہوا ہے کہ غم والم ایک مجسم شکل میں نظر آتا ہے اور ناممکن ہے کہ پڑھنے والا بغیر چشم پُرنم ان سطور کو پڑھ سکے پھر نواب شاہجہاں بیگم کے انتقال کو ۱۰ سال گذر چکے ہیں تمام واقعات فراموش ہو گئے ہیں علیا حضرت کا سن شریف ۶۳ سال کا ہے لیکن ہنوز قلب مبارک پر اس غم کا اثر موجود ہے۔

۱۷۔ ربیع الاول کو ہمیشہ صدر نشینی کی سالگرہ ہوتی ہے۔ قدیم الایام سے ہر جگہ اور ہر ملک میں اس سالگرہ پر جشن مسرت آدابِ حکومت ولوازم شاہی میں داخل ہے بھوپال میں بھی اکثر اس موقع پر مسرت وخوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ مبارکیا دین

لہ حدیث قدسی ہے۔ الجنۃ تحت اقدام امہاتکم۔

پیش ہوتی ہین۔ کبھی کبھی علیا حضرت دربار بھی فرماتی ہین۔ لیکن اس تمام عالم مسرت مین غم کی جھلک نمایان ہوتی ہے۔ گویا علیا حضرت کے لئے یہ تاریخ والد ماجد کے غم کی یاد تازہ کرتی رہتی ہے۔

علیا حضرت ہمیشہ تردد و انتشار کی ساعتون مین انسانی فطرت کے اقتضا سے متردد تو ہوتی ہین لیکن بڑے صبر و استقلال کے ساتھ بارگاہ باری تعالی مین رجوع کرتی ہین اور اوراد و وظائف سے قلب کو تسکین دیتی ہین۔

سب سے زیادہ صبر آزما اور نازک موقع وہ تھا جبکہ صدر نشینی کے ساتھ آٹھ ماہ بعد ہی نواب احتشام الملک بہادر نے یکایک بعارضہ فالج انتقال فرمایا۔ علیا حضرت کو طبعی طور پر جو سخت صدمہ پہنچا تھا اُس کا ہر درد مند دل اندازہ کر سکتا ہے پھر یہ حادثہ ایسے زمانہ مین ہوا جبکہ نظام ملک کے اہم امور زیر غور تھے۔ اور نواب صاحب ممدوح ایک مشیر باتدبیر رفیق و مونس اور مستشار مؤتمن اور وزراے باتدبیر کی ایک جماعت کے نعم البدل تھے۔ ان کے انتقال سے علیا حضرت کی ذمہ داریون مین بہت بڑا اضافہ ہوگیا لیکن اس صدمہ کو بھی اپنے مخصوص استقلال اور اعلی صبر و ثبات کے ساتھ برداشت کیا اور تائید ایزدی پر بھروسہ کرکے زمانہ عدت ہی مین امور مہمات ریاست مین مصروف ہوگئین۔

عفو و درگذر علیا حضرت کی ان صفات جمیلہ مین جن کا تعلق ذات شاہانہ سے ہے عفو و درگذر کی صفت ایسی کامل اور ایسی وسیع ہے کہ شاید ہی سلاطین اور فرمانرواؤن کی تاریخ مین کوئی اس کی نظیر ملے۔ محل کے اندر یا متوسلین خاص کے ساتھ عفو و درگذر تو ایک عام بات ہے لیکن سیاست ملکی مین بھی گذشتہ ۱۸ سال مین کوئی ایک مثال ایسی نہین ہے جس مین جذبات ترحم کا شمول نہ ہو۔ ایسی مثالین البتہ موجود ہین کہ خائن عہدہ دارون کے فیصلہ کے وقت اس خیال سے کہ یہ شخص کل تک معزز تھا آج ذلیل

ہو رہا ہے اس کا خاندان خوشحالی و عزت کے ساتھ بسر کرتا تھا اب اُس کی بیوی بچے مصیبت و آلام میں مبتلا ہو جائیں گے علیا حضرت نے سزا کو حد درجہ نرم کر دیا ہے اور اکثر تو معافی قصور اور چشم پوشی پر ہی اکتفا کیا ہے اور اگر کوئی قدیم توسل حاصل ہے تو مختلف طریقوں سے اُس کے خاندان کا لحاظ کیا ہے ورنہ ریاستوں میں ایسے موقعوں پر ضبطی جائداد اور سزائے جیل تو عام بات ہے۔

علیا حضرت اپنے زمانۂ ولیعہدی میں ہی اُن تمام اشخاص سے واقف تھیں جو نواب شاہجہان بیگم (خلد مکان) کو ہمیشہ حضور ممدوحہ کی طرف سے مکدر کرتے رہتے تھے اور تہمتیں تراشا کرتے تھے اور اپنی تمام تر کوشش اس امر پر مبذول رکھتے تھے کہ خلد مکان کے دل میں کبھی بیٹی کی محبت کا جذبہ نہ پیدا ہونے پائے اس حالت سے علیا حضرت کو انتہائی قلق اور صدمہ تھا جس کا اثر آج تک موجود ہے اب وقت آگیا تھا کہ وہ لوگ اپنے کیفردار کو پہنچیں لیکن علیا حضرت نے کسی ایک شخص کو بھی ان اعمال کی سزا نہیں دی اور کبھی قلب صفا منزل میں انتقام کا جذبہ ہی پیدا نہیں ہوا بلکہ اُن کے ساتھ مراعات ہی کیں۔

بے تعصبی علیا حضرت ایک نہایت غیر متعصب دل رکھتی ہیں اور ان کے قلب مبارک میں تعصب کا شمہ برابر بھی اثر نہیں پایا جاتا۔

ابتدا سے ریاست بھوپال کے ہر اعزازی طبقہ میں ہندو معززین کا نام موجود ہے، ان کے ساتھ نہایت فیاضی کا برتاؤ ہوتا ہے ان کو تعلیم کے لئے وظائف دیے جاتے ہیں، تمام درباروں اور اعزازی جلسوں میں شریک کئے جاتے ہیں اور کسی قسم کی قومی طرفداری جائز نہیں رکھی جاتی اور میزان عدل میں دونوں کے پلے برابر رکھے جاتے ہیں، اکثر تقریروں میں دونوں کا ذکر ہوتا ہے مسلمانوں اور ہندوؤں کو باہم برادرانہ محبت کے برتاؤ کی نصیحت فرمائی جاتی ہے۔ اسی طرح

عیسائیوں کے ساتھ رواداری اور الطاف کا برتاؤ ہے۔

بھوپال مین یہ بے تعصبی روایات قدیم مین شامل ہے اس کی تاریخ مین مسلمان ہندو اور عیسائی شانہ بشانہ اور صف بصف ہین اور ان مین اس درجہ اتفاق و اتحاد ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے ہندو لڑکیون کے لئے بھی ایک ایسے مدرسہ کا مخصوص انتظام ہے جس مین معمولی تعلیم کے ساتھ مذہبی تعلیم بھی ہے اس کے علاوہ ۱۹۱۴ء مین ایک پرائیوٹ مدرسہ کی لڑکیون کے لئے تین سو روپیہ سالانہ وظائف عطا کئے، راجپوت ہتکارنی سبھا شاخ بھوپال کی حوصلہ افزائی فرمائی اور خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

محنت و مستعدی فطرت نے علیا حضرت کو محنت و مستعدی کا جو مادہ عنایت کیا ہے اُس کو ہر موقع اور ہر مرحلے پر ملحوظ رکھا ہے ہم مختلف صورتون مین اُس کی مثالین دیکھتے ہین محل کے احاطہ مین، دربار کے ہال مین، امور ریاست کو انجام دینے مین، یورپ، حجاز اور متعدد مرتبہ ہندوستان کے مختلف اقطاع کے سفر مین شاہنشاہی دربارون، امپیریل کانفرنسون، قومی و ملکی مجمعون اور پھر پانچون وقت اُس فرض الٰہی کے انجام دینے مین جو تمام مسلمانون کے لئے سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے ہمیشہ مستعد و سرگرم کار نظر آتی ہین ریاست کے دورہ ن مین علیا حضرت کی مستعدی و محنت کا عجیب نظارہ ہوتا ہے بعد نماز صبح کوچ فرماتی ہین کبھی مین پندرہ سولہ میل سفر کے بعد جس وقت کیمپ مین داخل ہوتی ہین فوراً اجلاس شروع ہو جاتا ہے اور شب کے دس گیارہ بجے تک مستاجرون، جاگیردارون اور دوسرے اشخاص کو شرف حضوری عطا کرنے، کاغذات کو سماعت فرمانے، دیہات کی عورتون سے باتین کرنے اور دورہ کے دوسرے ضروری کامون مین مصروف رہتی ہین۔

بیرون ریاست جس شہر مین تشریف لیجاتی ہین وہان کی مصروفیتون مین بھی ہمیشہ محنت و مستعدی ہی نظر آتی ہے۔

اس مین شک نہین کہ علیا حضرت کو سپاہیانہ حیثیت سے اپنے اوصاف و استعداد فطری کے ظاہر کرنے کا موقع نہین ملا، لیکن فوجی نظم و نسق پر جو توجہ ہے اور جن لوگون نے ریویو کی حالتون کو دیکھا ہے اُن کو ان اوصاف کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ ہے۔

اس کے علاوہ ارض مقدس کے سفر مین جبکہ قافلہ پر بدو آتش فشانی کر رہے تھے علیا حضرت عملاً میدان جنگ مین بھی شریک ہو چکی ہین اور اس طرح محاذ جنگ کا تجربہ بھی برای العین حاصل کر لیا ہے۔ اور یہ موقع سب سے پہلے ہندوستانی والیان ملک مین صرف ہر ہائینس ہی کو حاصل ہوا چنانچہ لارڈ منٹو نے بھی ۱۹۰۹ء مین بھوپال وزٹ مین ڈنر کی تقریر مین کہا تھا کہ:-

"یور ہائینس مین اس امر پر اظہار مبارکباد کئے بغیر نہین رہ سکتا کہ حال کے زمانۂ امن و امان مین آپ ہی ایک حاکمہ ہین جنہون نے میدانِ کارزار بھی دیکھا ہے کیونکہ مجھکو ایسی اطلاع ملی ہے کہ سفر حجاز مین یور ہائینس نے جبکہ آپ کا باڈی گارڈ آپ کے ہم رکاب تھا اعرابیون کی ایک جماعت کو جو یکایک حملہ آور ہوئی تھی کچھ نقصان کے ساتھ پسپا کیا۔"

اگر اقتضاے عمر ہوتا اور حالات ملکی اجازت دیتے تو یقیناً علیا حضرت اس زمانہ کی جنگ یورپ مین سپاہیانہ طور پر بھی کچھ حصّہ لیتین۔

علیا حضرت کو اگرچہ اب نشانہ بازی کی مشق نہین ہے کیونکہ سالہا سال سے اس شغل کو ترک کر دیا ہے تاہم ابتدائی مشق کا اثر اتنا ضرور موجود ہے کہ ۱۹۰۹ء مین لارڈ منٹو کی تشریف آوری کے موقع پر شوٹنگ میچ مین علیا حضرت شریک ہوئین اور باوجودیکہ برقع و نقاب مین تھین لیکن بجز لیڈی منٹو کے سب سے نشانہ بازی مین سبقت لے گئین۔

فیاضی — علیا حضرت کی فیاضیون اور اُن کے مختلف طریقون کا احصا و استقصا

ایک نہایت مشکل کام ہے تاہم ہماری کتاب کے ناظرین نے جا بجا مختلف ابواب مین علیا حضرت کی فیاضی کا پرتو دیکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ فیاضیان کیسی صحیح اور کس قدر مفید اور نتیجہ خیز ہین۔

بھوپال مین تو اس ابر کرم کا ترشح ہمیشہ ہی رہتا ہے اور ہر طبقہ اس سے متمتع ہوتا ہے اگرچہ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ (خلد مکان) کی فیاضیان ضرب المثل ہین اور اس مین شک نہین کہ اُن کی فیاضی مین بے دریغ بخشش اور دریا دلی شامل تھی لیکن اس سے متمتع ہونے والون نے اُس کی پوری قدر نہ کی اور اپنے کو ناکارہ اور اپاہج بنا لیا نہ تعلیم کی طرف توجہ کی اور نہ کوئی اور پیشہ سیکھا بلکہ محنت علم و ہنر سے گریز کرنے لگے۔

علیا حضرت جب صدر نشین ہوئین اور اس حالت پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچین کہ اگر اس فیاضی کا رخ نہ بدلا گیا تو کچھ عرصہ مین جہل و بیکاری بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے ہو جائے گی۔ اس لئے زیادہ تر بیکار اور غیر مفید فیاضی کی جگہہ جس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ ایک خاندان تک پہنچ سکتا تھا متمدن اور شائستہ کامون کی نبیاد ڈالی۔ ناکارہ لوگون کو کام پر لگایا۔ پیشے سیکھنے کی ترغیب دی تعلیم کے لئے مجبور کیا۔ اور ہر قسم کی تعلیم کا انتظام فرمایا اور جہان تک ممکن ہو سکا ان ہی امور پر اپنی فیاضی کو مشروط فرما دیا

جب کسی بیوہ عورت کا وظیفہ مقرر فرماتی ہین تو یہ حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو مدرسہ مین داخل کرائے اگر خود کسی کام کے سیکھنے کے قابل ہوتی ہے تو اس کو مدرسہ صنعت بیوگان مین داخلہ کا حکم ہوتا ہے۔ جو لڑکے وظیفہ پاتے ہین ممکن نہین کہ کسی مدرسہ مین داخل نہ ہون اور تعلیم نہ پائین۔

منصب دار اور اہل خاندان کو مجبور فرمایا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو تعلیم دلائین اور ان مین جو نوجوان ایسے نظر آئے جو فوجی یا مالی و عدالتی کام سیکھنے کی صلاحیت

رکھتے تھے اُن کو ان ہی کی مناسبت طبع کے مطابق دفاتر وغیرہ مین کام سیکھنے کے لئے معین فرمایا چنانچہ جو لوگ پہلے بیکاری مین زندگی بسر کرنے کے عادی تھے اب اُن مین بہت سے اشخاص فوج اور دفاتر مین مامور ہین اور اپنے فرائض کو عمدگی سے انجام دے رہے ہین اور جہان تعلیم کو غیر ضروری ہی نہین سمجھا جاتا بلکہ اُس سے نفرت تھی وہان نہ صرف ابتدائی تعلیم بلکہ اعلیٰ التعلیم کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ ایک بہت بڑی نسل ریاست کے آئندہ مستقبل مین حصّہ لینے کے لئے علیا حضرت کی امداد سے جدید تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

قدیم سے سلاطین اور امرا کی فیاضیون سے شعرائے عصر کو بہت بڑا حصّہ ملا ہے اور اب بھی فرمانروایانِ ملک قصائد مدحیہ پر صلے اور انعام عطا کرتے ہین۔ بعض فرمانرواؤن اور امراء کو خود شاعری کا شوق ہوتا ہے اور شعراء کامل الفن کا گروہ اُن کی فیاضیون سے متمتع ہوتا رہتا ہے۔ علیا حضرت اگرچہ خود شاعر نہین لیکن سخن سنج ضرور ہین مگر یہ سخن سنجی صرف اُس شاعری تک محدود ہے جو حسیاتِ ملّی اور جذبات قومی کی محرک ہو تاہم جو قصائد پیش ہوتے ہین اُن کو اگرچہ خود سماعت نہین فرماتین لیکن وہ بے صلہ نہین رہتے تقاریب کے موقعون پر عموماً شعراء مبارکباد کے قصیدے اور قطعات وغیرہ پیش کرتے اور علیا حضرت معقول طور پر ایک رقم عطا فرماتی ہین۔

عطیات کے بجٹ سالانہ مین ایک معقول رقم رکھی جاتی ہے لیکن کوئی سال ایسا نہین جاتا کہ اُس مین سال ختم ہونے سے پہلے ایک معتدبہ اضافہ نہ ہوتا ہو ملازمان و متوسلین ریاست کے خاندانون کی تقریبات اور دیگر ناگزیر ضروریات مین علیٰ قدر حیثیت و مرتبہ فیاضانہ امداد فرماتی ہین۔ اکثر کو جاگیرین اور معافیان بھی عطا فرمائی ہین۔

یہ محسوس فرما کر کہ اکثر عہدہ دار و ملازم اور متوسل ضرورتوں کے موقع پر مہاجنوں سے قرض لے کر سود کے بارِگران سے دب جاتے ہیں یہ طریقہ بھی جاری فرمایا کہ بشرطِ ضرورتِ حقیقی خزانہ عامرہ سے قرض دیدیا جایا کرے جو نہایت معتدل اور غیر تکلیف دہ اقساط سے وصول ہوتا ہے۔ پھر عام اشخاص کو مکانات بنانے اور دوکانات و کارخانے کھولنے کے لئے بھی اسی طرح قرض دیا جاتا ہے اور مزید عطیات بھی ملتے ہیں۔

مسند آرائے ریاست ہونے کے بعد سنین ماضیہ کا جو بقایا زراعت پیشہ رعایا پر تھا اُس کا بہت بڑا حصہ معاف فرما دیا اور پھر بندوبست کے وقت تو گویا دریائے فیاضی موجزن تھا۔ مستاجر بقایا پیش کرتے تھے اور علیا حضرت ایسی شفقت کے ساتھ جس کا خاکہ کسی طرح الفاظ میں کھنچ نہیں سکتا معاف فرما دیتی تھیں چھ لاکھ سے زیادہ روپیہ گذشتہ دربار سالگرہ پر معاف فرمایا گویا زراعت پیشہ رعایا کو اس بار سے بالکل سبکدوش فرما دیا غرض ؎

برون آمد اوصافِ شہ از حساب ۔۔۔ نہ گنجد درین تنگ میدان کتاب
گر آن جملہ را سعدی املا کند ۔۔۔ مگر دفترے دیگر انشا کند
فرو ماندم از شکر چندین کرم ۔۔۔ ہمان بہ کہ دستِ دعا گسترم
دل و کشورت جمع معمور باد ۔۔۔ ز ملکت پراگندگی دور باد
تنت باد پیوستہ چون دین درست ۔۔۔ بد اندیش را دل چو تدبیر سست
جہان آفرین بر تو رحمت کناد
دگر ہرچہ گویم فسانست و باد